ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۲ فروری ۱۹۶۳ء

شیخ التفسیر نمبر

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْدُوْ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَاْکُلَ تَمَرَاتٍ وَّیَاْکُلُھُنَّ وِتْرًا

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ عید فطر کے دن جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند کھجوریں نہ کھا لیتے عیدگاہ کو تشریف نہ لے جاتے اور آپؐ طاق کھجوریں یعنی تین۔ پانچ۔ سات۔ نو وغیرہ کھاتے۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَلَھُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْھِمَا فَقَالَ مَا ھٰذَانِ الْیَوْمَانِ قَالُوْا کُنَّا نَلْعَبُ فِیْھِمَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْدَلَکُمُ اللّٰہُ بِھِمَا خَیْرًا مِّنْھُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ اس زمانہ میں مدینہ والوں کے دو دن تھے جن میں وہ خوشیاں مناتے اور کھیلتے تھے۔ آپؐ نے لوگوں سے پوچھا۔ یہ دو دن کیسے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا ان ایام میں ہم لوگ عہد جاہلیت کے اندر خوشیاں مناتے اور کھیلتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالیٰ نے تمہارے ان دنوں کو دو بہترین دنوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ یعنی عید قربان اور عیدالفطر کے دنوں میں۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَطْعَمَ وَلَا یَطْعَمُ یَوْمَ الْاَضْحٰی حَتّٰی یُصَلِّیَ۔

ترجمہ:۔ حضرت بریدہؓ کہتے ہیں کہ عیدالفطر کے دن جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کھا نہ لیتے عید کو نہ جاتے اور عید قربان کے دن اس وقت تک کچھ نہ کھاتے جب تک نماز نہ پڑھ لیتے۔ (ترمذی - ابن ماجہ - دارمی)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدٍ خَالَفَ الطَّرِیْقَ

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مختلف راستوں سے آتے جاتے تھے۔ (بخاری)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ شَھِدْتُ الصَّلٰوۃَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ بِغَیْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَۃٍ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ قَامَ مُتَّکِئًا عَلٰی بِلَالٍ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَکَّرَھُمْ وَحَثَّھُمْ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَمَضٰی اِلَی النِّسَآءِ وَمَعَہٗ بِلَالٌ فَاَمَرَھُنَّ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَوَعَظَھُنَّ وَذَکَّرَھُنَّ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ عید کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کے لئے حاضر ہوا۔ آپؐ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور اذان و تکبیر نہیں کہی گئی جب آپ نماز پڑھ چکے تو بلالؓ کے سہارے کھڑے ہوئے۔ خدا کی تعریف کی اور لوگوں کو نصیحت فرمائی اور عذاب و ثواب کا ذکر کیا اور خداوند تعالیٰ کی اطاعت پر زور دیا۔ پھر بلالؓ کے ساتھ آپؐ عورتوں کے گروہ میں تشریف لے گئے۔ اور ان کو خدا سے ڈرتے رہنے کی ہدایت کی اور نصیحت فرمائی اور ثواب و عذاب یاد دلایا۔

(نسائی)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ عَلَی الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی وَالصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَمَرَ بِھَا اَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ فرض کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو ہر ایک غلام، آزاد، مرد عورت اور بچے اور بوڑھے پر مسلمان میں سے ایک صاع جو اور کھجور، اور حکم دیا ہے کہ ادا کیا جائے اس کو نماز کو نکلنے سے پہلے۔ (صاع تقریباً چار سیر)

(بخاری ومسلم)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِیْ اٰخِرِ رَمَضَانَ اَخْرِجُوْا صَدَقَۃَ صَوْمِکُمْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذِہِ الصَّدَقَۃَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِیْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ قَمْحٍ عَلٰی کُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْکٍ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباسؓ نے آخر رمضان میں لوگوں سے کہا ادا کرو تم اپنے روزوں کا صدقہ۔ فرض کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدقہ کو ہر ایک (مسلمان) پر خواہ وہ آزاد ہو یا غلام ہو، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا یعنی ہر ایک کی طرف سے ایک صاع کھجوروں میں سے یا جو میں سے اور نصف صاع گیہوں میں سے۔

(ابوداؤد۔ نسائی)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّہُ اللُّقْمَۃُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَۃُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُّغْنِیْہِ وَلَا یُفْطَنُ بِہٖ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْہِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْاَلُ النَّاسَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسکین وہ شخص نہیں ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے۔ اور اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک کھجور یا دو کھجوریں دے دی جاتی ہیں بلکہ مسکین وہ شخص ہے جو اس قدر مال نہ رکھتا ہو جو اس کو بے پروا بنا دے۔ اور نہ کسی کو اس کا محتاج ہونا معلوم ہو کہ اس کو صدقہ دیا جائے۔ اور نہ وہ کسی سے مانگنے کے لئے جائے۔

(بخاری ومسلم)

خدام الدین

جلد نمبر ۸ | ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۶۳ء | شمارہ نمبر ۴۲، ۴۳

حضرت شیخ کے خلفاء

۱۔ مولانا الحاج حافظ محمد حبیب اللہ صاحب خلف اکبر مدینہ منورہ
۲۔ مولانا الحاج عبدالہادی جانشین سلطان العارفین حضرت دین پوری شیخ نور
۳۔ مولانا الحاج ابوالحسن علی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء
۴۔ مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب مسجد نور منٹگمری
۵۔ مولانا الحاج بشیر احمد صاحب۔ جامع مسجد پسرور سیالکوٹ
۶۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور۔ لاہور
۷۔ مولانا الحاج حمیداللہ صاحب ۔ لاہور
۸۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب۔ میاں علی شیخوپورہ
۹۔ مولانا قاضی زاہد الحسینی پروفیسر گورنمنٹ کالج کیمل پور
۱۰۔ مولانا عرض محمد ۔ کوئٹہ
۱۱۔ مولانا سید احمد شاہ بخاری۔ چوکیرہ سرگودھا
۱۲۔ مولوی محمد ہارون صاحب ۔ ٹھری پچانی۔ سکھر
۱۳۔ مولانا گل محمد ۔ ایران
۱۴۔ مولانا محمد حسن ۔ خانیوال
۱۵۔ مولانا قاضی عبداللطیف جہلم
۱۶۔ مولانا غلام رسول ڈیرہ اسماعیل خاں
۱۷۔ قاری عبدالکریم ترکستانی حال کراچی
۱۸۔ مولوی محمد علی صاحب کھیڑہ ۔ گھروٹ ۔ سرگودھا
۱۹۔ مولوی عبدالمجید صاحب ۔ رحیم یار خاں
۲۰۔ مولوی احمد شاہ دیوانی ۔ سندھ
۲۱۔ حاجی میر محمد صاحب ۔ چونگل
۲۲ حضرت الحاج امین الحق صاحب ۔ شیخوپورہ
۲۳۔ مولانا غلام قادر ملتان (۲۴) مولوی محمد حسن سندھ

چند لکھنے والے

علامہ شمس الحق افغانی
- مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی ایم، پی، اے
- پروفیسر قاضی زاہد الحسینی۔
- پیر طریقت قاضی مظہر حسین
- علامہ دوست محمد قریشی
- علامہ انور صابری دہلی
- خان غازی کابلی دہلی
- مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری
- علامہ خالد محمود ایم، اے
- ماسٹر لال دین اخگر
- عثمان غنی
- مولانا محمد احمد
- جمیل احمد میواتی
- مولانا عبدالشکور دین پوری
- احمد عبدالرحمٰن

- مولانا ابراہیم پیرداری
- حافظ محمد امین
- عبدالقیوم بی، اے
- محمد مقبول عالم بی، اے
- محمد اکرم حسینی
- محمد الیاس مسعود

اور بہت سے دوسرے

عید الفطر

قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک ہم عید الفطر کی پندرہ بہاریں دیکھ چکے ہیں اور انشاء اللہ چند دنوں کے اندر اندر اس کی سولھویں بہار بھی آنکھوں دیکھتے گزر جائے گی۔ لیکن اگر گزشتہ پندرہ برس کی عیدوں کا جائزہ لیا جائے، ان کے خد و خال اسلام کے آئینہ میں ملاحظہ کئے جائیں، کتاب و سنت کی روشنی میں انہیں پرکھا جائے تو اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر بن نہ پڑے گا اور ماننا ہی پڑے گا کہ یہ تمام کی تمام عیدیں اپنے سچے استقبال سے قطعی محروم رہی ہیں۔ اور ان سے وہ سلوک ہرگز روا نہیں رکھا گیا جو ایک اسلامی مملکت میں ان کے شایانِ شان تھا۔ اس کی وجہ محض یہی ہے کہ اسلام کی روح ہمارے قلوب سے یکسر نکل چکی ہے۔ اور ہمارے دماغ فریبِ مادیت میں مبتلا ہو کر اسلام کی اعلیٰ و ارفع قدروں، حقیقی عظمتوں اور ابدی راحتوں سے بالکل بے بہرہ ہو گئے ہیں۔

عید الفطر درحقیقت اس خوشی کا نام ہے جو ایک مسلمان کو رمضان المبارک کا مکمل احترام کرنے، اس مقدس مہینے کے بخیر و خوبی انجام پذیر ہونے اور اس کی حقیقی نعمتوں اور لذتوں سے بہرہ ور ہونے کے ثمرہ میں میسر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب رمضان المبارک کا کوئی احترام نہ کیا گیا ہو، روزوں کی پابندی نہ کی گئی ہو، تقویٰ و پارسائی کو شعار نہ بنایا گیا ہو تو عید کی مسرتیں اور خوشیاں دیکھنا کیونکر مقدر ہو سکتا ہے؟

ایک شخص اگر نفیس سے نفیس شربت تیار کرے، لیکن ساتھ ہی کچھ مکھیاں اس میں ملا دی جائیں تو کیا اسے شربت پینے میں کوئی فرحت و لذت محسوس ہو سکتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں! تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ روزہ جیسی نعمت میں غیبت جھوٹ اور ہمہ قسم کی برائیوں کی غلاظت بھی شامل ہو اور روزہ دار اس کی فرحت و لذت سے جو عید کی صورت میں میسر آتی ہے لطف اندوز بھی ہو سکے؟ نیند پورے سکھ کے ساتھ اسی کو آتی ہے جو دن بھر کی محنت و مشقت سے چور ہو کر بستر پہ لیٹے نہ کہ اس کاہل کو جو رات دن بستر پہ لیٹا رہے۔ اسی طرح عید کی حقیقی خوشی بھی اسی بندۂ خدا کو حاصل ہوتی ہے۔ جو تیس دن تک روزہ کی مشقتیں اٹھا چکا ہو۔ خواہشاتِ نفسانی کے منصوبوں کو پامال کر کے قوائے جسمانی کو چور چور کر چکا ہو۔ اور جو راحت سرمدی اور اجرِ روحانی کے ابدی سکھ اور نعمتوں کے عوض روزمرہ کی مادی لذتوں اور جسمانی فائدوں کا دروازہ اپنے اوپر بند کر چکا ہو۔

آیئے! اس اصول کی روشنی میں اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ ہم نے رمضان المبارک کے مقدس ایام کن مصروفیات میں گزارے؟ ہمارے مشاغل کتاب و سنت کے مطابق تھے یا خلاف؟ ہم نے کہاں تک رمضان المبارک کی قدر افزائی کی؟ اس کے احترام کو کس حد تک ملحوظ رکھا؟ ہمارے نفس بے حیائی، بدنظری، غیر اسلامی حرکات و سکنات اور دیگر خرافات کا شکار تو نہیں ہوئے؟ ہم نے اپنی زبانوں کو غیبت، جھوٹ اور شعائر اسلامی کی توہین سے ملوث تو نہیں ہونے دیا؟ معاشرہ کے کون کون سے گوشے برائیوں سے پاک ہو گئے؟ ہم نے کن کن شعبہ ہائے حیات میں کتاب و سنت کے انوار سموئے اور اب ہم کس مقام پر کھڑے ہیں ــــ؟

ان سوالات کے جواب میں ہمیں اقرار ہے کہ بعض بندگانِ خدا نے انفرادی طور پر عبادات و مجاہدات کے ذریعے اپنے کئی روحانی مقامات طے کئے ہوں گے۔ اور وہ بارگاہ رب العزت میں درجۂ مقبولیت کو پہنچ چکے ہوں گے۔ لیکن جہاں تک حیاتِ اجتماعی اور مجموعی مفاد کا تعلق ہے ہم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھے۔ رمضان المبارک سے پہلے جس مقام سے سفر کا آغاز کیا تھا ہم اب تک وہیں کھڑے ہیں۔ بے دینی بے حیائی اور فواحش میں اضافہ ہوا ہے شعائر اسلامی کی توہین بدستور اس مبارک مہینہ میں بھی جاری رہی۔ جام و مینا کے دور برابر چلتے رہے۔ ریستوران اور چائے کی دکانیں حسب معمول کاروبار کرتی رہیں۔ خورد و نوش کی اشیا کھلے بندوں فروخت ہوتی رہیں۔ لوگ سر بازار کھاتے پیتے اور سگرٹ نوشی کرتے رہے ریڈیو سیٹ نمازوں کے اوقات میں اپنے پروگرام نشر کرتے رہے۔ سینما گھروں پہ کوئی پابندی نہ لگی۔ بلا کھٹکے رمضان المبارک کی بے حرمتی ہوتی رہی۔ لیکن نہ

عوام کے کانوں پر جوں رینگی اور نہ حکام ٹس سے مس ہوئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہمارے نزدیک عوام وحکام دونوں ہی بارگاہ رب العزت میں جوابدہ ہوں گے!

کاش ! اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے اس ملک میں کتاب وسنت کا جھنڈا سربلند ہو، اور مملکت خداداد میں صحیح اسلامی دستور کا نفاذ عمل میں آئے۔ ہماری عید تو اسی دن ہوگی جس دن اس ملک میں کتاب وسنت کے مطابق قانون کے نفاذ کی نوید جانفزا ہمیں ملے گی۔

دعا ہے ! کہ خدا جلد وہ دن دکھائے اور ہم اپنی حکومت کو ہدیۂ تبریک پیش کریں۔ آمین ! ان گزارشات کے ساتھ اپنے محبوب وطن کے تمام باشندوں کو ہم رسمی عید مبارک پیش کرتے ہیں!

• شیخ التفسیر نمبر

"خدام الدین" کا شیخ التفسیر نمبر آپ کے سامنے ہے یہ انتہائی قلیل وقت میں نہایت عجلت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ ہم یہ کہنے کی ہرگز جسارت نہیں کرتے کہ اس میں وہ سب کچھ ہے جو ہونا چاہیے تھا۔ مگر اپنی کمزوریوں اور نارسائیوں کے اعتراف کے باوجود اگر یہ کہا جائے کہ ہم نے اسے بہتر بنانے میں حتی الامکان کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہیں رکھا تو غالباً بے جا نہ ہوگا۔

کسی انسان یا ادارہ کے بس میں اس کے سوا ہے ہی کیا کہ جو کچھ کر سکتا ہے اس میں کمی نہ کرے اور جس کام کا بیڑا اٹھائے اسے انجام دینے میں اپنی ہمت عمل بے دریغ صرف کر ڈالے کامیابی و ناکامی خدا کے ہاتھ میں ہے، کسی فرد، جماعت یا ادارہ کے ہاتھ میں نہیں۔

اگر دیکھا جائے تو انسان اور اس کے وسائل کارگزاری مشیت ایزدی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ شیخ التفسیر نمبر شائع کرنے کا فیصلہ ہوا تو ادارہ کا خیال تھا کہ حضرت شیخؒ کے لاکھوں عقیدت مندوں، بے شمار تلامذہ اور لاکھوں متوسلین میں سے سینکڑوں اہل قلم حضرات حضرت شیخ کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت و نیازمندی پیش کریں گے اور اس طرح ان کی پاکیزہ و مقدس زندگی کے کئی گوشے سامنے آجائیں گے۔ جن سے ارباب فکر ونظر اور ارادت مند اپنی اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کر سکیں گے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا خیال صحیح ثابت نہ ہوا۔ اور ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ اہل قلم حضرات نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اور بعض حضرات نے تو وعدہ فرما کر بھی ایفائے عہد سے راہ فرار اختیار کی۔ ان کی یہ سرد مہری دیکھ کر ہمیں بجا طور پر صدمہ ہوا اور حضرت شیخؒ کی روح بھی یقیناً ان سے شاکی ہوگی۔ کچھ مضامین ایسے بھی ہیں کہ جو ہمیں اس وقت موصول ہوئے جب کہ پرچہ تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ وہ مضامین ان شاء اللہ العزیز آئندہ شمارے میں شامل اشاعت کر دیئے جائیں گے۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ یہ ہدیۂ عقیدت ومحبت مقبول بارگاہ خداوندی ہو ! قارئین اس سے خاطر خواہ استفادہ کر سکیں۔ اور مسافروں کے گم کردہ راہ قافلے حضرت شیخؒ کے نشان قدم دیکھ کر منزل مقصود کو پہنچیں — آمین !

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

• عید کے چاند کے ساتھ

موجودہ شمارہ اس مبارک مہینے میں خدام الدین کا آخری شمارہ ہے۔ آئندہ پرچہ پریس میں تعطیلات کے سبب سے ایک ہفتہ کی غیر حاضری کے بعد ہدیۂ ناظرین ہوگا۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہمارے لئے لازم ہو گیا کہ عید الفطر سے متعلق معروضات بھی اسی اشاعت میں شامل کی جائیں۔ اور آئندہ شمارہ کی غیر حاضری کی تلافی چند صفحات کے اضافہ سے کر دی جائے چنانچہ اس طرح نہ تو پرچہ کے مستقل خریدار ہی خسارہ میں رہیں گے اور نہ ایک ہفتہ کی غیر حاضری ہی قارئین کرام کے لئے بار خاطر ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین خدام الدین ہمارے فیصلہ سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر اظہار مسرت فرمائیں گے۔ اور عید کے چاند کے ساتھ اس شمارہ کا بھی دلی خیر مقدم کریں گے

• اِک دِیا اور بجھا......

دینی اور علمی حلقوں میں یہ خبر انتہائی حزن و ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ ۱۶ر فروری ۱۹۶۳ء بمطابق ۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن نور اللہ مرقدہٗ کے شاگرد اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ہم سبق تھے — بیعت آپ کی غالباً امام ربانی قطب الارشاد والتکوین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی چنانچہ آپ نے جالندھر میں مدرسہ کی بنیاد رکھی تو اپنے شیخ کے نام پر مدرسہ کا نام بھی جامعہ رشیدیہ رکھا۔ قیام پاکستان کے بعد یہی مدرسہ جالندھر سے منتقل ہو کر منٹگمری آگیا۔ اور اب تک دینی خدمات میں بدستور مصروف رہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ بھمنیاں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا حافظ محمد صالح صاحبؒ سے حاصل کی۔ حافظ صاحب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز اور رائے پور گوجراں ضلع جالندھر میں سکونت پذیر تھے۔

انتقال کے وقت حضرت مفتی صاحبؒ کی عمر مبارک ۸۵ سال کی تھی۔ لیکن یاد خدا میں آپ جوانوں کی سی ہمت رکھتے تھے۔ آپ کے فیضان علمی سے سینکڑوں اشخاص فیض یاب ہوئے جن میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مدظلہ حضرت مولانا عبدالجبار ابوہری خلیفۂ مجاز حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عبداللہ صاحب خطیب جامع عیدگاہ منٹگمری اور حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ادارہ خدام الدین اس صدمۂ جانکاہ میں آپ کے صاحبزادگان مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری، مولانا عبداللہ صاحب اور دوسرے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے۔ اور ان کے غم میں خود کو برابر کا شریک سمجھتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مرحوم کو جنت میں مقامات بلند عطا فرمائے اور ان کے صدقات جاریہ کو رہتی دنیا تک قائم رکھے آمین !

آخر میں ہم قارئین کرام سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں۔

خطبہ یوم الجمعہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۵ر فروری ۱۹۶۳ء

رمضان — قرآن — لیلۃ القدر

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی اَمَّا بَعۡد شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ ـــــ

ترجمہ! رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا۔ جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے۔

محترم حضرات!

ماہ رمضان المبارک کو قرآن کریم سے بڑی نسبت ہے۔ رمضان اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسی مہینہ میں قرآن اُتارا گیا۔ اور یہی اس خیر و برکت والے مہینہ کا سب سے بڑا شرف ہے کہ اس میں کائنات انسانی کے لئے بہترین کامل ترین اور جامع ترین ہدایت نامہ اُتارا گیا۔ کامل و اکمل دستور زندگی نوع انسانی کے سپرد کیا گیا۔ اور حسن ازل کے شیدائیوں کو نامۂ محبوب سے نوازا گیا۔ عشاق کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اس سے اونچی کوئی نعمت اور اس سے برتر کوئی رحمت عالم تصور میں موجود نہیں۔ اسی لئے جب یہ ماہ مبارک آتا ہے، رمضان المبارک کا چاند فلک کے دریچے سے جھانکتا ہے تو عشاق حقیقی کے دل بیتاب ہو جاتے ہیں نغمہ ازل کی سُریلی آوازیں کانوں میں گونجنے لگتی ہیں۔ کلام یار کا تکرار ہوتا ہے۔ منبر و محراب حفاظ و قراء کے میٹھے میٹھے بولوں سے جھوم اُٹھتے ہیں۔ اور فضاؤں میں محبوب حقیقی کا پیغام ابدی ایک عجیب کیف و سرور پیدا کر دیتا ہے۔

مسلمان دن کے وقت محبوب حقیقی کی رضا حاصل کرنے کی خاطر روزہ رکھتے ہیں بھوک اور پیاس کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ جمال جہاں آرا کے نظارہ کے لئے تمام لذائذ دنیوی اور خواہشات نفسانی کو تج کر سرتاپا نیاز ہو جاتے ہیں۔ شب کو قیام کرتے ہیں۔ اور رات کی تاریکیوں میں جب کہ دنیا غفلت کی چادر تان کر سوتی ہے۔ وہ اپنے حبیب سے سرگوشیوں میں مصروف، دنیا و مافیہا سے بے نیاز، وصل حبیب کے مزے لوٹنے میں محو ہوتے ہیں۔ کیوں نہ ہو اگر عشق کی سرمستیاں اور وفا شعاریاں ان دنوں زوروں پہ ہوتی ہیں۔ شوق و ارمان کے تقاضے تیز تر ہوتے ہیں، دن کسی کے اشتیاق میں صرف ہوتے ہیں اور راتیں کسی کے شوق انتظار میں اور اشتیاق دید کے باعث آنکھوں میں کٹتی ہیں۔ اور اس طرح حسن ازل سے پیمانِ وفا باندھنے والوں کے شب و روز اپنے محبوب کی یکتائی کا کلمہ پڑھنے طریق عشق و آئین الفت کے تقاضے پورا کرنے اور ماسوا سے نظریں ہٹا کر اس کی بندگی اور اسی کے ذکر میں گذرتے ہیں۔ تو حسن حقیقی بھی کمالِ رحم و کرم کے اظہار میں کوئی بخل نہیں کرتا۔ اُس کی شفقتیں اور نوازشیں بھی درجۂ کمال پر ہوتی ہیں، اس کا کمالِ ازلی بھی مضطرب ہوتا ہے کہ ان وفا شعاروں اور دل کی سچی تڑپ کے ساتھ پکارنے والوں کی پکار سُنے۔ اور انہیں اپنی بے پایاں شفقتوں اور کرم گستریوں سے نوازے چنانچہ حسن ازل اپنے پرستار اول اور شیدا نبی الانبیا جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے پکار پکار کر کہتا ہے۔ کہ اے میرے پیارے اعلان کر دو کہ خدا تو ہر حال میں انسان کی پکار سننے والا اور اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ایمان و اخلاص کے ساتھ جب کبھی اُسے پکارو گے تو اُس کا دروازہ رحمت کھُلا ہوا پاؤ گے

اعلانِ ربانی

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ

(سورۃ بقرہ پ ۲ ع ۷)

ترجمہ!۔ اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ جب وہ مجھے پکارتا ہے پھر چاہیئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔

حدیث شریف

میں آتا ہے کہ جب رمضان کا چاند افق مغرب سے ابھرتا ہے تو ایک اعلانچی جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور ہے تمام عالم اسلام میں اعلان عام کرتا ہے۔ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقۡصِرۡ اے گناہوں کا بے محابا ارتکاب کرنے والے اور دریائے معاصی میں غرق رہنے والے رُک جا۔ اب تو گردن جھکا لے۔ اب تو میری طرف متوجہ ہو۔ اب تو گناہوں سے باز آ جا۔ اور برائی سے ہاتھ کھینچ لے

یَا بَاغِیَ الۡخَیۡرِ اَقۡبِلۡ۔ اے نیکی کے طلب گار اور بھلائی کے متلاشی نیکی کی طرف دوڑ۔ میرے آستانۂ جمال کے در کھلے ہیں۔ رحمت کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ خیرات و حسنات کی فراوانی ہے۔ بھلائی اور بہتری کی تقسیم کا دور شروع ہے تو بھی آ۔ اور اس سے اپنا دامن بھر لے وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ ـــ اور اللہ کی طرف سے بہت سے لوگ دوزخ سے آزاد ہونے والے ہیں۔ جنت میں دیدار یار سے مشرف ہونے والے ہیں۔

بزرگانِ محترم

آخری عشرۂ رمضان کے متعلق بھی حدیث نبوی میں عِتۡقٌ مِّنَ النَّارِ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ یعنی آخری دس روز دوزخ سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ دوزخ سے صحیح معنوں میں آزادی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ میں گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں عرض کر چکا ہوں کہ رمضان المبارک کا چاند روزہ داروں کے لئے عظیم الشان بشارت اور بہت بڑی خوشخبری لے کر طلوع ہوتا ہے۔ اس کے پہلے عشرہ میں اللہ کی مہربانیوں رحمتوں، کرم گستریوں، اور اس کی نوازشوں کا نزول ہوتا ہے اور اللہ کے خوش بخت بندے اظہار عبودیت کر کے ان رحمتوں سے خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں دوسرے دہاکے میں اللہ کی بخشش اور مغفرت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ گناہوں کے عفو و درگذر کا اعلان کر دیا جاتا

ہے، روزہ دار اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی اور بخشش و مغفرت کے طلبگار..... ہوتے ہیں۔ اور اب جو عشرہ کل سے شروع ہونے والا ہے وہ ان دو عشروں کے کامیابی سے گزارنے کے نتیجے میں دوزخ سے آزادی اور جمال حبیب کی خوشخبری دینے والا ہے۔ جو شخص ان دس دنوں میں اللہ کی عبادت کرے گا، اعتکاف میں بیٹھے گا۔ لیلۃ القدر کی جستجو میں رات آنکھوں میں کاٹے گا۔ ذکر اللہ سے دل کو زندہ کرے گا، تلاوت آیاتِ قرآنیہ سے عشق خداوندی کے جذبے کو بیدار کرے گا دوزخ کی آگ سے نجات پائے گا

قرآن اور روزہ شفاعت کریں گے

عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَىْ رَبِّ اِنِّىْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِىْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ ــــ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رض کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان اور قرآن بندہ کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا یا اللہ میں نے اس کو سارا دن کھانے اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگنے سے روکے رکھا تو اب اس کے لئے میری سفارش قبول فرما اور اسے بخشش کی نعمت سے سرفراز فرما۔ قرآن کہے گا یا اللہ! میں نے اس شخص کو رات کے سونے سے روکے رکھا۔ اور یہ نیند چھوڑ کر تراویح اور تہجد میں میری تلاوت کرتا رہا تو آپ اس کی مغفرت کے لئے میری سفارش کو شرفِ قبولیت سے نواز ــــ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کے لئے ان دونوں (روزہ اور قرآن مجید) کی سفارش قبول کی جائیگی اور اس کو مغفرت کی نعمت عظمٰے سے مشرف کیا جائے گا ــــ

حاصل یہ نکلا

کہ رمضان کے روزے اور قرآن محشر کے دن بارگاہِ رب العزت میں اپنی قدر کرنے والوں کی سفارش کریں گے۔

محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رح کی نکتہ آفرینی

یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ قبر میں انسان کے سر کی جانب سے قرآن، دائیں جانب سے نماز بائیں جانب سے روزہ اور پاؤں کی طرف سے زکوٰۃ عذاب کی راہ میں آڑ بن جائیں گی تو اس کے متعلق محدث عصر حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ــــ

کہ قرآن چونکہ مالک الملک اور شہنشاہ حقیقی کا کلام ہے۔ فرامین خداوندی کا مجموعہ عزت و احترام کی چیز ہے تاج شاہی ہے اور تاج ہمیشہ سر کو زیب دیتا ہے اس لئے قرآن سر کی جانب سے عذاب کو ٹالے گا ــــ نماز مومن کی تلوار ہے اور تلوار ہمیشہ داہنے ہاتھ میں پکڑی جاتی ہے اس لئے نماز کو داہنی جانب رکھا گیا ــــ روزہ کو حدیث میں ڈھال کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ڈھال کا اصل مقام بایاں ہاتھ ہوتا ہے۔ مال چونکہ محنت و مشقت سے اور ٹانگیں توڑ کر کمایا جاتا ہے۔ پاؤں حرکت میں لاکر پیدا کیا جاتا ہے۔ اور اس لئے زکوٰۃ جو کہ مال سے ادا کی جاتی ہے اس کا محل بھی پاؤں کی طرف رکھا گیا وہ پاؤں کی جانب سے عذاب کو روکے گی پس اس حدیث کی روشنی میں بھی ثابت ہوا کہ رمضان المبارک اور قرآن نہ صرف دنیا و آخرت میں بلکہ قبر میں بھی کام آئیں گے۔

سب سے بڑی نعمت

بزرگانِ محترم! انسان کو اللہ جل شانہٗ نے بے بہا نعمتیں عطا کی ہیں۔ سر سے پاؤں تک یہ داخلی نعمتوں میں گھرا ہوا ہے اور فرش سے لے کر عرش خارجی نعمتیں اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ساری کائنات اس کے لئے مسخر کر دی گئی اور اس میں موجود ہر شے۔ ارشاد خداوندی هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا کی روشنی میں اسی کے لئے خلق ہوتی ہے ــــ دل زبان آنکھ کان، ناک سب اعضاء خداوند قدوس نے بن مانگے عطا کئے ہیں۔ لاتعداد انعامات سے اسے خالق کائنات نے سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن تمام انعامات میں سب سے بڑا انعام اور نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جو امت محمدیہ کو دی گئی قرآن عزیز ہے

دنیا کی کوئی دوسری کتاب اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ کوئی کتاب ہے۔ جو انسان کو اس کی ابتداء و انتہا کی خبر دے؟ لیکن قرآن عزیز بتاتا ہے کہ انسان کہاں سے آیا ہے؟ اس کی اصل کیا ہے؟ یہ کیوں آیا ہے؟ اس کے فرائض کیا ہیں۔ اس کے سپرد ڈیوٹی کیا ہوئی؟ اسے کہاں جانا ہے؟ اس کی منزل کیا ہے؟ یہ کامیاب و کامران کیونکر ہوگا۔ کن اعمال صالحہ کے نتیجے میں یہ ابدی راحت کا سزاوار ہوگا اور کن اعمال بد کی پاداش میں اُسے ہمیشہ کی ذلت و ناداری سے دوچار ہونا پڑے گا

پھر نہ صرف یہ کہ انسان کے متعلق یہ مذکورہ معلومات فراہم کرتا ہے بلکہ اپنے متعلق بھی تمام تفاصیل مہیا کرتا ہے۔ واشگاف الفاظ میں بول کر کہتا ہے۔ میں خداوند کریم کا نازل کردہ اور اللہ کا کلام ہوں۔ جبرائیل آمین کے توسط سے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہوں۔ ــــ پرہیز گاروں کے لئے ہدایت نامہ اور کائنات انسانی کے لئے جامع، مکمل، ہمہ گیر و ہر جہتی دستور العمل اور نظام زندگی میرے اندر موجود ہے۔

رمضان کے مہینے میں اور قدر کی رات میرا نزول ہوا، غرضیکہ اپنے تمام تفاصیل سے انسان کو آگاہ کرتا ہے۔

ملاحظہ ہو قرآن عزیز ــــ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ج وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ج مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝لا سَلٰمٌ قف ۝ هِىَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

(سورۃ القدر پ ۳۰)

ترجمہ: بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اُتارا ہے۔ اور آپ کو کیا معلوم شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر وہ صبح روشن ہونے تک سلامتی کی رات ہے۔

قرآن عزیز سے پہلے جتنی کتابیں اتاری گئی ہیں۔ کسی میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ ایسی کتاب لے کر آؤ۔ قرآن میں نہایت پر زور اور دائمی چیلنج تمام دنیا کو دیا گیا کہ تم کوشش ہو تو ایسا کلام بنا کر لاؤ ــــ فرمایا گیا ــــ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اعلان کر دو ــــ تمام عرب کے سامنے اہل مکہ کے سامنے ساری کائنات کے سامنے اگر تمام جنات، تمام انسان جمع ہو کر یہ کوشش کریں کہ ایسا کلام بنا کر لائیں جیسا کہ قرآن ہے۔ تو نہیں بنا سکیں گے۔ پھر

پورا قرآن نہ سہی، اس کا نصف اور اس کا ثلث بھی نہیں اس کی ایک چھوٹی سی سورۃ کے برابر تصنیف کر لائیں۔ لیکن یہ کبھی نہ لا سکیں گے۔ کتنا زوردار کلام ہے، کس زور کی تحدّی ہے اور وہ بھی ایک امّی کی زبان سے! اپنی عقل وحکمت، اپنے علوم وفنون اور اپنی فصاحت وبلاغت پر ناز رکھنے والوں کو کیا کیا جوش اس وقت بھی آیا ہوگا اور آج بھی اس علم وفن کے دور میں آرہا ہے

لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

سب بے بس اور عاجز اور قیامت تک اپنے عجز کا اظہار کرتے رہیں گے ——

تاریخ پر نظر دوڑائیے، واقعات کا جائزہ لیجئے تو یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آئے گی کہ ہر محاذ پر غیر مسلم مسلمانوں کے منہ آئے۔ دشمنوں نے مقابلے کئے، بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں۔ خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کئی غزوات میں شریک ہوئے۔ کافروں کو شکستوں پر شکستیں ہوئیں۔ بدر، حنین وخندق کے معرکے آج بھی مسلمانوں کے عزم واستقلال کے قصیدہ خواں اور ان کی شجاعت ومردانگی کے معترف ہیں اور غزوۂ خندق میں تو مشرکین عرب کی ایسی کمر ٹوٹی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آئندہ مدینہ پر چڑھائی کا نام بھی نہ لیں گے۔ یہ سب باتیں کفار برداشت کرتے رہے اور پھر مسلمانوں کے مقابلے پر آجاتے لیکن قرآن کا جواب ایک چھوٹی سی سورت بلکہ آیت تک کے برابر بھی نہ لا سکے ——

یہ قرآن کا بہت بڑا اعجاز ہے!

قرآن کریم

خداوند لایزال کا کلام ہے۔ خدا تعالےٰ اپنی ذات اور صفات میں بے نظیر ہے: بے مثل ہے لہٰذا اس کا کلام بھی بے نظیر و بے مثیل ہونا چاہیئے۔ اور ظاہر ہے جس شخص کو یہ کلام عطا کیا گیا وہ بھی خدا کے بعد بے نظیر، و بے مثیل ہوگا۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ خداوند قدوس کے بعد ساری مخلوق میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ثانی اور مثیل بھی کوئی موجود نہیں ہے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

رخ مصطفے ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

پھر جس امت پر یہ قرآن نازل ہوا وہ امت بھی تمام امتوں میں بے نظیر ہوئی

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

تم کو لوگوں کے لئے بہترین امت بنا کر بھیجا گیا۔ اور نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو

جس فرشتے کے ذریعہ نازل ہوا وہ فرشتوں میں بے نظیر

جس مہینہ میں نازل ہوا وہ مہینہ —— تمام مہینوں میں بے مثل اور بے نظیر اور جس رات یہ کلام نازل ہوا وہ رات تمام... راتوں میں بے مثل اور بے نظیر ٹھہری

کیا شان رحمت ہے کہ امت مسلمہ کو نزول قرآن کے صدقے میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کے باعث رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ایک ایسی رات نصیب ہوئی جو اپنی پرکیف ساعتوں کے باعث ہزار ماہ یعنی ۸۳ برس ۴ ماہ کی بہتر بہتر عبادتوں کے اجر وثواب کا خزانہ لٹا دیتی ہے کہاں ۸۳ برس ۴ ماہ کی طویل مدت اور کہاں صرف ایک رات کی چند ساعتیں۔

یہ امت مسلمہ پر اللہ رب العزت کا احسان خصوصی ہے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کہ پہلی امتوں کی عمریں بہت زیادہ تھیں کبیدہ خاطر تھے انہیں حسرت تھی کہ کاش وہ بھی ان جیسی لمبی عمریں رکھتے اور ان سے عبادت کی میں بازی لے جاتے۔ صحابہ کرام رضی عشق خداوند اور جذبۂ عبدیت سے اس درجہ سرشار تھے کہ انہیں یہ گوارا ہی نہ تھا کہ دوسری امتوں کے افراد عبادت میں ان سے سبقت لے جائیں۔ اور جب وہ بارگاہ رب العزت میں پیش ہوں تو کسی دوسری امت کے نامۂ اعمال میں ان سے زیادہ نیکیاں ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بارگاہ نبوی ؐ میں درخواست کی۔

یا رسول اللہ، ہماری عمروں کی انتہا ساٹھ یا ستر برس ہے۔ اور اس میں سے بھی تیسرا حصہ سونے میں گزر جاتا ہے، کچھ معاش کی تلاش میں صرف ہو جاتا ہے۔ کچھ بیماری وتساہل کی نذر ہو جاتا ہے، کچھ حوائج ضروریہ میں خرچ ہو جاتا ہے پھر عبادت میں ہم کیوں کر پہلی امتوں کے افراد کے برابر ہو سکیں گے۔ جن کی عبادت ہی ہزار ہزار ماہ کی ہے؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہ الفاظ سن کر دلگیر اور غمگین ہوئے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آپ کا رنج دور کرنے کے لئے سورۃ القدر نازل فرمائی اور فرمایا کہ اگرچہ آپ کی امت کی عمریں چھوٹی ہیں لیکن ہم نے ایک ایسی رات عنایت فرمادی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے۔

ابوبکر وراق رح فرماتے ہیں اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں مرتبے والی کتاب، مرتبہ والے فرشتہ کے ذریعے سے مرتبہ والی امت پر نازل ہوئی۔

لیلۃ القدر کے متعلق احادیث

عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ——

ترجمہ! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری دھاکے کی طاق راتوں میں تلاش کرو ——

نتیجہ

اس فرمان نبوی ؐ سے یہ معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں ۲۱ - ۲۳، ۲۵، ۲۷ یا ۲۹ میں ہی ہو گی۔

دوسری حدیث

عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ۔

ترجمہ!

حضرت عائشہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں، اتنی کوشش کرتے تھے کہ دوسرے عشروں میں اتنی کوشش نہیں کرتے تھے

اندازہ

اس آخری عشرہ میں اس قدر زیادہ عبادت میں کوشش کرنے سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں یہ چیز بلاشبہ متحقق تھی کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری دس دنوں میں ہوتی ہے

شب قدر جبرائیل علیہ السلام کا فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہونا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ

جبرئیل علیہ السلام فی لیلۃ من الملئکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزوجل فاذا کان یوم عیدھم یعنی یوم فطرھم باھی بھم ملئکتہ فقال یا ملئکتی ما جزاء اجیر وفی عملہ قالوا ربنا جزاءہ ان یوفی اجرہ قال ملئکتی عبیدی وامائی قضوا فریضتی علیھم ثم خرجوا یعجون الی الدعاء وعزتی وجلالی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لاجیبنھم فیقول ارجعوا قد غفرت لکم وبدلت سیاٰتکم حسنات قال فیرجعون مغفورا لھم ــــــ

ترجمہ!

انسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں ہر اس بندے کے لئے دعا کرتے ہیں۔ خواہ کھڑا ہونے والا ہو یا بیٹھنے والا ہو۔ جو اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر جس وقت ان کی عید کا دن ہوتا ہے۔ یعنی روزہ کے افطار کا دن ان آدمیوں کے باعث رجو رمضان میں خدا تعالٰے کو یاد کرنے والے تھے اپنے فرشتوں کے روبرو فخر کرتا ہے پھر کہتا ہے۔ اے میرے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ ہو۔ جس نے اپنا کام پورا کر دیا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب اس کی جزا یہ ہے کہ اس کی مزدوری ادا کر دی جائے۔ اللہ فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو! میرے بندوں اور لونڈیوں نے وہ فرض پورا کر دیا ہے — جو میری طرف سے ان پر تھا۔ پھر نکلے ہیں۔ اپنی آوازوں کو دعا میں بلند کر رہے ہیں۔ اور مجھے اپنی عزت اور عظمت اور اپنی سخاوت اور اپنی شان کی بلندی اور اپنے مقام کی بلندی کی قسم ہے۔ البتہ ضرور ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر فرماتا ہے لوٹ جاؤ ــــ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے آپ نے فرمایا۔ پھر لوگ، لوٹ کر آتے ہیں ایسے حال میں کہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں۔

ہمارا فرض ہے

کہ ہم اللہ جل شانہٗ کا کلام اس کے خدام ہونے کے باعث کائنات میں پھیلا دیں۔

محترم حضرات!

ساری برکات لیلۃ القدر کی نزول قرآن کے باعث ہیں —— حدیث شریف میں آتا ہے کہ دوسری آسمانی کتابیں، صحف ابراہیمی، تورات وانجیل سب کا نزول رمضان میں ہوا —— اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ قرآن کریم بھی رمضان میں نازل ہوا۔ چنانچہ اسی مہینہ اس کی سالگرہ منائی جاتی ہے، اس کی یاد تازہ کی جاتی ہے اور اس کو دوہرایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی مہینہ میں جبریل علیہ السلام سے ایک مرتبہ اس کا دور فرمایا کرتے تھے۔ لیکن عمر کے آخری سال میں آپ نے دو مرتبہ دور فرمایا

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ جن کے ہم مقلد ہیں۔ ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے اور رمضان کے اندر دن اور رات میں دو قرآن ختم کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور بہت سے اہل اللہ سے ایسا ہی منقول ہے

ہمیں بھی چاہیئے کہ آخری عشرہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کریں، قرآن کی تلاوت میں زیادہ وقت خرچ کریں اور اللہ کی رضا کا سرٹیفکیٹ یا تمغہ حاصل کریں

اللہ تعالٰے ہمیں اس کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

حدیث میں آتا ہے۔ جس نے قرآن حفظ کیا ہوگا اور وہ قرآن پر عمل کرتا ہوگا۔ اللہ تعالٰے اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اور فرمائے گا

رتل وارتق میرے بندے قرآن پڑھتا جا اور جنت کی سیڑھیوں پر چڑھتا جا۔ جہاں قرآن ختم ہوگا وہاں تیری محلسرا بنے گی

اللہ تعالٰے ہمیں اس کی توفیق دے کہ ہم بھی قرآن کو سینوں میں محفوظ کر سکیں

(آمین)

بیادگار شیخ التفسیر مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

شیخ عالم، قطب ملت، حق تعالیٰ کے ولی
وارث علم نبوت سیدی احمد علیؒ
عالمان دین قیم کے امیر کارواں
رحمت عالمؐ سے رکھتے تھے بڑی نسبت قوی
مطلع لاہور پر برسوں رہے جلوہ فگن
آفتاب علم و حکمت ماہ تاب آگہی
شیخ امروٹیؒ کے فیضان نظر کا شاہکار
مشعل راہ ہدیٰ جن کی تھی ساری زندگی
گلشن دین پور کی رنگینی فصل بہار
جان ارباب بصیرت قاسم فیض نبیؐ
مکتب فکر ولی اللہ کا وہ خوشہ چیں
عظمت اخیار کا عارف نشان آخری
وہ چہیتا حضرت سندھی" عبید اللہ کا
خاص شفقت کی نظر جس پر تھی شیخ الہند کی
حضرت مدنیؒ وانور شاہ کا وہ دست راس
اہل حق میں جن کی قائم آج تک ہے برتری
حق کی خاطر جو رہا سینہ سپر ہر حال میں
جس سے پائندہ رہی رسم وفائے بوسفی
دور میں اپنے رہا سر تاج بزم اولیا
زہد و تقویٰ میں کٹی جس کی مثالی زندگی
جان و دل سے جانثار سید کونینؐ تھا
حلقۂ عشاق کی زیبا اُسے تھی سروری
صدق دل سے قدر داں تھا عارف گنگوہ کا
اس کا مسلک تھا یقیناً مسلک نانوتوی
جس کو حق نے پسر بھی بخشا حبیب اللہ سا
اسم جس کا با مسمیٰ پاک جس کی زندگی
حضرت انور ہوئے ہیں بعد اُن کے جانشیں
وارث علم و فیوض حضرت احمد علی
عصر حاضر میں وہ اک اسلاف کی تصویر ہے
اہل حق کے واسطے وہ مطلع تنویر ہے

محمود احمد عارف ہوشیاری خازن جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت
شیخ التفسیر
رحمۃ اللہ علیہ
کا

درس حکمت ولی اللٰہی

محمد مقبول عالم بی اے لاہور

حضرت شیخ التفسیر سیدنا و مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا درس قرآن حکیم برائے عوام و برائے علماء کرام ایک مشہور و معروف چیز ہے۔ درس قرآن برائے عوام ہر روز صبح ہوتا تھا۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ حضرات اپنی اپنی استعداد کے مطابق مستفید ہوتے تھے۔ درس قرآن برائے علماء کرام ہر سال رمضان شریف میں شروع ہوتا تھا اور تین ماہ تک جاری رہتا تھا۔ یعنی ذیقعدہ میں ختم ہوتا۔ علمائے کرام کا امتحان لیا جاتا جو پاس ہو جاتے انہیں سند دی جاتی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ درس کئی سال تک جاری رہے۔ اور ان سے بیشمار حضرات مستفید ہوتے رہے۔ ان میں سے جو حضرات اعلیٰ استعداد کے مالک ہوتے انہیں حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بلند پایہ اور بے نظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" بھی پڑھائی جاتی۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے فلسفہ شریعت اسلامیہ بیان فرمایا ہے اور حکمت اسلامیہ کو منضبط کیا ہے۔ اس سے ایک تو احکام شرعیہ کی حکمتوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور دوسرے وہ بصیرت ملتی ہے اور ان قواعد کا پتہ لگتا ہے، جنہیں پیش نظر رکھ کر موجودہ صنعتی اجتماعی دور کے نئے نئے اور پیچیدہ مسائل کے متعلق صحیح اجتہاد کیا جا سکتا ہے لیکن اس کتاب کے مطالب کو سمجھنے کے لئے پہلے علوم دینیہ کی تحصیل ضروری ہے اور عربی زبان سے خوب اچھی طرح واقف ہونا لازم ہے یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب صرف چند خاص حضرات ہی کو پڑھائی گئی۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے ماہر استاد کے بغیر حل بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس کتاب کو ماہر علوم ولی اللٰہی امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی نوّر اللہ مرقدہٗ سے ان کے کابل ہجرت کرنے سے پہلے پڑھا تھا اور انہوں نے اپنے استاد گرامی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا تھا۔ یہ سلسلہ حضرت شاہ صاحب تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی سے اس کی سند یوں بیان کی جاتی ہے:

عن عبید اللہ بن الاسلام قال اخبرنا شیخ الھند مولانا محمود حسن الدیوبندی عن حکیم عصرہٖ مولانا محمد قاسم الدیوبندی عن الشیخ عبد الغنی الدھلوی عن الصدر الحمید مولانا محمد اسحاق الدھلوی عن جدہ الامام عبد العزیز الدھلوی عن ابیہ الامام ولی اللہ بن عبد الرحیم الدھلوی بکتابہ "حجۃ اللہ البالغۃ"۔

ہم چند دوست حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا درس عام و خاص ایک عرصہ سے سنتے آئے تھے اور حضرت نے ہمیں بکمال مہربانی مشکوٰۃ شریف کے درس سے بھی نوازا۔ پھر ہم سب نے درخواست کی کہ ہمیں "حجۃ اللہ البالغہ" بھی پڑھائی جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت سے ہماری درخواست منظور فرمائی اور فرمایا کہ اگرچہ تم نے باقاعدہ علمائے کرام کا نصاب نہیں پڑھا اور عربی زبان کی بھی بہت زیادہ مہارت نہیں رکھتے۔ لیکن چونکہ تم نے میرا درس قرآن کئی سال سے سنا ہے اور حضرت شاہ صاحب کے افکار سے کچھ حد تک تم واقف ہو چکے ہو۔ اور پھر تم سب گریجویٹ ہو۔ اس لئے عربی عبارتوں کا ترجمہ میں کر دیا کرونگا اور مطالب سمجھا دیا کروں گا۔ ان مطالب کا سمجھنا تمہارے لئے مشکل نہیں ہوگا چنانچہ ہم سب نے کتابوں کا بندوبست کیا کچھ نسخے دہلی سے منگوائے جو مصر کے چھپے ہوئے تھے۔ ایک نسخہ کم تھا۔ اس لئے قرعہ اندازی ہوئی۔ راقم الحروف کے نام قرعہ نکلا اور اسے بھی ایک نسخہ مل گیا۔ اور اسے اتنی خوشی ہوئی۔ کہ کبھی کسی قیمتی سے قیمتی شئے کے ملنے سے بھی نہ ہوئی تھی۔ خدا کا شکر ادا کیا۔

ہماری اس جماعت میں تقریباً گیارہ حضرات شامل ہوئے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم فاضل دیوبند خلف اکبر حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔
۳۔ چوہدری عبدالرحمان خاں صاحب ایم اے ایل ایل بی۔
۴۔ مولانا بشیر احمد صاحب بی اے۔
۵۔ چوہدری عطاء اللہ خاں صاحب بی اے
۶۔ حافظ فضل الٰہی صاحب ایم اے
۷۔ مولانا غازی خدا بخش صاحب منشی فاضل
۸۔ مولانا عبدالعزیز مرحوم مالک الہلال بک ایجنسی۔
۹۔ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب ایم بی بی ایس بی ڈی ایس۔
۱۰۔ مولانا سیف الدین بہاری صاحب فاضل امروہہ۔
۱۱۔ راقم الحروف د محمد مقبول عالم بی اے منشی فاضل۔

حجۃ اللہ البالغہ کا یہ درس ۲۷ جنوری ۱۹۴۰ء کو شروع ہوا۔ اس سے پہلے مشکوٰۃ شریف کا درس ہم ۱۶ جولائی ۱۹۳۸ء کو شروع کر چکے تھے اور وہ درس ہنوز جاری تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ پہلے ہم قرآن حکیم کا درس عام سنتے۔ پھر مشکوٰۃ شریف پڑھتے۔ اور پھر حجۃ اللہ البالغہ کا درس ہوتا۔ مشکوٰۃ شریف کا درس ۲۰ مئی ۱۹۴۳ء کو ختم ہوا۔ اور ہم اس سے ذرا پہلے ۲۶ اپریل ۱۹۴۳ء کو حضرت شاہ صاحب کی ایک فارسی کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" شروع کر چکے تھے۔ یہ کتاب ۸ اپریل ۱۹۴۵ء کو ختم ہوئی لیکن ان کے ساتھ حجۃ اللہ البالغہ کا درس بھی جاری رہا۔ اور اس کی پہلی جلد ۲۱ جنوری ۱۹۴۵ء کو ختم ہوئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "میں عموماً پہلی جلد ہی پڑھاتا رہا ہوں حکمت ولی اللٰہی کے قواعد کلیہ کا بیان اسی جلد میں ہے۔ دوسری جلد میں مشکوٰۃ شریف کی حدیثیں ہیں۔ اور ان کی تشریح ان قواعد کلیہ کی روشنی میں کی ہے۔"

ہم نے عرض کیا کہ ہمیں دوسری جلد بھی پڑھائی جائے۔

حضرت رحمۃ اللہ نے ازراہِ عنایت ہماری

درخواست قبول فرمالی۔ اور ہم نے دوسری جلد شروع کر لی۔ یہ سلسلہ ۱۵ر جنوری ۴۷ء تک جاری رہا۔ اگرچہ ابتدا میں ہماری جماعت کی تعداد خاصی تھی لیکن بعض حضرات اس درس کو جاری نہ رکھ سکے۔ اور بعض بے قاعدگی سے آتے رہے۔ لیکن پھر بھی چھ سات حضرات آخر وقت تک باقاعدگی سے درس میں شامل رہے۔

راقم الحروف کا قاعدہ تھا کہ درسوں کے باقاعدہ نوٹ لیتا اور انہیں ایک جلد میں جمع کرتا جاتا۔ اسی طرح اور حضرات بھی کرتے تھے۔ بعض صرف کتاب پر معانی لکھنے ہی پر اکتفا کرتے تھے۔

ہمارا یہ درس جاری تھا کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ جو ۱۹۳۹ء میں واپس وطن آ چکے تھے ایک دفعہ لاہور تشریف لائے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی بلکہ اخبارات میں اعلان شائع کروایا کہ اگر کوئی چاہے تو ان سے "حجۃ اللہ البالغہ" کے مطالب سمجھ سکتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے کوئی شخص بھی اس شوق کو لے کر حاضر نہ ہوا۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے مسلمانوں کی اس بے حسی پر بڑا افسوس کیا۔ اور انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا، کہ اپنی "حجۃ اللہ البالغہ" کی جماعت میں سے دو آدمی ایسے دو جو بہت ذہین ہوں۔ تاکہ میں انہیں اس کتاب کے مطالب سمجھا دوں اور اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب کی دوسری کتابوں کے فکر اور فلسفہ سے بھی واقف کرا دوں۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا بشیر احمد صاحب بی اے، اور مولانا غازی خدابخش صاحب کو (جو ان دنوں اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ میں ٹیچر لگے ہوئے تھے) منتخب فرمایا اور انہیں فرمایا کہ تم مولانا سندھیؒ کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ تمہیں دیں لے لو۔ اور ان کے بحر علم و حکمت سے خوب سیر ہو کر پیو۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے حضرت مولانا سندھی کی صحبت اختیار کی اور ان سے حجۃ اللہ البالغہ، بدور بازغہ، تفہیمات الٰہیہ سطعات اور دیگر کتابوں کے مطالب سمجھے رفیق محترم مولانا بشیر احمد صاحب کو ان کی صحبت اتنی پسند آئی کہ بالآخر انہوں نے اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ کی ملازمت سے استعفےٰ دے دیا۔ اور حضرت مولانا سندھیؒ کی پوری مصاحبت اختیار کی۔ بلکہ ان کے معتمد خصوصی کی حیثیت سے ان کے ساتھ آخر وقت تک کام کرتے رہے۔ رفیق مکرم موصوف بڑے زود نویس ہیں۔ ان کا قاعدہ تھا کہ حضرت مولانا سندھی املا کراتے۔ اور وہ لکھتے چلے جاتے۔ ان کتابوں کے مطالب کے علاوہ کئی اہم مقالات بھی لکھوائے جن میں مسائل حاضرہ پر خوب بحث کی ہے۔ اکثر قرآنی سورتوں کے مطالب بھی لکھوائے۔ یہ سارا مواد "امالی عبیدیہ" کے نام سے پانچ موٹی موٹی جلدوں میں جو کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ رفیق مکرم مولانا بشیر احمد صاحب (۲۲۳ این سمن آباد لاہور) کے پاس محفوظ ہے۔ بعض حصے وقتاً فوقتاً مختلف رسالوں میں شائع کئے جا چکے ہیں اور اکثر قرآن کی سورتیں مثلاً سورۃ مزمل و مدثر، سورہ فتح، سورہ محمد، سورہ عصر، سورہ اخلاص و معوذتین بھی کتابی صورت میں شائع کی جا چکی ہیں۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کا وصال ۲۲۔ اگست ۱۹۴۴ء کو ہوا تو مولانا بشیر احمد صاحب اور مولانا خدابخش صاحب پھر ہمارے درس "حجۃ اللہ البالغہ" میں شامل ہو گئے۔ اور اس طرح ہم جنوری ۴۷ء تک حکمت ولی اللّٰہی کے اس چشمہ صافی سے سیراب ہوتے رہے۔ اس کے بعد ملکی حالات خراب ہونے شروع ہو گئے اور فسادات کا زمانہ آ گیا۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خرابی صحت اور دیگر مشغولیات کے پیش نظر یہ درس جاری نہ رہ سکا۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی نے اپنے آخری سال وفات میں ایک سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام "ولی اللہ سوسائٹی" تجویز کیا تاکہ حضرت شاہ صاحب کے فکر اور فلسفہ کی تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں میں اشاعت کی جائے اور وہ اس فلسفہ سے آگاہ ہو کر قومی و ملی ترقی کے لئے کامیاب جدّ و جہد کر سکیں اور اس کے ساتھ وہ یورپ کے اشتراکی یا سرمایہ دارانہ فلسفے سے مرعوب و مشوش نہ ہوں۔ چنانچہ انہوں نے مولانا غازی خدابخش صاحب کو اس سوسائٹی کا صدر بنایا اور مولانا بشیر احمد صاحب کو سیکرٹری مقرر کیا۔ راقم الحروف بھی بعد میں ان سے مل گیا۔ اس سوسائٹی نے مذکورہ بالا سورتوں کی تفاسیر شائع کیں۔ حجۃ اللہ البالغہ کے مبحث اول و دوم کی تشریح شائع کی۔ اور مبحث سوم "مبحث اتفاقات" کا انگریزی ترجمہ اپنے رسالے "نیو تھاٹ" میں شائع کیا۔ چنانچہ آگے مبحث چہارم "مبحث سعادت" کا ترجمہ کرنا مقصود تھا تو ہم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۶۱ء میں پھر درخواست کی کہ حجۃ اللہ البالغہ کے اعادہ کے لئے ہمیں موقعہ دیا جائے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ وقت بالکل نہیں ہے۔ لیکن ہمارے اصرار پر انہوں نے ہفتہ میں ایک بار بدھ کا دن مقرر فرمایا۔ کہ درس عام کے بعد آ جایا کرو۔ چنانچہ اس درس میں مولانا بشیر احمد صاحب، مولانا غازی خدابخش صاحب، چوہدری عطاء اللہ خاں صاحب، مولانا محمد اسحاق صاحب فاضل دیوبند اور راقم الحروف شامل ہوئے۔ اور ہم نے ۱۹ر اکتوبر ۱۹۶۰ء کو مبحث چہارم "مبحث سعادت" پڑھنا شروع کر دیا۔ اس مبحث میں سات ابواب ہیں جنہیں ہم نے ۲۰ر ستمبر ۱۹۶۱ء کو ختم کر لیا۔ پہلے دو ابواب کا ترجمہ جو انہوں نے خود لکھوایا تھا صاف کر کے دکھا لیا گیا اور اس پر انہوں نے اپنے دستخط کر دیئے۔ پھر مبحث پنجم "مبحث بروالاثم" شروع کر لیا اور ہم اس کے تیسرے باب میں پہنچ گئے۔ ہمارا آخری درس ۳۱ر جنوری ۶۲ء بروز بدھ ہوا۔ پھر رمضان شریف کی ابتدا ۷ر فروری ۱۹۶۲ء بروز بدھ سے ہو گئی۔ جب ہم اس دن حسب معمول حاضر ہوئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ اب علمائے کرام آ چکے ہیں اور درس خاص شروع ہونے والا ہے۔ یہ سلسلہ تین ماہ تک جاری رہے گا۔ اس لئے آپ اس کے بعد تشریف لائیں۔

لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا، کہ ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ر فروری ۱۹۶۲ء بروز جمعہ سفر آخرت درپیش آ گیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اور ہم ان کی دائمی مفارقت پر آنسو بہاتے ہی رہ گئے۔ کہ پھر کبھی وہ درس حکمت ولی اللّٰہی نصیب نہیں ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کمال شفقت تھی کہ ہمیں درس عام سے اٹھ کر اپنے حجرہ خاص میں لے جاتے۔ اور وہاں دروازہ بند کر کے درس دیتے۔ فرماتے تھے کہ یہ کتاب ایسی نہیں ہے کہ عام لوگوں میں بیٹھ کر پڑھی اور پڑھائی جا سکے۔ اور فرمایا کہ ہمیں بھی حضرت مولانا عبیداللہ سندھی جنگل میں لے جا کر پڑھایا کرتے تھے۔ ایک میں تھا اور دوسرا ایک بلوچی مولوی۔ وہ فوت ہو گیا ہے۔

حضرت کے وصال کے بعد علمائے کرام کے درس خاص کی تکمیل کا بوجھ حضرت مولاناؒ کے جانشین مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم کے کندھوں پر پڑا۔ اور انہوں نے میعاد

(باقی برصفحہ)

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

حضرت شیخؒ کا توکل

کیپٹن غازی خدا بخش صاحب لاہور

عملی پہلو !

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا عملی پہلو سب سے نمایاں پہلو ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی کریں تو ہمیں متعدد رہنما ایسے نظر آئیں گے، جنہوں نے شاندار نظریئے پیش کئے زریں اقوال کے بیش بہا موتی لنڈھائے لیکن ان کی اپنی زندگی یکسر کردار سے خالی رہی۔

حضرتؒ نے تمام عمر کا سرمایہ تعلیم و تدریس قرآن عزیز میں صرف کر دیا اور قرآنی احکام پر ہی عمل پیرا رہے۔ قرآن عزیز نے سکھایا: اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ — (المومن ع ۷) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین کے آگے سر جھکاؤں۔

حضرتؒ نے فرمان خداوندی کے مطابق اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جابر سے جابر اور ظالم سے ظالم حاکم کے خلاف شرع حکم کے سامنے کبھی سر تسلیم خم نہ کیا۔ بلکہ ہمیشہ اللہ جل شانہ کے حکم کے آگے سر جھکایا۔ آپ کے ورود لاہور پر ہی غور کریں کہ دہلی سے گرفتار کر کے آپ کو لاہور لایا گیا۔ پاؤں بیڑی سے فگار ہیں تو ہاتھ ہتھکڑی سے زخم دار ہیں۔ لیکن کافر حاکم کی اطاعت کے انکار کا سودا سر میں سمایا ہوا ہے۔ اور یہ حالت وقتی نہیں بلکہ تا حین حیات مخالف اسلام انگریز کی دشمنی کا ثبوت دیتے رہے۔ قید و بند کے مصائب و آلام جھیلتے رہے لیکن کتمان حق کو کبھی اپنا شیوہ نہ بنایا۔ اسلام کے نام لیواؤں نے ذاتی ایذائیں پہنچائیں تو کوئی انتقام نہ لیا لیکن اسلام دشمنوں کے مقابلے میں کبھی مہر سکوت بدہن نہیں ہوئے۔ بعض اوقات اپنوں کی تکلیف سے ہم بلبلا اٹھے کہ حضرت! ہمیں بھی جواب کی اجازت دیجئے۔ لیکن حضرت نے فوراً روک دیا اور صبر کی تلقین کی، چنانچہ تعمیل حکم میں ہم خاموش ہو گئے۔

حضرتؒ خود اسیر فرنگ ہو جاتے، اور اعلان حق سے کبھی باز نہ آتے۔ حق کہتے اور باآواز بلند کہتے، کبھی ڈھکی چھپی نہ رکھتے، کہتے اور علانیہ کہتے۔ اسے کہتے ہیں قول کے مطابق فعل۔ اسے کہتے ہیں قال کے ساتھ حال۔ تعلیم قرآن کے ذریعہ انگریز کی غلامی کا جوا اتارنے میں اپنے مربی اور استاد حضرت مولانا سندھیؒ کو سرگرداں دیکھا تو پھر ہی کہا ؎

از غلامے لذت ایماں مجو
گرچہ باشد حافظ قرآں مجو

یہ تھا صبغۃ اللہ، یہ تھا اللہ کا رنگ جو حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ پر چڑھا ہوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا رنگ ایسا چڑھایا تھا کہ انگریز کی غلامی کا جوا اتارنے میں اپنی زندگی میں کامیاب ہو کر گئے۔ اور گئے تو ایسے گئے کہ اب بھی اللہ کے بندوں کو ان کی قبر کی مٹی سے اسلام دوستی کی خوشبو آ رہی ہے چنانچہ بعض جاہلوں نے تو قبر سے مٹی لیجانی شروع کر دی۔

حضرتؒ کے عقیدتمند حضرت کی قبر سے مٹی نہ لے جائیں بلکہ حضرتؒ نے جو قرآنی تعلیم عمر بھر دی اسے دل میں جگہ دیں اور کردار کے غازی بنیں محض گفتار کے غازی نہ رہیں انگریزی تہذیب کے غلام نہ بنیں بلکہ ان کی اسلام دشمنی کے مقابلے میں اپنی صحیح اسلام دوستی کا ثبوت بہم پہنچائیں۔ آئیں! اٹھیں اور ہمت سے کام لیں۔ نمونہ آپ کے سامنے ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ...... الآیۃ ...... تمہارے لئے سید المرسلین آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بہتر نمونہ ہے۔ بنظر غائر دیکھیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد کیا تحریر فرماتے ہیں وہ صرف سورہ الصف کی آیہ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

ترجمہ: "وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔"

بھائیو! کتنا بلند مقصد ہے کہ تمام ادیان باطلہ پر فقط دین اسلام کو غالب کرے۔ چنانچہ آیہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ رہبر کامل اور آپ کی جماعت صحابہ کرامؓ نے مل کر سعی کی، ہاں سعی اتم کی۔ چنانچہ نہ کسریٰ رہا نہ قیصر رہا۔ اس وقت نہ کوئی کیمبرج اور نہ کوئی آکسفورڈ یونیورسٹی تھی۔ اگر یونیورسٹی تھی تو مسجد نبویؐ تھی۔ اور کوئی کورس تھا تو صرف کتاب اللہ قرآن مجید تھا۔ اس تمام سعی میں رہنما اور اس کے ساتھیوں کی نظر کبھی اپنے بازو کے کس بل پر نہ پڑی بلکہ آیہ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (التغابن ع ۲)

ترجمہ: "اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی پر ایمانداروں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔"

دوستو! سب کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ مکے سے مدینے کا سفر درپیش ہے۔ کیوں جان بچانے کے لئے۔ نہیں نہیں۔ توحید کا جو پودا لگایا تھا مدینہ پہنچ کر اس کی آبیاری کرنا تھی۔ توکل کی یہ شان تھی پہلی ہی منزل پر غار ثور میں اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں چنانچہ یار غار سے فرماتے ہیں:

"لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔" (التوبہ ع ۶)

ترجمہ: "تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ دیکھئے طبعیت میں کتنا سکون ہے۔ کتنی طمانیت ہے کہ پورا توکل اللہ پر ہے۔

۱۹۴۸ء کی جنگ کشمیر کا ایک واقعہ عرض کر دیں تو توکل کا موضوع جو حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے سکھایا تھا اس سے دور نہ ہوں گے۔ پونچھ کے پہاڑ ہیں پیر بڈھیسر کے قلۂ کوہ سے ہندوستانی فوج کے او۔پی نے دیکھا کہ خچریں آزاد فوج کا راشن لا رہی ہیں چنانچہ مارٹر کے سولہ گولے پھینکوائے۔ ہم پہاڑ کے دامن میں محمود خاں آزاد کمانڈر کی چند کمپنیوں کو جمع کر کے قرآنی جہاد پر تقریر کر رہے ہیں۔ سر کے اوپر سے جب پہلا بم گزرا تو اپنے سپاہیوں میں کچھ پریشانی محسوس کی۔ للکار کر وہی آیت پڑھی

"لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔"

فوجی مطمئن ہو گئے اور تقریر جاری رکھی۔ شام کے بعد جب راشن سٹور میں گئے تو دیکھا کہ گیارہ بم کھیتوں میں پڑے ہیں۔ پانچ بم جو سٹور کی عمارت کو لگے ان سے صرف ایک چارپائی ٹوٹی باقی تمام سپاہی صحیح سلامت، اللہ اللہ جب اللہ کی معیت ہو تو پھر نقصان اور غم کیا۔ سب کا حوصلہ بڑھ گیا اور جم کر مقابلہ کیا۔

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں توکل کے بیسیوں واقعات پیش کئے

جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کے توکل کے ایک دو واقعات ہی کافی و شافی ہیں۔ مجلس ذکر میں فرمایا کرتے تھے ؎

قال را بگذار بگر بسوئے حال
بر اشهد تو خنده زند اسهد بلال

لاہور کی زندگی کے ابتدائی ایام میں گرمی کا موسم ہے اور حضرتؒ بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹر کو لایا گیا تو اس نے گھر کے اثاثے کا جائزہ جو لیا تو چند مٹی کے برتن پائے اور وہ بھی خالی تھے۔ تہبند اوپر اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں مکان کی تنگی کی وجہ سے ضیق النفس کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب معائنہ کرنے کے بعد باہر آئے اور ہمیں کوسنا شروع کیا کہ اتنے جیّد عالم اور ان کے گھر کی یہ حالت۔ ہوش کریں فوراً مکان پہلے تبدیل کریں ایک یہ حالت تھی اور ایک ایسا وقت بھی آیا کہ مع اہل و عیال تیرہ بار مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو تشریف لے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ واپس آکر فرمایا کہ اس دفعہ نو ہزار روپیہ صرف ہوا ہے اور عزیز حبیب اللہ کی خاطرداری اور تواضع اس کے علاوہ ہے۔ یہ ہے نتیجہ! توکل کرنے والا جب صحیح توکل اختیار کرتے ہوئے صبر کرتا ہے تو پھر اللہ ساتھ ہو جاتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ؕ

اللہ کی معیت ہو تو پھر یوں چھپر پھاڑ کر دیتا ہے کہ کسی امیر رئیس کو اتنی دفعہ حجاز مقدس جانا میسر نہیں آتا جتنی دفعہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو مع اہل و عیال ہوائی جہاز میں لے گیا۔

دوسرا واقعہ سنئے!

راقم آثم اور مولانا عبید اللہ انور موجودہ امیر انجمن کو خیال آیا کہ حضرت نے مسجدیں تو کئی بنا دیں لیکن اس وقت ان کے مرمت فنڈ میں قلت ہے۔ دونوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ اور جمعہ میں اپیل کی درخواست کی۔ فرمایا:

"میرے کام تو سب توکل پر چلتے ہیں پچھلے دنوں اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کو بھیجا انہوں نے کہا ہم کچھ رقم اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتے ہیں ان سے کہا گیا کہ انجمن خدام الدین عکسی قرآن عزیز چھپوانا چاہتی ہے اس کی آمدنی میں نہ کوئی میرا حصہ ہے، نہ میرے بچوں کا۔ لہٰذا یہی اس وقت کار خیر سامنے ہے آپ چھپوا دیں انہوں نے کہا کیا اندازہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا اندازہ لگوا دیا جائے گا چند دنوں کے بعد وہ دونوں حضرات پھر آئے اور عرض کیا "کیا اندازہ ہے" حضرت نے فرمایا" پچاس ہزار روپیہ۔ کا اندازہ پریس والوں نے لگایا ہے"۔ چنانچہ انہوں نے پچاس ہزار روپیہ پیش کر دیا۔ بیٹو! میں کوئی اپیل نہیں کرتا میرے کام تو اسی طرح توکل پر چلتے ہیں"۔

اب اسی عکسی قرآن عزیز پر قریباً ایک لاکھ روپیہ صرف ہو کر شائع ہوا ہے۔

دوستو! حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن عزیز کی سورۂ انفال سے قانونِ جنگ کی پہلی دفعہ یہ پڑھائی تھی۔ آیہ:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ ؕ"

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم کافروں سے میدان جنگ میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھیرو"۔

چنانچہ تعمیل قرآن کے ذریعہ جو جہاد کفر و شرک، الحاد و زندقہ کے خلاف شروع کیا وہ ۱۶ رمضان المبارک تک جاری رکھا۔ آپ نے فارغ التحصیل علماء کرام کو دوسرا پارہ شروع کرایا تھا۔ ۱۷ رمضان المبارک کو یوم تعطیل تھا جمعۃ المبارک تھا کہ اعلیٰ علیین کو سدھار گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

یہ تھا جہاد کا حق ادا کرنا کہ فرصت کے آخری دن تک باطل کے خلاف بنیان مرصوص بن کر قرآن عزیز ہاتھ میں لئے کھڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھر دے۔

آمین ثم آمین



دینٔ کا روشن دیا

عالمِ دینِ خدا تھے حضرتِ احمد علیؒ — ہادیٔ راہِ ہدیٰ تھے حضرتِ احمد علیؒ
اہلِ حق کے ہم نوا تھے حضرتِ احمد علیؒ — اہلِ بدعت سے خفا تھے حضرتِ احمد علیؒ
خدمتِ دینِ نبیؐ میں عمر ساری گزار — دینِ قیم پر فدا تھے حضرتِ احمد علیؒ
آفتابِ علم تھے جو عصرِ نو میں بالیقیں — وہ سراپا باصفا تھے حضرتِ احمد علیؒ
رات دن جس نے دیا ہم کو سبق توحید کا — وہ مجسم باوفا تھے حضرتِ احمد علیؒ
کیوں نہ ان کی ذات پر ملت کو فخر و ناز ہو — عاشقِ ربّ العلا تھے حضرتِ احمد علیؒ
جو بھی آیا ان کی صحبت میں یہی اس نے کہا — نیک، مخلص پیشوا تھے حضرتِ احمد علیؒ
کفر کی تاریکیوں میں بالیقیں اس دور میں — دین کا روشن دیا تھے حضرتِ احمد علیؒ

کیوں نہ انورؔ اس لحد کی خاک عنبر بیز ہو
بندۂ حق باخدا تھے حضرتِ احمد علیؒ

حافظ انور محمد انورؔ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ ونوّر اللہ مرقدہٗ

اور

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد المدنی قدس سرہٗ

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب امیر جامعہ مدنیہ لاہور و خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں متعدد بار حاضری ہوئی۔ اور ہر مرتبہ آپ کی مجلس میں یہی محسوس ہوا کہ جیسے حضرت مدنی قدس سرہٗ کی دُوری بلکہ وفات نے بھی اُن کی محبت میں کوئی فرق نہیں پیدا کیا۔ حالانکہ یہ دونوں ہی چیزیں جذبۂ محبت کو سرد کرنے والی ہوتی ہیں۔ بقول شاعر ؎

طبیعت کو ہوگا قلق چند روز
سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گی

ایک مرتبہ حاضری ہوئی تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت مدنی رح کا ایک مکتوب ہے۔ جو میرے لئے ذریعۂ نجات ہے۔ یہ فرمانے کے بعد ایک چوکھٹہ میں جڑا ہوا مکتوب لائے۔ ایک تمہیدی تقریر فرمائی۔ کہ کامل وہ ہوتا ہے جو تحریر دیکھ کر ہی دل کے حالات معلوم کرے۔ میں نے تقسیم ہند کے بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا کہ ہم بہت دور ہو گئے ہیں۔ جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے یہ مکتوب تحریر فرمایا۔ جسے میں ذخیرۂ آخرت سمجھتا ہوں۔

مکتوب کا متن تو مجھے مستحضر نہیں رہا البتہ یہ مفہوم یاد ہے کہ جواب میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پر اثر الفاظ میں تشفی دی۔ کہ محترما! ہمارا تعلق جسمانی قرب و بعد پر منحصر نہیں ہے۔ یہ ایسا تعلق ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ہم سب ہی حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے دریوزہ گر اور خواجہ تاش ہیں"۔

۱۔ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے خط میں ایسا تاثر ظاہر نہیں کیا تھا۔ لیکن حضرت مدنی (قدس سرہٗ) کامل تھے۔ اس لئے میری قلبی کیفیت ان پر منعکس ہوئی۔ کہ میں نے اگرچہ الفاظ ایسے نہیں لکھے تھے۔ لیکن لکھتے وقت مجھ پر رقت کا عالم تھا۔ حضرت مدنی رح نے جواب میں میری قلبی کیفیت کا خیال فرمایا۔ اور یہی شیخ کا کمال ہے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق محض لوجہ اللہ تھا۔ اور یہ تعلق بھی شریعت میں نہایت پسندیدہ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ این المتحابون لجلالی۔ الیوم اظلھم فی ظلّی۔ یومَ لا ظلَّ الا ظلّی۔

یعنی قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ وُہ لوگ کہاں ہیں کہ جو میری (اور میرے دین کی) عظمت کی خاطر آپس میں محبت رکھتے تھے آج میں انہیں اپنے سایہ (رحمت) میں جگہ دوں گا۔ جس دن بجز میرے سایہ کے کوئی سایہ نہیں۔

یہ کتنی بڑی بشارت ہے کہ جس کے مستحق ہمیں حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ نظر آ رہے ہیں۔

۲۔ حضرت رح نے فرمایا کہ مَیں ایسے ہی نہیں بلکہ علی وجہ البصیرت کہتا ہوں۔ کہ روئے زمین پر حضرت مدنی قدس سرہٗ جیسی کوئی دوسری جامع و بلند پایہ شخصیت موجود نہیں ہے۔ فرمایا کہ مجھے حضرت مدنی رح کے سامنے گھنٹوں بھی اگر بیٹھنا ہوتا تو ہمیشہ دو زانو بیٹھا کرتا تھا۔ اور میں نے یہ خواہش کی کہ میری ڈاڑھی کے بال حضرت رح کی مبارک جوتیوں میں سی دئے جائیں"۔

اس سے جہاں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی بلندیٔ مقام ظاہر ہوتی ہے وہاں حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ کی غایت درجہ تواضع و انکساری بھی ظاہر ہوتی ہے۔ آج کل مرید اپنے شیخ سے اتنی عقیدت رکھتے نظر نہیں آتے۔ چہ جائیکہ ایک شیخ کامل دوسرے شیخ کامل سے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے برسر منبر فرمایا کہ یا ایھا الناس تواضعو فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تواضع للہ رفعہ اللہ (اوکما قال) اے لوگو! تواضع اختیار کرو کیونکہ مَیں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کو خوش کرنے کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلندی نصیب فرماتا ہے۔

کیا ٹھکانا ہے اس عظمت و رفعت کا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ التفسیر کو اس کی جزاء میں عطا فرمائی۔ کہ پاکستان میں (پاکستانی) مشائخ طریقت میں کسی سے اتنا فیض نہیں ہوا جتنا حضرت سے پھیلا۔ اور آپ سرگروہِ علماء قرار پائے۔

۳۔ حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ اکل حلال اور اس کی سعی بلیغ کے لئے بار بار تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کی تاکید اُن حضرات کو بھی شامل ہوتی تھی کہ جنہوں نے روپیہ خود نہیں حاصل کیا بلکہ انہیں کسی نے ہدیۃً دے دیا۔ کہ وہ غور کریں کہ یہ جائز ذرائع سے آیا ہے یا نہیں؟ اس میں علماء صلحاء اور مشائخ سب ہی کے لئے عبرت ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جن احادیثِ مقدسہ میں تاکید اکل حلال کی آئی ہے وہ بہت زیادہ ہیں۔ لیکن اس تاکید کو پیش کرنے والے علماء کم اور عمل کرنے والے حضرات بہت ہی کم ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ وکلوا ممّا رزقکم حلالاً طیبا اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر بخشیں۔

۴۔ حدیث شریف میں وارد ہے لیس منا من لم یرحم صغیرنا — حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ باوجود اس بلند پایہ شخصیت کے مالک ہونے کے چھوٹوں کے ساتھ بھی بہت شفقت فرماتے تھے — میرا نام بھی اُن ہی چھوٹوں کی فہرست میں ہے کہ جن کی درخواست پر بار بار تسلی بلکہ بشارت کے کمالات ارشاد فرمائے۔ ایک مرتبہ جامعہ کی مالی کمی کا تذکرہ تھا حضرت اقدس نے دعائیں بھی دیں اور اپنی بعض مخصوص دعائیں بھی ایک طویل تمہید کے بعد تعلیم فرمائیں۔ فجزاہ اللہ عنی خیرًا۔

۵۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب مدظلہٗ رکن قومی اسمبلی ہمارے ہاں تشریف فرما تھے۔ مَیں نے تذکرہ کیا کہ میرے بعض معتبر احباب نے بیان کیا کہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے خوشبو آتی رہی۔ بلکہ محمود صاحب نے تو وُہ مٹّی اپنے پاس رکھی بھی۔ اور اس میں معلوم ہوتا تھا کہ ذاتی خوشبو تھی۔

اس پر جو حضرت مفتی صاحب نے جواب ارشاد فرمایا وہ مجھے بہت ہی پسند آیا۔ کہ اس میں کیا تعجب ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث شریف کی خدمت میں

(باقی برصفحہ ۳۱)

مُبارک ہستی کا مُبارک ذکر

حضرت علامہ مولانا دوست محمد قریشی
ناظم اعلیٰ تنظیم اہل سنت پاکستان

سلسلۂ نبوت خاتم النبیین رحمۃ العالمین سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا۔ لیکن سلسلۂ ولایت قیامت تک جاری ساری رہے گا۔ آسمانوں کی زینت اگر ستاروں سے ہے۔ تو کائناتِ ارضی کا تزیین اولیاء اللہ سے ہے اولیاء اللہ دین کے ان اسرار مخفیہ پر اطلاع دیتے ہیں جن تک عوام کے عقول اور اذہان کی رسائی بھی ممکن نہیں ہوتی قدرت کا یہ نظام اس طریقے سے چل رہا ہے کہ عقل کو بغیر تحیّر کے کوئی چارہ کار نہیں بحر طریقت کے شناوروں اور علوم معرفت کے پروانوں کو اب پتہ چلا ہے۔ جب کہ صوبہ پنجاب سے شیخ التفسیر ماہر علوم شریعت و طریقت امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اور صوبہ سندھ سے امام المشائخ حضرت مولانا حماد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلقین متوسلین نیز طالبین رُشد وہدایت کو داغ مفارقت دیا۔

میں نے بچشم خود ان دونوں حضرات کے ان روحانی فرزندوں کو بنظر غائر دیکھا تو ایسے معلوم ہوا کہ یہ پیکر قیامت ہیں۔ جن کے سروں سے روحانی سرپرست کا سایہ اُٹھ چکا ہے۔ اب وہ دنیا میں مظہر تحیّر بن کر اپنی زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔

ثانی الذکر شیخ کامل کی زیارت کا موقع تو مجھے ان کے وصال سے صرف ایک دن پہلے ملا لیکن اول الذکر ذی مرتبت ہستی کی خدمت میں بارہا رہنے اور ملنے کا شرف نصیب ہوا۔ میں نے صوبہ بمبئی سے لے کر حجاز تک سفر کیا ہے اس میں علماء سے بھی ملا ہوں اور اتقیا سے بھی حفاظ سے بھی ملا ہوں اور صلحاء سے بھی لیکن اس قحط الرجال کے دور میں حضرت شیخ التفسیر کی جامعیت مسلم تھی۔

۱۔ قرآن عزیز کا اس قدر عشق کہ نہ صرف درس و تدریس اور ابلاغ تبلیغ پر اکتفا ہے بلکہ خطبات اور مجالس ذکر کے متعدد عنوانات سے اللہ کی پاک کلام کی اشاعت ہو رہی ہے۔

۲۔ جمیع حرکات و سکنات اور اقوال و افعال میں جہاں ایک سنت کا لحاظ ہو رہا ہے وہاں زہد و تقویٰ کے سلسلے میں ماسوا اللہ ہر چیز سے توڑ اور اللہ سے جوڑ۔

۳۔ حصول سیادت کے باوجود اکابر کی رفعتِ شان اور عظمت و وقار اس قدر عزیز ہے کہ مسلک اسلاف ہر وقت پیش نظر رہتا تھا۔ مجال کیا کہ کبھی اسلاف کے مشن پر حرف آنے دیا ہو۔

۴۔ اپنے پیر طریقت کی خدمت میں رہ کر نفس کا ایسا تزکیہ کیا کہ ہزاروں کے مزکّی بن گئے۔

۵۔ جو ایک مرتبہ سلسلۂ عالیہ قادریہ سے متعلق ہو جاتا کیا مجال کہ وہ محروم رہ جائے

۶۔ اصلاح کے لئے جہاں آدمیوں کا تانتا بندھا رہتا وہاں مستورات خاص شرائط کے ماتحت فیض سے محروم نہ رہتیں، بے شمار ایسے لوگ تھے۔ جو سال میں ایک مرتبہ دربار میں حاضر ہونا ضروری سمجھتے تھے۔

۷۔ ہزاروں ایسے تھے جو کہ دور و دراز کی مسافت قطع کرکے ہر ماہ آیا کرتے تھے۔

۸۔ سینکڑوں ایسے بھی تھے جو ہر جمعرات مجلس ذکر میں شریک ہوتے۔

۹۔ کچھ افراد ایسے بھی تھے جو پروانہ وار ہمہ وقت دیدار سے مشرف ہوتے رہتے۔ مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ سب کے ساتھ نہایت تلطف و محبت سے پیش آتے۔

حضرت شیخ التفسیر عالم رؤیا میں

میرا اپنا ذاتی واقعہ

تقریباً ۴۶ء میں اس عاجز نے خواب میں دیکھا کہ ایک چٹیل میدان میں حضرت شیخ التفسیر میری طرف آتے نظر آ رہے ہیں ہم نے راستہ چھوڑ کر حضرت کی طرف رخ کیا۔ ملاقات ہوئی غور سے دیکھا تو حضرت کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ اور اس کے سائز سے ذرا زیادہ حجم والی کتاب میرے ہاتھ میں بھی ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت کہاں کا عزم ہے اور کتاب کونسی ہے۔ فرمایا تقریر کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ اور یہ کتاب تفسیر ہے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت نے مجھ سے دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا یہ تفسیر بلغۃ الحیران ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اتنے میں ایک بیل گاڑی آگئی اور ہم دونوں اس میں بیٹھ گئے راستہ ریتلا تھا۔ مگر ہماری گاڑی برابر اُسی طرح جا رہی تھی جس طرح پختہ سڑک پر چلتی ہے۔ کچھ فاصلے پر ایک شہر نظر آیا آپ نے فرمایا مجھے تو یہاں کا حکم ہے اور مجھے لاہور کا چنانچہ حضرت تو مصافحہ کرکے تشریف لے گئے اور میں وہاں شہر میں چلا گیا۔ اور شب باشی کے لئے مسجد کو ترجیح دی وہاں میری تقریر ہوئی اور میں نے مسئلہ توحید بیان کیا

مُبارک خواب کی مُبارک تعبیر

صبح کو دل میں تعبیر اس طرح آئی کہ شہر خانگڑھ ضلع مظفرگڑھ کا تھا اور مسجد جامع محلہ والی تھی۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہاں بدعتیوں نے ایک عالم دین کو اس مسجد سے نکال دیا ہے۔ میں نے عزم کر لیا کہ اس مسجد میں انشاءاللہ تعالیٰ توحید کا سمندر ٹھاٹھیں مارے گا۔ چنانچہ میں نے شہر کی عیدگاہ میں مدرسہ معارف القرآن کا اعلان کر دیا اور پندرہ شعبان سے وہاں پہنچ گیا۔ خدا تعالیٰ نے وہ امداد فرمائی کہ شہر خانگڑھ اُسی دن سے موحدین کی آماجگاہ بن گیا

ایک راز کا انکشاف

شہر خانپور ضلع رحیم یار خان میں ایک مرتبہ جلسہ ہوا وہاں سے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اور اس عاجز کو نور پور والوں نے تقریر کی دعوت دیدی۔ احمد پور شرقیہ (ڈیرہ نواب) کے اسٹیشن سے باہر آرام کے لئے ہم نے ایک چارپائی لی اور حضرتؒ میری گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ نیند آ رہی تھی کہ اس عاجز نے دریافت کیا کہ یا حضرت ریش مبارک قبضہ سے زیادہ کیوں ہے۔ حضرت کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا ان بالوں میں میرے پیر طریقت کے ہاتھ لگ چکے ہیں مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں ان پر قینچی کا استعمال کروں یہ الفاظ کچھ ایسے درد آمیز لہجے میں فرمائے کہ میں رونے بیٹھ گیا۔

آپ نے فرمایا قریشی صاحب آج کل لوگ ڈاڑھی کی قدر نہیں کرتے اپنی کھیتیوں کی حفاظت تو کرتے ہیں لیکن مصطفیٰﷺ کریم کی کھیتی (ڈاڑھی) کی حفاظت نہیں کرتے اس کی قدر قیامت کے دن معلوم ہوگی جب کہ ادائے سنت کے اجرا میں

(باقی صفحہ ۲۶ پر)



جناب جمیل احمد میواتی خلیفہ مجاز حضرت شیخ المشائخ رائے پوری رح

ذیل میں بعض تو وہ واقعات درج کر رہا ہوں جو حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اور میرے درمیان ہوئے اور ان کا تعلق صرف مجھ سے ہے۔ احباب میں سے شاید کوئی اس سے واقف نہ ہو۔ بعض واقعات ان کے علاوہ بھی ہیں۔ لہٰذا افادہ کی غرض سے کہ شیخ التفسیر نمبر میں اُنکو شائع کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفع بخشے۔

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق واقعات کے تذکرے سے قبل جی میں آتا ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور سید العارفین قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص واقعات جو میری ذات سے وابستہ ہیں ان کا بھی ذکر کردوں اور ان کا ذکر کرنا بھی حضرت شیخ التفسیر ہی سے بالواسطہ متعلق ہوگا اولاً اس لئے کہ ان دو حضرات مقدسین کے ہاں میری پہنچ کا ذریعہ حضرت شیخ التفسیر ہی بنے۔ آپ کے درس میں ان حضرات کے مناقب سن سن کر ان سے تعلق پیدا کرنے کی خواہش دل میں پیدا ہوئی۔ ثانیاً خود حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کو ان ائمہ وقت سے والہانہ عشق تھا۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ گویا یہ حضرات میرے پیر تو نہیں ہیں لیکن میں ان کا ادب واحترام کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابر اہل اللہ کا ادب واحترام اور ان کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

اب میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے سے ابتدا کرتا ہوں

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا جاتا تھا کہ دور رہنے والے مشتاقوں کو بیعت کم فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ بلندی کے لئے دور رہ کر استفادہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اسی لئے حضرت شیخ پاکستان میں بسنے والوں کو انہی کے قرب وجوار میں کسی متبع سنت محقق بزرگ کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن مجھے حضرت ہی سے بیعت ہونے کا شوق تھا لہٰذا شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کو ذریعہ بناتے ہوئے بذریعہ خط بیعت کی درخواست بھیج دی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بخوشی منظور فرماتے ہوئے بیعت فرما لیا ذٰلک فضل اللہ۔

اب اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شوق بہت ہی بڑھتا گیا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے جبکہ حضرت شیخ آخری حج کو تشریف لے جارہے تھے۔ مولانا مولوی عبدالمنان صاحب دہلوی میواتی کے ذریعہ جو ان دنوں پاکستان آئے ہوئے تھے اپنے ہمراہ دیوبند ہندوستان لے گئے اور اس طرح حضرت شیخ کی خدمت میں باریابی نصیب ہوئی۔

فجر کی نماز کے بعد ہی خدام نے اعلان کیا کہ جو بیعت ہونا چاہتے ہیں وہ سامنے کی ڈیوڑھی میں چلے جائیں۔ یہاں ایک چھوٹا سا کھلا ہوا صحن تھا جس میں کیاریوں میں پھول کھلے ہوئے تھے۔ یہ جگہ مدنی منزل میں ہے۔ بیعت ہونے والے صاحبان ایک چبوترے پر بیٹھ گئے۔ گرمی کا موسم تھا۔ سورج ابھی تک نہیں نکلا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب سورج نکلا تو حضرت شیخ تشریف لائے۔ مہمانوں کو دھوپ میں بیٹھا ہوا دیکھ کر خدام پر ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کہ دیکھتے نہیں مہمانوں پر دھوپ آرہی ہے۔ یہ سنتے ہی خدام جلدی سے دوڑے اور مشرقی دیوار کے سائے میں چٹائیاں بچھادیں۔ ہم سب مہمان جوتیاں دھوپ ہی میں چھوڑ کر سائے میں جا بیٹھے۔

اب وہ واقعہ سناتا ہوں جس کی تصدیق کے لئے یہ تمہید باندھی گئی ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ جھکے جھکے مہمانوں کی جوتیاں اٹھا اٹھا کر سائے میں رکھتے جاتے تھے۔ یہ اس ذات کی تواضع اور انکساری کا حال تھا جو ایک ہی وقت میں سلطان المشائخ شیخ الحدیث مجاہد کبیر صدر جمعیت علماء ہند اور مسلمانان ہند کی آنکھوں کے تارے تھے۔ اللہ اکبر۔ تواضع کی ایسی مثال اب کہیں نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پاک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ یہ بات بھی عرض کردوں کہ جملہ مہمان اور خدام پر قدرتاً کچھ ایسا رعب طاری ہوگیا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی حضرت شیخ کے ہاتھوں سے جوتی لے لے۔ عصر کی نماز مدرسے کی ایک مسجد میں پڑھی۔ جہاں تمام طلباء کرام جمع تھے نماز کے بعد دالان کے درمیانی در میں کھڑے ہو کر طلباء کو مختصر سے خطاب میں فرمایا کہ میں حج کو جارہا ہوں۔ تم سب میرے بعد سکون ووقار سے رہنا اپنے اساتذہ کی تعظیم کرتے رہنا۔ اور مدرسے کے قانون کا احترام کرنا۔ مجھ تک کوئی شکایت نہ پہنچے۔ میں تمہارے لئے وہاں جاکر دعا کروں گا۔ ان الفاظ کے سنتے ہی تمام مجمع پر رقت طاری ہوگئی۔ اسی دوران میں حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ نے اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ خواب میں مجھے حکم ملا ہے کہ اس سال اہل وعیال سمیت حج کو جاؤ۔ گفتگو کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ باتیں حضرت نے اس خواب کی راز میں رکھ لی ہیں۔ میرے پاس کرایہ تو تھا نہیں۔ لیکن میں مطمئن تھا کہ جس نے حکم دیا ہے وہ خود ہی بلالے گا۔ چنانچہ اسی اثنا میں کلکتہ سے ایک تاجر کا خط آیا کہ حضرت میرا جی چاہتا ہے اور میری تمنا ہے کہ اس سال تو اہل وعیال سمیت آپ حج کو تشریف لے جائیں اور جملہ خدمات بجالانے کا شرف مجھے بخشا جائے آپ اپنے ساتھ جانے والوں کی فہرست بھیج دیجئے گا۔ تاکہ میں جہاز میں اعلیٰ درجہ میں نشست مقرر کرالوں اس واقعہ کے بیان سے حضرت کے توکل اور تعلق باللہ کا اظہار مقصود ہے۔

اب اس کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں اس کا تعلق بھی میرے ہی ساتھ ہے۔ محترم محمد شفیع صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے جملہ مہمانوں کے مصارف کو برداشت کرتے ہوئے حضرت اقدس کو راولپنڈی میں اپنی کوٹھی میں ٹھہرایا ان دنوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ کام کر رہا تھا ساری کی ساری جماعت قریشی صاحب کی کوٹھی پر زیارت کے لئے حاضر ہوئی۔ شام کا وقت تھا مہمان چونکہ ابھی تھوڑے ہی تھے۔ لہٰذا بڑے کمرے میں حضرت اقدس کے ساتھ ہی کھانا کھانے کی سعادت ملی۔ درمیان میں حضرت اقدس تکیہ سے ٹیک لگائے چار زانو بیٹھے ہوئے کھانا نوش فرما رہے تھے۔ دائیں بائیں دو قطاروں میں مہمان بیٹھے ہوئے تھے بائیں قطار کے سب سے آخر میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت رح کو چار زانوں بیٹھے ہوئے دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا۔ کہ بھائی ہم نے تو سُنا تھا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ مگر کھانے تو ان تین طریقوں کے خلاف کھا رہے ہیں جو ہم کو جماعت میں بتائے گئے ہیں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ ساری دنیا جن کے کمالات وبزرگی کی قائل ہے، اور ان کا لوہا مانتی ہے۔ اور جن کی کرامتوں میں سے سب سے بڑی کرامت یہی سمجھی جاتی ہے کہ ساری عمر حضرت نے اپنی کسی حرکت و سکون سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ مجھ میں

بھی کوئی کمال ہے۔وہیں سے بیٹھے بیٹھے میرے دل میں سے گزرنے والے خطرہ کو اپنے کشفِ عالیہ کے ذریعے سے معلوم کرتے ہوئے میری اصلاح کی غرض سے فرمایا بھائی جی تو میرا بھی یہی جی چاہتا ہے کہ ویسے ...... ہی کھاؤں۔لیکن میں بوڑھا ہوں اور بیماری کے سبب معذور بھی ہو چکا ہوں۔ اللہ اکبر۔یہ سنتے ہی میں نے دل ہی دل میں توبہ کی اور اللہ سے معافی مانگی۔دل میں یہ خطرہ گزرنا میری کم علمی اور دین سے ناواقفیت کی دلیل تھی۔

حالانکہ معذوری کی وجہ سے ٹیک لگا کر چار زانوں بیٹھ کر کھانا کھانا ہرگز خلاف سنت نہیں ہے۔اللہ تعالے ہم سب کو اہل اللہ کے بارے میں ہر قسم کی بدگمانی سے خواہ وہ دل میں ہو۔یا زبان پر، محفوظ فرمائے۔مقبولین کے بارے میں اعتراض یا تو کم علمی کی بنا پر ہوتا ہے۔اگر ایسا آدمی مخلص ہے اور فطرت سلیمہ کا نور اس کے گناہوں کی نحوست سے بجھ نہ گیا ہو۔تو جلد توبہ اور راہِ حق پر پلٹ آنے کی توفیق مل جاتی ہے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اپنی نفسانی اغراض کے پیش نظر وہ اہل اللہ پر اعتراض کرتا ہے اور دل میں عناد رکھتا ہے تو یہ عناد اصل میں ایک عذاب خداوندی ہے۔جو اس کے گناہ اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے اس کے دل میں ڈال دیا گیا ہے ایسے انسان دنیا اور آخرت دونوں میں دین کے اعتبار سے تو یقیناً اور بسا اوقات دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے خدا کی قسم برباد ہونے والے ہیں۔اس قسم کی کئی مثالیں ہمارے سامنے ہیں

اس قسم کے اعتراضات کرنے والے خواہ طلباء ہوں۔خواہ علماء ہوں۔خواہ عوام ہوں۔اللہ کی قسم ان کا یہ اعتراض ان کو لے کے بیٹھ جائے گا اللہ تعالے ہم سب مسلمانوں کو مقبولین کے بارے میں حسن ظن رکھنے اور ان کا ادب و احترام اور دلی عقیدت کی توفیق نصیب فرمائے کہ یہی نجات کا ذریعہ ہے۔اس کے برعکس موت ہے۔دین کی موت اور ایمان کی موت!

اب میں مفسرِ قرآن شیخ المشائخ مجاہدِ عظیم سیدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ علیہ سے متعلق چند واقعات درج کرتا ہوں۔اللہ تعالے ہم سب کو ان سے نفع بخشے۔ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک خواب جو حضرت شیخ التفسیر ہی کے متعلق میں نے دیکھا تھا ایک دوست سے بیان کیا۔انہوں نے یہی خواب حضرت سے بیان کر دیا اس پر حضرت نے مجھے طلب فرمایا۔زندگی کا یہ پہلا موقع تھا کہ حضرت نے مجھے اپنے قریب بلایا اور گفتگو فرمائی۔اس کے بعد سے حضرت ہمیشہ بہت ہی شفقت فرماتے رہے۔اور ایک مرتبہ سفر میں بھی ساتھ لے گئے۔

میں خواب میں دیکھتا ہوں۔کہ ایک بہت ہی بلند سفید عمارت ہے۔مجھے بتایا گیا.... کہ سب سے اوپر والی منزل نبی جی صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام کہلاتی ہے۔جہاں سے سمندر پار کی روشنی نظر آتی ہے۔اس سے مراد عالم آخرت ہے۔اس عمارت کی سب سے نچلی منزل میں حضرت شیخ التفسیر درس دیتے ہیں۔حضرت نے اس کی تعبیر یوں فرمائی۔کہ الحمدللہ درسِ قرآن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق دیا جا رہا ہے اور عند اللہ مقبول ہے۔ایک اور صاحب نے اس کی تعبیر یوں دی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت میں قرب و بُعد کا معاملہ نہیں ہے بلکہ بلندی اور پستی کا معاملہ ہے اور کیوں نہ ہو۔علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔اسی دوران میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھے خواب مبشرات کہلاتے ہیں۔یہ اجزائے نبوت سے ہیں کبھی کوئی خود اپنے بارے میں خواب دیکھتا ہے۔اور کبھی اللہ تعالے کسی دوسرے نیک بندے کو اس کے متعلق خواب میں بشارت عطا فرماتے ہیں اسی دوران میں مظفر گڑھ کے ایک مولوی صاحب کا ایک خط دکھایا اور فرمانے لگے کہ میں تو اس کو جانتا نہیں۔بیچارے کو، البتہ مولوی انور کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں۔پھر حضرت نے خود ہی وہ خط پڑھ کے سنایا۔جس میں یہ خواب درج تھا۔کہ انہی مولوی صاحب کو خواب میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت با سعادت نصیب ہوئی۔وہ اس طرح کہ ایک جلسہ گاہ ہے صدر مقام پر حضور تشریف فرما ہیں۔حضور نے مجھے بلا کر فرمایا کہ احمد علی کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ختم نبوت کا کام خوب جم کر کرے

اتباعِ سنت

حدیث میں آتا ہے کہ صرف کلمہ شہادت کی انگلی سے کسی چیز کی طرف اشارہ نہ کرو۔ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی بھی انگلی سے اشارہ کرتے نہیں دیکھا۔جب بھی اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے۔

انگریز سے دشمنی

ایک دفعہ حضرت علماء کی جماعت کو درس دے کر فارغ ہوئے تو جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے فرمایا کہ چابی تو مولوی انور لے گئے ہیں ابھی تک تو آئے نہیں۔حجرے میں سے عصا اور جوتا نکالنا تھا۔یہ سن کر ایک ماسٹر صاحب جو شیخوپورہ میں کسی سکول میں پڑھاتے تھے عرض کرنے لگے۔حضرت اوپر ہی تو جانا ہے۔اتنی دیر کے لئے میرا ہی جوتا پہن لیجئے۔حضرت نے جب دیکھا کہ وہ جوتا انگریزی طرز کا ہے جس کو آج کل کی اصطلاح میں مکیشن کہتے ہیں، فوراً پیچھے ہٹے میں سمجھ گیا کہ یہ جوتا نہ پہننے کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ انگریزی طرز کا ہے۔ساری زندگی جب اس قوم کے خلاف جہاد کرتے گذری تو کیونکر گوارہ ہوسکتا تھا کہ اس دشمن دین و اسلام کے طرز کے بنے ہوئے جوتے میں ایک لمحہ کو پیر ڈالا جائے۔یہ آپ کی غیرت ایمانی اور انگریز دشمنی کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ورنہ اصل نمونہ تو تحریک ریشمی خطوط کی ابتداء سے انتہائے زندگی تک دیکھنے میں آتا رہا ہے اس کے بعد میں نے اپنی جوتی جو دیسی جوتی کہلاتی ہے۔جو ٹوٹی ہوئی تھی پیش کی حضرت نے بخوشی پہن لی

مشائخ کا ادب

حضرت اقدس مولانا رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ متعلقین میں یہ بات بہت ہی مشہور تھی کہ مشائخ کا ادب جس کو سیکھنا ہو تو وہ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھ لے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جمعیت العلماء اسلام کی لاہور میں کانفرنس ہو رہی تھی۔جس کے دوران میں اس کی روئیداد سے متعلق پمفلٹ تقسیم کئے گئے تھے۔میں نے بھی خاصی تعداد اپنے ساتھ لی تا کہ حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جا کر پڑھے لکھے احباب میں تقسیم کروں۔میں وہاں پہنچا ہی تھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی پہنچ گئے دل میں خیال آیا کہ تقسیم سے پہلے حضرت لاہوری سے مشورہ ہی کر لوں چنانچہ میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا حضرت نے فرمایا نہ بھائی حضرت مولانا کے علاوہ نہ تقسیم کرنا۔آگے پیچھے تقسیم کر دینا۔یہ کہہ کر گھبراتے ہوئے اپنے جوتوں کو اتارا اور جلدی سے عصا کو رکھتے ہوئے۔حضرت کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئے جس طرح ایک شاگرد اپنے استاد کے سامنے اور مرید اپنے پیر کے سامنے حاضر ہوتا ہے سلام کیا اور گردن جھکا کر بیٹھ گئے۔حضرت رائے پوری رحمہ اللہ علیہ نے اپنے کشفِ عالیہ کے ذریعے سے معلوم کرتے ہوئے فرمایا، اجی حضرت مولانا کوئی آپ کی سُنے گا بھی؟ یہ اشارہ تھا علماء کانفرنس کی طرف جو احیاء دین کی خاطر کی جا رہی تھی۔اور اشارہ تھا ارباب حکومت کی طرف

تقویٰ معاملات

ایک دفعہ میں حضرت اقدس رائے پوری رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے صوفی

عبدالحمید کی کوٹھی واقعہ جیل روڈ جا رہا تھا کہ راستہ میں پیچھے سے حضرت لاہوریؒ کا تانگہ بھی آگیا۔ سوچا ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ کہ حضرت مجھے نہ بٹھائیں گے کیونکہ حضرت کی شفقت وعنایت کا تقاضا بھی یہی تھا لیکن حضرت نے مجھے دیکھا بھی اور صرف سلام کرتے ہوئے گزر گئے۔ مجھے رنج تو ہوا لیکن الحمدللہ کسی قسم کا دل میں اعتراض پیدا نہ ہوا۔ خیال آیا کہ ضرور اس میں کوئی مصلحت ہے۔ ابھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تانگہ صوفی صاحب کی کوٹھی تک پہنچا نہ تھا کہ میں ایک تنگ گلی سے نکل کر کوٹھی پر پہنچ گیا اور انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں حضرت کا تانگہ بھی آگیا۔ حضرت نے اترتے ہی سلام میں پہل کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ بڑی جلدی آگئے اور فوراً ہی یہ فرمایا کہ تانگہ میں اس لئے نہیں بٹھایا تھا کہ جس وقت تانگہ کیا تھا اس وقت میں اکیلا تھا دوسری سواری کے متعلق ذکر نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ سالم تانگہ کرنے پر سواری کو حق ہے کہ اپنے کسی دوسرے ساتھی کو بٹھا لے۔ مگر ان حضرات کی اپنی احتیاط کب گوارا کر سکتی تھی۔ اب ہم بھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ لین دین کے معاملے میں کتنی بے احتیاطی برتتے ہیں۔

منٹگمری کے سفر میں ہم نے اپنی گرہ سے اخبار لے کر حضرت کو دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں پہلے پیسے دیئے اور پھر اخبار لیا۔ اس پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ واقعہ یاد آتا ہے جس وقت سواری کے لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ نے اونٹنی حاضر خدمت کی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اس کی قیمت طے کر لو۔

امتیاز خصوصی کا ناپسند فرمانا

منٹگمری میں چوک عیدگاہ میں ایک جلسہ ہو رہا تھا۔ جس میں حضرت کو مدعو کیا گیا تھا۔ حضرت نے عشاء کی نماز مسجد نور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہ کے ہاں ادا کی۔ جب جلسہ میں شرکت کرنے کے لئے تانگہ میں سوار ہوئے۔ تو ادھر مولانا عبدالعزیز صاحب نہایت عمدہ مصلیٰ لیئے اس غرض سے تشریف لائے کہ جلسہ گاہ میں کرسی پر حضرت کے لئے بچھاؤں گا۔ حضرت اپنی فراست ایمانی سے اس بات کو جان گئے اور فرمانے لگے اس کی کیا ضرورت ہے۔ مولانا نے ہنستے ہوئے فرمایا۔ اس لئے بھی لے جا رہا ہوں کہ شاید مسجد میں سے کوئی اسے اٹھا لے جائے ساتھ رہے گا تو حفاظت رہے گی۔ مگر حضرت نے اس کو وہیں رکھوا دیا

سوال سے اجتناب

ایک سفر میں چارپائی کے بان میں سے حضرت کی انگلی میں پھانس چبھ گئی۔ جس کا حضرت کو بھی احساس ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کیا، حکم ہو تو میزبان کے ہاں سے سوئی لے آؤں۔ حضرت نے فرمایا (پھر کڈھ لئیے) مطلب یہ تھا کہ سوئی کا طلب کرنا بھی سوال ہے۔ جب گھر پہنچیں گے تو نکال لیں گے۔

احباب کا خیال

جب کہیں حضرت سفر پر جاتے تو واپسی کے متعلق فرما جاتے تھے کہ فلاں گاڑی سے آؤں گا۔ ہم لوگ حضرت کو لینے کے پہنچتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ ڈبے کے دروازے پر اس لئے کھڑے ہو جاتے کہ احباب کو ان کے تلاش کرنے میں پریشانی نہ ہو۔ جب کبھی ہم ان کو سوار کرانے کے لئے سٹیشن پر جاتے تو پلیٹ فارم ٹکٹ اپنی گرہ ہی سے لے کر عطا فرماتے۔ جب تک گاڑی آنکھوں سے اوجھل نہ ہوتی حضرت دروازے پر کھڑے رہتے تاکہ احباب کا شوق دید پورا ہوتا رہے جو ساتھی سفر میں ساتھ ہوتا واپسی پر اس کو اس کے محلے تک پہنچنے کے لئے تانگہ کا کرایہ بھی عطا فرماتے۔

چشم پوشی

ایک دفعہ حضرت نے ایک ساتھی سے فرمایا کہ لال پنسل لے آؤ۔ وہ بے چارہ لال رنگ کا چاقو لے آیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے تو پنسل منگائی تھی۔ حضرت مسکرائے اور خاموش ہو گئے تاکہ احباب کی مجلس میں اس دوست کو خفت اور شرمندگی نہ اٹھانی پڑے

کمال احتیاط

ایک مرتبہ ایک ساتھی سے فرمایا کہ کتاب وہاں رکھ دو۔ اس نے وہ کتاب قرآن حکیم کے اوپر رکھ دی۔ حضرت نے فرمایا۔ نہیں نہیں ایسا کرو قرآن سب سے اوپر رکھو۔ اس کے نیچے وہ حدیث کی کتاب رکھو اور پھر یہ کتاب رکھو

علما کا ادب

جو جماعت علماء کی دورہ تفسیر کے لئے حاضر ہوتی تھی۔ رمضان میں ایک سال دیکھا گیا کہ حضرت اپنے ہاتھ سے افطاری تقسیم فرما رہے ہیں۔ حالانکہ خدام کے ذریعے سے بھی یہ کام کرایا جا سکتا ہے۔ مگر مہمانان رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب اور میزبانی حضرت اسی میں سمجھتے تھے کہ خود اپنے ہاتھ سے تقسیم کریں یہ عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی مثال ہے۔

فکر آخرت اور صاف گوئی

کوہاٹ کے ایک خانصاحب فرمانے لگے کہ پہلے تو جلسے میں آپ ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ اب کئی سال سے تشریف نہیں لائے۔ حضرت فرمانے لگے میں کمزور ہوں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ وہ صاحب یہ سمجھے کہ شاید حضرت ٹال رہے ہیں حضرت نے فوراً ہی فرمایا۔ بھائی مر کے دوبارہ تو آنا نہیں جو نیک اعمال کو آئندہ پہ اٹھا رکھوں مطلب یہ تھا۔ نیکی کو نیکی سمجھتے ہوئے کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔ مرنے کے بعد پھر کہاں موقعہ ملے گا۔ مگر جب بس کی بات نہ ہو تو پھر کیا کروں

ایک مجذوب صفت بزرگ کا واقعہ

حضرت علماء اور عوام سے ان کے دین اور علم کو مدنظر رکھتے ہوئے گفتگو فرماتے تھے۔ یہ نہیں کہ عوام اور علماء کو ایک ہی درجہ میں رکھتے ہوں۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک بوڑھے آدمی تشریف لائے حضرت نے ان کا بڑا احترام کیا۔ مجھ سے چارپائی بچھوائی اور چلتے وقت تانگہ کے لئے کرایہ بھی دیا۔ مجھے حضرت کی اس تواضع اور اکرام پر بڑی حیرت ہوئی۔ اور مجذوب سے فرمایا کہ یہ میرا دوست ہے (یعنی میرے متعلق) یہ ساتھ جائے گا۔ حضرت کی مسجد میں ظہر کی نماز ہو رہی تھی۔ اس مجذوب نے نہ نماز ادا کی اور نہ بعد میں کوئی نماز پڑھی۔ اس کے علاوہ راستے میں مجھ سے کہنے لگے کہ پاک پتن سے آ رہا ہوں مجھے حکم ملا ہے کہ تو لاہور میں مولانا احمد علیؒ کی زیارت کو جا۔ مجھے اس کے نماز نہ پڑھنے پر بہت غصہ تھا۔ لیکن جب اسے پہنچا کر واپس آیا تو حضرت نے میری قلبی حالت کو بھانپتے ہوئے فرمایا وہ تو بہت اچھے آدمی تھے۔ میں یہی سمجھا کہ وہ ولی تھے اور مجذوب۔ کیونکہ حضرت نے تقریر کے دوران میں فرمایا کہ بعض مجذوب اللہ کے ولی ایسے ہوتے ہیں کہ تم ان کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرو

سنت سلام

میں ہمیشہ اس کوشش میں رہتا تھا کہ سلام میں پہل کروں۔ مگر حضرت نے کبھی اس کا موقع نہ دیا —— یہ آپ کی کمال اتباع سنت کی دلیل ہے۔ ایک مرتبہ علماء جماعت نے ختم قرآن پر آلو بخارا تقسیم کیا۔ آپ نے بھی دوسروں کے مطابق حصہ لیا

احمد علیؒ اسلام کا درخشاں ستارہ

رشید احمد ——— بٹالوی

جب برصغیر پاک و ہند کے مسلمان مستقبل کے افق پر سیاہ گھٹائیں اور تاریک آندھیاں دیکھ رہے تھے۔ یورپین اقوام ان کو غلامی کے طوق میں پوری طرح جکڑ چکیں تھیں۔ ہر طرف مایوسی اور خوف وہراس کا دور دورہ تھا۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ ان کی منزل کیا ہوگی۔ وہ اپنے اردگرد ان فرنگیوں کا گھیرا تنگ ہوتے دیکھ رہے۔ جنہوں نے یروشلم اور سپین کے معرکوں میں مجاہدین اسلام کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ فرزندان توحید جنہوں نے صدیوں برصغیر پر اسلام کی عظمت کے پرچم بلند کئے تھے۔ المناک مصیبتوں سے دوچار تھے۔ وہ اس بھنور سے نکلنا چاہتے تھے۔ لیکن ایسے تنکے کی تلاش میں تھے جو ان کا سہارا بن سکے۔ جو اُن کے دل میں امید کی ایک نئی کرن پیدا کر سکے۔ وہ اب بھی اسلام کی خاطر جینا اور مرنا جانتے تھے لیکن انہیں راہنمائی کی ضرورت تھی۔ عین اسی وقت اسلام کے مشعل برداروں کا ایک گروہ نمودار ہوا جس نے خلق خدا کی آنکھوں کو دوبارہ روشنی بخشی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ انہی مشعل برداروں میں سے ایک تھے۔ آپ نے اپنی زندگی خدمت خلق اور عظمت اسلام کے لئے وقف کردی تھی۔ انہوں نے نور ایمانی کی شمع روشن کر کے نہ صرف برصغیر کے کروڑوں عوام کو صراط مستقیم دکھانے کی کوشش کی بلکہ اُس کی کرنوں نے دنیا کے تمام برّاعظموں میں بسنے والے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ انہوں نے معاشرے کو جھنجھوڑنے کے لئے حق کا جو نعرہ لگایا اس کی آواز دنیا کے کونے کونے میں گونجنے لگی۔ اُن کی شخصیت نے لاکھوں انسانوں کے قلوب فتح کئے ——— اور بیشتر غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے آپ جب مجمع عام سے مخاطب ہوتے تو لوگوں پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی اور یوں محسوس ہوتا کہ سب ایک ہی رَو میں بہے چلے جاتے ہیں آپ معاشرہ پر بلا جھجک تنقید کرتے تھے۔ اور تنقید کا انداز اتنا سادہ اور دلچسپ ہوتا۔ کہ سامعین فوراً سمجھ لیتے اور لوگوں کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل جاتی۔ مؤثر اور سلجھے ہوئے الفاظ ہر انسان کے دل میں بیٹھتے چلے جاتے آپ نے کسی حالت میں بھی کسی کی ذات پر کیچڑ نہیں اچھالی اس لئے تمام فرقوں میں احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت مولانا احمد علیؒ کے دل میں خدمت اسلام کا جذبہ پوری شدت سے موجزن تھا۔ انہوں نے نہ صرف تقریر وخطابت سے اسلام کی خدمت کی بلکہ تحریر واشاعت سے بھی اس کی عظمت کو چار چاند لگائے۔ اس سلسلے کی سب سے اہم کڑی انجمن خدام الدین کا قیام تھا۔ انجمن کو آپ نے کئی شعبوں میں تقسیم کیا!! مختلف کام اُن کے سپرد کئے۔ لیکن سب کا کام تبلیغی نوعیت کا ہے۔ انجمن روزانہ نماز کے درس تدریس کا کام کرتی ہے۔ دن کے وقت دینی علوم کا خاص طور پر درس ہوتا ہے جس میں دور دراز سے آنے والے طالب علم فیض یاب ہوتے ہیں۔ حضرت کی زیر نگرانی انجمن قرآن پاک کو نہایت نفاست اور اعلےٰ معیار کے مطابق چھپوا کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچاتی۔ آپ نے جو کتب تصنیف کیں اُن میں کلام پاک کے اُس ترجمے نے جس پر ہندوپاک کے جید علماء نے مسرت کا اظہار کیا بہت مقبولیت پائی

اسلام کی تعلیم عام کرنے اور اس کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کے لئے خدام الدین کے نام سے ایک ہفت روزہ جریدے کا اجراء کیا۔ یہ جریدہ آپ کی سرپرستی میں شائع ہوتا تھا۔ اس کی مقبولیت اتنی بڑھ گئی کہ دنیا کے ہر حصہ میں پہنچنے لگا۔ پاکستان کے شاید ہی کسی اسلامی جریدے کو اتنا عروج حاصل ہو جتنا اس کو ہے۔ مولانا نے اس جریدہ کے ذریعے اس ترقی یافتہ اور مادہ پرست دور میں ایک نئے زاویے سے اسلام کی عکاسی کی۔ آپ کی وفات کے بعد اس کی اشاعت اور بھی بڑھ گئی ہے۔

شیخ التفسیرؒ کا زیادہ تر وقت عبادت و ریاضت میں صرف ہوتا تھا۔ جمعرات کو مغرب کے بعد خاص طور پر ذکر خدا کے لئے وقف کر دیا گیا تھا۔ جس کو مجلس ذکر کا نام دیا گیا تھا۔ مجلس ذکر میں دور دراز سے لوگ شمولیت کے لئے آتے تھے اور دوسرے دن نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد واپس جاتے تھے۔ آدھ پون گھنٹہ لوگ ذکر میں مشغول رہتے اور بعد میں آپ احکام خداوندی بیان فرماتے۔ یہاں تک یہ مجلس عشاء کی نماز تک جاری رہتی۔ آپ کی خواہش تھی کہ ذکر وعبادات کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے۔ چنانچہ آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے وصال کے دنوں میں بھی مجلس بدستور جاری رہی اور ناغہ نہیں ہونے دیا گیا اب یہ مجلس آپ کے صاحبزادے مولانا عبیداللہ انور صاحب نے بدستور جاری کر رکھی ہے۔ مجلس ذکر آج بھی شیخ التفسیر کے زمانے کے روح پرور واقعات تازہ کرتی ہے

حضرت مولانا احمد علیؒ کے ایمان کو تیز و تند آندھیاں خوفناک طوفان بھی متزلزل نہ کر سکتے تھے۔ اس ضمن میں سب سے اہم مثال ختم نبوت کی پیش کی جا سکتی ہے۔ اس عقیدہ کی تبلیغ اور حفاظت کے لئے ہمیشہ جہاد کرتے رہے۔ آپ نے اَن گنت تکلیفیں برداشت کیں۔ کئی دفعہ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بند کئے گئے ——— لیکن شمع محمدیؐ کے اس پروانے کے پاؤں کبھی نہ ڈگمگائے۔ یہاں تک کہ جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے مسلمانانِ ہند کی گردن سے غلامی کا جُوا اتارنے کے لئے ایک اہم کردار ادا کیا۔ آج قوم کا یہ بطل جلیل اور اسلام کا درخشاں ستارہ احمد علیؒ لاہور میں ابدی نیند سو رہا ہے۔ اہل بصیرت حضرات وہاں حاضر ہو کر اس بندہ خدا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں سرفروشانِ اسلام کی تاریخ میں مولانا احمد علیؒ کا نام اسلام کے افق پر ہمیشہ درخشاں ستارے کی مانند چمکتا رہے گا۔

مولانا احمد علیؒ

★ ——— شورش کاشمیری

عمر بھر قرآن کا پیغام پھیلاتا رہا!
ہر گھڑی اسلام کی تبلیغ فرماتا رہا
دوستدارانِ جنوں کا دل بڑھانے کیلئے
اپنے تلوے راہ کے کانٹوں سے سہلاتا رہا
گوشۂ زنداں میں کیا، دار ورسن کے ساز پر
داستانِ جرأت اسلاف دہراتا رہا
سیدِ خیر البشرؐ کے خلق کی تصویر تھا
اس صنم آباد میں توحید کی شمشیر تھا

قطبِ زماں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ ارشد سید العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح

حق تعالیٰ نے ہر دور میں بعض ایسی منتخب شخصیتیں پیدا فرمائی ہیں جن کو عام بندوں کے لئے واسطۂ فیضانِ ہدایت بنایا گیا ہے۔ دورِ حاضر میں اکابر دیوبند کی چند جامع شخصیتیں یہی مقام رکھتی ہیں جن کی پاکستان میں آخری یادگار غالباً شیخ التفسیر قطب زماں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ تھے۔ بندہ ناکارہ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مبارکہ سے استفادہ کرنے کا موقعہ تحریک ختم نبوت کے بعد ہی نصیب ہوا ہے۔ اس سے پہلے حضرت کو عام علمائے دیوبند میں ایک صالح عالم سمجھتا تھا — لیکن حضرت کی جامع روحانی شخصیت پیش نظر نہ تھی۔ بفضلہ تعالیٰ جب دو تین مرتبہ حضرت کی مجلس میں بیٹھنا نصیب ہوا۔ تو بلا اختیار قلب حضرت کی طرف منجذب ہونے لگا۔ اور آپ کی صحبت قلبی سکون کا باعث بنتی گئی۔ آپ کی ذات میں اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللّٰہ کی خاصیت تھی۔ اور اب تو ایسا محسوس ہوتا تھا۔ کہ حضرت کا وجود اس شعر کا واضح مصداق ہے ؎

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

حضرت کی خدمت میں حاضری سے توجہ و قرب خداوندی میں زیادتی نصیب ہوتی تھی۔ لاہور جانے کے تصور میں بھی قلبی راحت ہوتی تھی کہ زیارت نصیب ہو جائے گی اور حضرت بھی بہت زیادہ بزرگانہ شفقت سے سرفراز فرمایا کرتے تھے۔ اس قریبی و وجدانی تعلق سے پہلے بھی حضرت کی خدمت میں حاضری کا یہ اثر دیکھا۔ کہ ایک دفعہ لاہور کسی کام کے لئے گیا ہوا تھا نماز جمعہ حضرت کی مسجد میں پڑھنے کے لئے گیا تو راستہ میں قلب میں ایک ظلمت پیدا ہو گئی جب مسجد میں پہنچا تو حضرت تقریر فرما رہے تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے سے گریہ طاری ہو گیا۔ اور وہ ظلمت کافور ہو گئی۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے بعد بندہ کو بزرگانِ دیوبند میں سے سب سے زیادہ قلبی محبت و عقیدت حضرت لاہوری سے پیدا ہو گئی تھی۔ اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت لاہوری رح کو حضرت مدنی رح سے ایک مخصوص قلبی تعلق تھا جس کا آپ اکثر اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ رفیق محترم مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی اور راقم الحروف حضرت لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت مدنی کا وہ مکتوب دکھلایا جو قیام پاکستان کے بعد دیوبند سے شرف صدور لایا تھا۔ غالباً حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ حضرت مدنی رح کے اس گرامی نامہ کو قیامت میں نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں (او کما قال) ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت مدنی کی خدمت میں بعض دفعہ جمعیت علمائے ہند کے اجلاس میں تین تین چار چار گھنٹے بیٹھنا پڑا ہے۔ میں ہمیشہ دوزانو بیٹھتا تھا حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ میں ایک ممتاز کمال تھا کہ اصاغر پر انتہائی شفقت اور اکابر سے بہت زیادہ حسن عقیدت و ادب کا معاملہ فرماتے تھے۔ قطب دوراں شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی بہت احترام و اکرام فرماتے تھے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ حضرت رائے پوری کی علالت و نقاہت کے ایام میں جب حضرت تشریف لے جاتے تو یہ کوشش کرتے کہ حضرت کو آنے کی اطلاع نہ ہو تاکہ آپ کے آرام میں خلل نہ پڑے۔ سبحان اللہ کس قدر تواضع اور شانِ عبدیت کا غلبہ تھا۔ اور حقیقت میں فنائے نفس ہی وہ بڑا کمال ہے جو حضرات اہل اللہ کو دوسروں سے بلند کرتا ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہ دینی کتب میں اولیائے کاملین کے جو احوال و کمالات پڑھے ہیں۔ ان میں سے تقریباً ہر کمال کا ایک مخصوص حصّہ حضرت لاہوری کو عطا فرمایا گیا تھا ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

علم و بصیرت، توکل و استقامت، تقویٰ اتباع سنت، سادگی و بے نفسی، حق پرستی و حق گوئی، فنائیت و عبدیت وغیرہ متعدد کمالات کا جلوہ حضرت کی شخصیت میں پایا جاتا تھا — علمی مقام کے اعتبار سے گو حضرت اقدس کو شیخ التفسیر کے لقب سے عموماً یاد کیا جاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت کو قرآن حکیم سے ایک خصوصی عشقی تعلق تھا اور زندگی کے آخری لمحات تک قرآنی علوم و حِکَم کی تدریس و اشاعت فرماتے رہے۔ اور شیخ التفسیر تو زمانہ میں اور علماء بھی بہت ہیں لیکن قرآنی عمل و حال میں رنگی ہوئی ایسی شخصیت دوسرے علمائے تفسیر میں کم نظر آتی ہے۔

اتباع سنت میں حضرت کا قدم بہت راسخ تھا۔ انتہائی ضعف و پیرانہ سالی میں بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن و آداب کی آپ نے سختی سے پیروی کی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد باوجود تبلیغی و اجتماعی مشاغل کے اتباع سنت میں اتنا مجاہدہ حضرت لاہوری کے وجود میں ہی ہمیں دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ باوجود فالج جیسے خطرناک مرض کے حضرت نے پاکستانی دینی و ملی سیاست میں نمایاں حصّہ لیا اور ہمیشہ جمعیتہ علمائے اسلام کی قیادت و رہنمائی فرماتے رہے۔ پاکستان میں اسلامی نظامِ حق کے قیام کی طرف آپ کو بہت زیادہ توجہ رہی۔ اور برسرِ اقتدار طبقہ کو ہمیشہ داعیانِ حق اور مجاہدین علماء کے لہجہ میں تنبیہ فرماتے رہے۔ ساری عمر نہ کسی سے کوئی طمع رکھا اور نہ کسی سے خائف ہوئے۔ بلاخوف لومۃ لائم اعلان حق فرما دیا کرتے تھے۔ توحید خداوندی کے جلوے آپ کے اعمال و احوال میں نمایاں نظر آتے تھے۔ پاکستان میں حضرت کا وجود دیوبندی مسلک حق کی اشاعت و حفاظت کے لئے ایک بہت قوی سہارا تھا۔ زندگی کے آخری چند سالوں میں حضرت لاہوری کی شخصیت امتیازی طور پر عوام و خواص کا مرجع بن گئی تھی۔ علمائے حق کی اکثریت آپ کو اپنا مقتداء و پیشوا مانتی تھی۔ محبوبیت و مقبولیت کا یہ ممتاز مقام غالباً پاکستان میں کسی اور بزرگ کو نصیب نہیں ہوا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ حیات طیبہ کے آخری چند سالوں میں حضرت پر روحانیت کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔ مکاشفات کی بھی کثرت تھی۔ اور بعض تکوینی و تشریعی حکمتوں کے تحت حضرت کی زبان سے اپنے مکشوفات کا اظہار بھی زیادہ ہونے لگا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کشفی حالات حضرت خود کہتے نہیں بلکہ کہلوائے جاتے ہیں۔ کشفِ قلوب اور کشفِ قبور دونوں میں حضرت کو حق تعالیٰ نے ایک وافر حصّہ عطا فرمایا تھا۔ بعض کم فہم لوگ حضرت کے ان کشفی بیانات کو دعویٰ علم غیب پر محمول کرتے رہے حالانکہ ایسے بیانات اطلاع علی الغیب پر مبنی ہوتے ہیں۔ علم الغیب سے ان کو تعلق نہیں۔ علم الغیب یقیناً خاصا خداوندی ہے جس میں دیگر صفات الوہیت کی طرح کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔ قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہ نص قرآنی ہے۔ محققین اہل السنت اور اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ حضرت لاہوری معاذ اللہ اپنے آپ کو عالم الغیب نہیں سمجھتے تھے مِنْ جانب اللہ جن امور و حقائق کا انکشاف ہو

جاتا تھا ان کو ہی بیان فرماتے تھے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ حواس ظاہرہ یا باطنہ کے ذریعہ جن امور کا انکشاف ہوتا ہے اس کا تعلق عالم اسباب سے ہے۔ البتہ مافوق الاسباب بلاکسی واسطہ اور ذریعہ کے جو علم حاصل ہو اس کو علم الغیب کہتے ہیں۔ کشف اور علم الغیب کا فرق حضرت کے اس بیان کردہ واقعہ سے بآسانی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ ایک دفعہ مولانا عبدالطیف صاحب جہلمی اور راقم الحروف حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا کہ ایک دن میں نے سر پر تیل لگایا۔ تو اس کے بعد قلب میں ایک قسم کا تکدر پیدا ہوگیا۔ لیکن اس کی وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آخر یہ معلوم ہوا کہ یہ تیل جائز نہیں تھا اگر حضرت کو علم الغیب ہوتا تو اس تیل کی مالش ہی نہ کرتے۔ لیکن پہلے سے آپ کو علم نہ تھا۔ بعد میں من جانب اللہ اس کا انکشاف ہوا۔ گو محققین صوفیہ کے نزدیک کشف و کرامت ولایت کی شرط نہیں اور نہ ہی یہ مخصوص کمال ہے۔ الاستقامة فوق الکرامة مشہور مقولہ ہے۔ لیکن متبع سنت بزرگوں کو کشف و کرامت سے اگر کوئی حصہ ملے تو یہ حق تعالےٰ کا انعام ہے۔ یہ اس لئے عرض کر دیا ہے کہ عوام محض کشف و خوارق کو ہی ولایت و بزرگی کی دلیل سمجھتے ہیں ان کی نگاہ میں عقیدہ صحیحہ اور اتباع سنت کی کوئی قدر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عوام بسا اوقات خلاف شرع درویشوں، ملنگوں بلکہ غیر مسلم ریاضت کشوں کو بھی اولیاء اللہ کے زمرہ میں شمار کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ولایت خاصہ کے لئے ایمان و تقویٰ ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں اسی حقیقت کو اس آیت میں واضح کیا گیا ہے۔
أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ لیکن اس کے برعکس عوام کے ہاں اتباع سنت ولایت کے لئے ضروری نہیں۔ وہ شریعت و طریقت کو ایک دوسری کی ضد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ اور محققین اولیاء اللہ نے ہمیشہ اس کی تردید فرمائی ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ا۔ وصول باین نعمت عظمیٰ وابستہ باتباع سید اولین و آخرین است۔ علیہ وعلی الہ من الصلوات افضلہا و من التحیات اکملہا تا تمام خود را در شریعت گم نسازد و باقتثال اوامر و انتہا از نواہی متحلی نگردد بوئے ازیں دولت بمشام جان او نرسد (دفتر اول مکتوب ۲۷) اس نعمت عظمیٰ (یعنی ولایت) کو پانا سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے جب تک کہ اپنے آپ کو سارا شریعت میں گم نہ کر دے اور احکام شریعت کی پیروی اور ممنوعات شرعی سے اجتناب سے آراستہ نہ ہو جائے اس دولت (ولایت) کی بو بھی اس کی روح کو نہیں پہنچ سکتی۔"

ب:۔ سلامتی قلب از التفات بہ ماسوائے او تعالےٰ و اعمال صالحہ کہ ببدن تعلق دارند و شریعت بایشان آں امر فرمودہ ہر دو درکار است۔ دعویٰ سلامت قلب بے اتیان اعمال صالحہ بدنیہ باطل است ہمچنانکہ دریں نشا روح بے بدن غیر متصور است احوال قلبی بے اعمال صالحہ بدنیہ محال است۔ بسیارے از ملحداں ایں وقت ایں سم دعویٰ می نمایند۔ نجانا اللہ سبحانہ عن معتقد اتہم السوء بصدقۃ حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ (دفتر اول مکتوب ۳۹) ماسوی اللہ کے تعلق سے قلب کی سلامتی اور جو اعمال صالحہ بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے کرنے کا حکم فرمایا ہے یہ دونو امر ضروری ہیں۔ بغیر بدنی اعمال صالحہ کے سلامتی قلب کا دعویٰ کرنا باطل ہے جیسا کہ اس جہان میں روح بغیر بدن کے متصور نہیں ہو سکتی۔ بغیر بدنی اعمال صالحہ کے قلبی احوال محال ہیں۔ اس زمانہ کے اکثر ملحدین اس قسم کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم کو ان کے برے اعتقادات سے بچائے بصدقہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے۔"

اسی طرح دوسرے محققین اولیاء اللہ کے ارشادات بھی موجود ہیں۔ دیوبندی اکابر میں سے حکیم الامت امام طریقت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا ارشاد فتوح الغیب میں موجود ہے۔ کل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندقۃ"۔ (جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ بے دینی ہے)

اولیاء اللہ کی فضیلت کشف و کرامت پر موقوف نہیں ہے اور معنوی کرامت کو حسی کرامت پر فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہمچنانکہ در حصول نفس ولایت ولی را علم بولایت خود شرط نیست۔ چنانکہ مشہور است علم بوجود خوارق خود ہم شرط نیست بلکہ بسا است کہ مردم از وے خوارق نقل کنند و او را ازاں خوارق اصلاً اطلاع نہ (مکتوب ج ۱ ع ۲۱۸) "جس طرح کہ نفس ولایت کے حصول میں ولی کے لئے اپنی ولایت کا علم شرط نہیں ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے۔ اسی طرح اپنی خوارق (کرامات) کا علم ہونا بھی اس کے لئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اس سے کرامات نقل کرتے ہیں اور خود اس کو ان کرامات کی بالکل اطلاع نہیں ہوتی۔"

ج:۔ فرماتے ہیں۔ کثرت ظہور خوارق بر افضلیت ولایت ندارد و تواند بود کہ یکے بود کہ ہیچ خارقے از وے بظہور نیاید افضل باشد ازاں کس کہ خوارق وکرامت از وے بظہور می آیند (مکتوب مذکور) "خوارق و کرامات کا زیادہ ظاہر ہونا افضلیت کی دلیل نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ ایک ولی سے کوئی بھی خوارق (کرامت) ظاہر نہ ہو اور وہ اس سے افضل ہو جس سے خوارق و کرامات ظاہر ہوں۔"

ن۔ ای برادر بشنو خوارق عادات بر دو نوع است۔ نوع اول علوم و معارف الٰہی است جل سلطانہ کہ بذات و صفات و افعال واجبی جل و علا تعلق دارد و وراء طور عقل است و خلاف متعارف معتاد است کہ بندہ ہای خاص خود را باں ممتاز ساختہ است و نوع ثانی کشف صور مخلوقات و اخبار مغیبات کہ بعالم تعلق دارد۔ و نوع اول مخصوص باہل حق و ارباب معرفت است و نوع ثانی شامل محق و مبطل است زیرا کہ اہل استدراج را نیز نوع ثانی حاصل است۔ نوع اول نزد خدا جل و علا شرافت و اعتبار دارد کہ باولیائے خود مخصوص ساختہ است و اعداء را در آں شرکت نداده و نوع ثانی نزد عوام خلائق معتبر است و در انظار ایشاں معزز و محترم این معنی اگرچہ از اہل استدراج بظہور آید نزدیک است کہ از نادانی او را پرستش نمایند و بہر رطب و یابس کہ او ایشاں را تکلف نماید مطیع و منقاد او گردند۔ بلکہ محجوباں نوع اول را از خوارق نمی دانند و از کرامات نمی شمرند۔ خوارق نزد ایشاں منحصر در نوع ثانی است و کرامات بزعم ایں محجوباں مخصوص بکشف صور مخلوقات است و اخبار از مغیبات ایشاں۔ (دفتر اول۔ مکتوب ۲۹۳) (ترجمہ) اے برادر سنو۔ خوارق عادات دو قسم کے ہیں۔ قسم اول وہ الٰہی علوم و معارف ہیں جن کا تعلق حق تعالےٰ کی ذات و صفات و افعال سے ہے اور یہ علوم عقل سے بالاتر ہیں اور متعارف عام علوم عادیہ کے سوا ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ

نے اپنے خاص بندوں کو ممتاز فرمایا ہے۔ اور قسم ثانی مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور غیبی علوم کی اطلاع ہے جن کا تعلق عالم سے ہے اور قسم اوّل اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور قسم ثانی خوارق کی اہل حق اور اہل باطل دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے کہ اہل استدراج کو بھی یہ قسم ثانی حاصل ہے۔ قسم اوّل اللہ کے نزدیک شرف و اعتبار رکھتی ہے۔ جس کو اپنے دوستوں کے لئے مخصوص فرمایا ہے اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا اور قسم ثانی عام لوگوں کے نزدیک معتبر ہے اور ان کی نظروں میں معزز و قابل احترام۔ یہ دوسری قسم خوارق کی خواہ اہل استدراج سے بھی ظاہر ہو۔ قریب ہے کہ یہ لوگ نادانی سے ان کی پوجا کرنے لگیں۔ اور ہر رطب و یابس میں ان کی پیروی کریں بلکہ جو لوگ محجوب ہیں (یعنی حق تعالیٰ کے قرب سے محروم ہیں) قسم اوّل کو خوارق میں سے نہیں جانتے اور اس کو کرامات میں شمار نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک خوارق صرف قسم ثانی میں منحصر ہیں۔ اور ان محجوبوں کے گمان میں کرامات مخلوقات کی صورتوں کے کشف اور غیبی امور کی خبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔" حضرت مجدد صاحب کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا اصلی کمال حق تعالیٰ کی معرفت اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت کی پیروی ہے جو لوگ اس شرعی و عرفانی دولت سے محروم ہیں ان میں اگر کوئی خارق عادت امر ظاہر ہو تو وہ استدراج ہوگا نہ کہ کرامت۔

کشف کونی اہل حق کے علاوہ اہل باطل کو بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن کشف الٰہی اور پیروئ سنت محض اہل حق کے ساتھ مخصوص ہے۔ اہل باطل اس دولت لازوال سے محروم ہیں۔ امّت محمدیہ میں ایسے اولیاء اللہ کی بھی کمی نہیں جن کو حق تعالےٰ نے کشف الٰہی اور کشف کونی دونوں نعمتوں سے حسب حکمت نوازا ہے اور بفضلہ تعالیٰ ہمارے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان ہی حضرات میں شمار ہوتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے حضرت موصوف کو حسّی اور معنوی دونوں قسم کی کرامات سے شرف بخشا ہے۔ جو لوگ آپ کے دامن فیض سے وابستہ ہو گئے انہوں نے حسب استعداد و ہمت آپ کے فیوضات و برکات سے حصّہ لے لیا۔ سینکڑوں انگریزی خواں ایسے ہیں جن پر مغربی و فرنگی تہذیب اثر انداز تھی۔ لیکن حضرت کی زیارت و صحبت کے اثرات سے انہوں نے مسنون شرعی ڈاڑھیاں رکھ لیں۔ اور مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں ان کے لئے محبوب بن گئیں۔ حضرت قادری سلسلہ میں بیعت فرماتے تھے۔ آخری ایام حیات میں اس مقدس سلسلہ کا فیضان حضرت کے توسط سے کتنے قلوب کو منور کر گیا۔ متعدد علماء مجازین طریقت بنے۔ اگر اس دور میں حضرت کو قادری سلسلہ کا خاتم الاولیاء کہا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا۔

آخری زیارت

گذشتہ سال شعبان کے اواخر میں بندہ مدرسہ عربیہ کمالیہ کے جلسہ سے فراغت کے بعد حضرت کی زیارت کے لئے لاہور پہنچا۔ مسجد میں بوقت دوپہر حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر پہلے حضرت کارخانہ میں تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے حضرت کے صاحبزادہ مولانا عبیداللہ صاحب انور زید فیضہم کی خدمت میں زیارت کے لئے عرض کیا تو حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف (جو اب بفضلہ تعالیٰ حضرت کے جانشین ہیں) اپنے اخلاق کریمانہ کی بناء پر خود بندہ کے ساتھ کارخانہ میں تشریف لے گئے اور وہاں چھوڑ کر واپس چلے آئے۔

بندہ حضرت قطب العالم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضرت نہایت بشاشت کے ساتھ دیر تک بیٹھ کر اپنے ارشادات سے سرفراز فرماتے رہے۔ توکّل کے سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے اپنے تینوں بیٹوں کی تکمیل کر دی ہے اور سب کو تاکید کر دی ہے کہ دینی خدمت پر کوئی تنخواہ نہیں لیں گے۔ مولوی حبیب اللہ مدینہ منورہ میں بلا تنخواہ درس دیتا ہے۔ اس کا ذکر بھی غالباً کشفاً فرمایا تھا۔ کیونکہ کچھ دن پہلے پڑیال ضلع راولپنڈی سے ہمارے محترم صوبیدار عبدالمجید صاحب ناظم اعلیٰ جمعیتہ علمائے اسلام نے بذریعہ خط اطلاع دی تھی کہ وہاں ایک مولوی صاحب نے اکابر دیوبند کے خلاف بہت سخت تقریر کی ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ مولوی حبیب اللہ صاحب (حضرت لاہوری کے بڑے صاحبزادہ) مدینہ منورہ میں سعودی حکومت سے تنخواہ لیتے ہیں۔ صوبیدار صاحب نے فرمایا تھا کہ اس کی تحقیق کی جائے۔ میرا غالب خیال بھی تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف تنخواہ نہیں لیتے ہوں گے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرما دی۔

اخلاص کے سلسلہ میں فرمایا کہ لندن سے خطوط آتے ہیں کہ ہمیں خدام الدین انگریزی میں شائع کرنے کی وہاں اجازت دی جائے۔ لیکن میں نے اجازت نہیں دی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نفع دینی تو اخلاص کی بناء پر ہوتا ہے اور وہاں خدام الدین کے لئے مخلصین کا عملہ نہیں مل سکتا۔ سبحان اللہ کس قدر اخلاص کی گہرائی پر نظر ہے ——

مدینہ منورہ کے سلسلہ میں فرمایا کہ الحمدللہ گیارہ بار حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی ہے وہاں پر تمام دنیا کے اولیاء اللہ جمع ہوتے ہیں۔ میں ہر جگہ اہل اللہ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا۔ لیکن میں نے اتنی مدت میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کوئی جامع بزرگ نہیں دیکھا۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو یہ بات حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے۔ آخر دعا کرا کے بندہ رخصت ہوا۔ اور کیا معلوم تھا کہ یہ زیارت آخری زیارت ہے بعد ازاں حضرت قطب العالم اپنے لاکھوں عقیدت مندوں کو داغ مفارقت دے کر رمضان المبارک میں محبوب حقیقی سے واصل ہوگئے۔ بعد از وفات منعم حقیقی نے اپنے اس برگزیدہ بندے کی مرقد مبارک کی خاک میں ایک خاص خوشبو پیدا فرما دی اور یہ حضرت کی ایک ممتاز حسی کرامت ہے۔

سلوک علی منہاج النبوۃ میں امام الاولیاء کا مقام

قاضی محمد زاہد الحسینی خلیفہ مجاز قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن حکیم نے نجات کامل اور یقینی فلاح کے لئے تزکیہ اور ذکر الٰہی کو شرط قرار دیتے ہوئے فرمایا

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی (الاعلیٰ)

ترجمہ! یقیناً کامیاب ہوا جس نے پاکیزگی حاصل کر لی اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز ادا کی۔

اس لئے فرائض نبوت میں سے امت کا تزکیہ باطن بھی متعین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝
(آل عمران آیت ۱۶۴)

ترجمہ! یقیناً اللہ تعالےٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا جبکہ ان میں رسول (علیہ السلام) کو بھیجا جو ان ہی میں سے ہے ان پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے اور ان کو پاکیزہ بناتا ہے اور اُن کو کتاب اور دین کی سمجھ سکھاتا ہے اگرچہ وہ ان کے آنے سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے

ایمان والوں پر خداوند قدوس نے اپنے جس احسان کو لقد کے ساتھ ملا کر تقسیم کرتے ہوئے ذکر فرمایا اس کے مندرجہ ذیل نتیجے ارشاد فرمائے

الف، وہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم اُن پر آیات الٰہیہ کی تلاوت فرماتے ہیں

ب، اور اُن کا تزکیہ فرماتے ہیں

ج۔ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اگرچہ اس احسان عظیم، نعمت الٰہی کی تشریف آوری سے پہلے قرآن کی اولین مخاطب قوم کی گمراہی بدعملی تک نہ تھی۔ بلکہ اس گمراہی کو ان کی زندگی میں ایک خاص مقام حاصل تھا اور وہ ضلال مبین کھلی گمراہی کا مصداق تھی مگر اس احسان عظیم نے ان کو نہ صرف اس کھلی گمراہی سے بچایا بلکہ وہ رضا خداوندی سے مشرف ہو کر رضی اللہ عنہم بن گئے بالفاظ دیگر

جس طرح جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی تلاوت آیت الٰہیہ (قرآن کریم اور پھر اس کی تعلیم، اور اس کے اسرار و رموز بیان فرمانا ہے۔ اسی طرح آپ کے فرائض نبوت میں سے مخاطبین کا تزکیہ باطن بھی ہے۔ اکثر آیات میں یُزَکِّیْھِمْ کا جملہ درمیان میں لایا گیا جس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ تعلیم کتاب، تلاوت آیات الٰہیہ اس وقت تک مؤثر نہیں ہو سکیں جب تک کہ مخاطب دولت تزکیہ سے منور نہ ہو۔ تزکیہ سے مراد قرآنی ارشادات میں تزکیہ نفس ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (والشمس)

ترجمہ! وہ یقیناً کامیاب ہوا جس نے نفس کا تزکیہ کر لیا۔

یہ تزکیہ نفس زبانی اقرار اطاعت اظاہری اعمال، سے ترقی پذیر ہونے کا نام ہے اور یہ ایمان کی تعبیر کامل ہے

اس لئے کہ ایمان اس قلبی کیفیت کا نام ہے۔ جو دل کی گہرائیوں سے اسلام اور تعلیمات کی صداقت کو قبول کر لینے کے بعد پیدا ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا (الانفال ۱۶)

ترجمہ! مومن وہی ہیں جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جائیں اور یہ ان کا ایمان بڑھا دیں،

یعنی ایمان کی علامت یہ ہے کہ ذکر الٰہی سے فوراً ان کے دل بے قرار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ تلاوت آیات الٰہیہ سے صماً و عمیاناً کا اثر قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے ایمان میں ترقی ہو جاتی ہے اور یہی صفت تقوی القلوب کہلاتی ہے۔ فرمایا

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (الحج ع ۴)

ترجمہ! اور جو اللہ (کی عظمت) کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا (وہ ایمان دار ہے) اس لئے یہ تعظیم دل کا تقویٰ ہے

حاصل یہ نکلا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا منصب اول یعنی تلاوت آیات قرآنیہ مخاطب کے دل میں اس وقت قرار حاصل کر سکتی ہیں جب کہ تزکیہ نفس سے مشرف ہو جائے سادہ اور آسان الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تزکیہ نفس، تقوی القلوب کا دوسرا نام ہے۔ اور اس کے حصول کے بغیر آیات قرآنیہ کو سن تو سکتا ہے مگر ان کو قبول کرنے کے لئے دل کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اسی طرح تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت سے معلومات میں اضافہ تو ہو سکتا ہے۔ مگر اس تعلیم پر عملی یقین اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ قلوب یفقھون بھا سے موصوف نہ ہو جائیں جیسا کہ ابوسعید ابوالخیرؒ نے ابن سینا سے فرمایا تھا "آنچہ تو مے گوئی من مے دانم و آنچہ تو مے دانی من مے بینم"

قرآن حکیم نے استماع آیات الٰہیہ اور ان میں غور و فکر کے بعد جس اثر کو نمایاں طور پر ارشاد فرمایا وہ دل کی اثر پذیری ہے۔ اور سلوک کا یہی موضوع ہے کہ دل کی اس طرح تربیت اور اصلاح کی جائے کہ وہ احکام قرآنیہ کو خوشی خوشی قبول کرے۔ جیسا کہ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دل کو مرکز اعضائے انسانیہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ! بے شک انسانی جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہے تو سارا بدن درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے یاد رکھو وہ دل ہے،

قلب کی اصلاح اس طرح پر کرنا کہ اس کو قرار حاصل ہو جائے۔ یہ قرار اور اطمینان صرف ذکر اللہ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے ارشاد قرآنی ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد ع ۴)

پس سارے سلوک اور عرفان کا خلاصہ اور

جوہر ذکر اللہ ہی ہے۔ جو محنت اور کوشش ذکر اللہ کے حصول اور بقاء کے لئے کی جائے گی اس کو تزکیہ نفس کے لئے جدوجہد کا نام دیا جاسکے گا۔ اور جو محنت یا سعی ذکر اللہ کی بجائے کسی اور مقصد کی خاطر کی جائے گی اس کو تزکیہ نفس کا نام دینا بے انصافی ہوگا۔ اصلاح قلب سے مراد یہ ہے کہ "دل ایمان کی حقیقت کو قبول کرے

قرآن حکیم میں اعراب (دیہاتی مسلمانوں) کے قول آمنا کا جواب دیتے ہوئے خداوند قدوس نے فرمایا

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات پ۲۶)

ترجمہ! دیہاتی مسلمانوں نے آمنا کہا آپ فرما دیجئے کہ ابھی تم مومن نہیں بنے لیکن تم اسلمنا کہو (اس لئے کہ) اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا

جب یہ ایمان دل میں راسخ ہو جاتا ہے۔ تو اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ شہید بالاکوٹ، مولانا محمد اسماعیل قدس سرہ فرماتے ہیں

لفظ مبارک اللہ کا (یعنی اسم ذات) جو عالم الفاظ میں حضرت بیچون سبحانہ و تعالیٰ کی تجلی ہے جب ذاکر کے حلق زبان اور تالو اور کان کو نور اور سکینہ اور لذت سے مالا مال کر دیتا ہے۔" (صراط مستقیم ص۹)

یہی ذکر الٰہی آہستہ آہستہ ترقی کر کے روح انسانی کو پابند حکم خداوندی کر دیتا ہے حضرت شہیدؒ نے فرمایا

جب طالب اپنے ادراک اور ہمت سے اس مفہوم میں استغراق قوی حاصل کر لیتا ہے اور یہ تجلی اس کی جان سے پیوند ہو جاتی ہے تو سالک کی لطیف ترین اجزاء کو جس کا نام روح الٰہی ہے اپنا آشیانہ بنا کر اور اس کے امتزاج سے اپنی اصل کی طرف کھینچتا ہے۔" ص۹

اب یہ ذکر لسانی، ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر نفسی، ذکر سری سب کے سب اکٹھے ہو کر انسان کے بدن پر اثر انداز ہو جاتے ہیں اور بدن انسانی ہر وقت مطیع امر خداوندی ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر ۲۳)

ترجمہ! اس کتاب سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اپنے رب سے ڈرنے والوں کے پھر ان کے چمڑے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں

المرام یہ کہ سلوک اس طریقہ تربیت کا نام ہے کہ جو دل کو اس قدر اتباع شریعت پر مائل کر دے کہ جس قدر لذت ذکر سے مرتبوں میں بلندی ہو اسی قدر رجوع الی اللہ اور اطاعت خداوندی اتباع شریعت کا جذبہ پیدا ہو۔ حضرت شہیدؒ نے فرمایا

سالک کو لازم ہے کہ مشاہدہ کے مرتبے پر پہنچے اور سلوک اوّل کے تمام ہونے کے بعد سلوک ثانی کی طرف توجہ کرے مامورات اور منہیات کے ہر باب میں عزائم شریعت کا اختیار کرنا اس سلوک کے لوازمات سے ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ شرع شریف کی متابعت ایمان کا لازمہ ہے سالک کے ذمے لازم ہے کہ ہمیشہ شریعت کا تابع رہے اور شریعت کی اتباع کے ساتھ سلوک اول کو ختم کرے اور سلوک ثانی میں عزائم شرعیہ کو جس طرح کہ چاہے مضبوط پکڑے اور یہ عزیمت کبھی دل سے ہوتی ہے کبھی اعضاء سے مثلاً کلام اللہ شریف کا اتنا ادب کرے کہ اس کو بے وضو ہاتھ نہ لگائے شریعت کا لازم ہے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بے وضو ہاتھ نہ لگائے اور سلوک ثانی کے سالک کے واسطے لازم ہے کہ اس سے زیادہ ادب کرے۔ مثلاً قرآن شریف کے پکڑنے کے وقت کسی اور کام کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور مؤدبانہ طور بیٹھے اور کلام الٰہی کی عظمت کو حاضر کر کے اس سے قرآن شریف کی عظمت کی طرف انتقال کر کے اپنی کمینگی اور گندگی کا خیال کر کے اس بڑی نعمت کی قدر جانے کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ایسی بزرگ اور پاک چیز مجھ ایسے عاجز گندے کمینے کے ہاتھ آئی ورنہ مجھ میں تو اس نعمت کی لیاقت نہ تھی اور ایسے خیال سے اس کا سینہ خوشی کے مارے مالا مال ہو جائے گا (صراط مستقیم ص۱۴۱)

اسی اتباع کامل کو قرآن حکیم نے یقین کے ساتھ تعبیر فرمایا اور یہ اتنا بڑا یقین ہے کہ حسب ارشاد قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی "الحق کہ کشف و کرامت ایک جو برابر بھی نہیں اس نور یقین کے سامنے"۔ (مکاتیب رشیدیہ ص۸۱)

اور یہی نور یقین الاستقامت کا نام ہے جس کے عظمت کو بھی قطب الارشاد یوں فرماتے ہیں "باتفاق صوفیاء کرام کشف کونیہ و خوارق عادات در عالم خلق مقاصد تصوف سے نہیں ہیں نہ اس پر مدار افضلیت و مدار اقربیت الی الی اللہ تعالیٰ ہے۔ ص۱۱

یہی وہ سلوک جس کو قرآن حکیم نے تزکیہ نفس سے تعبیر فرمایا۔ اگر تزکیہ نفس حاصل نہ ہو۔ تو یہ سلوک وہ سلوک نہیں جو سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے۔ قرآن حکیم نے بدن انسانی کا مرکز دل کو قرار دے کر اس کے اطمینان اور اصلاح کے لئے ذکر کو مقرر فرمایا۔ یہی ذکر انسانی جسد کو اعمال صالحہ کی طرف نہ صرف مائل کرتا ہے بلکہ انسان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ ارشاد قرآنی ہے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ o (الرعد)

ترجمہ! یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے (اور وہ یوں کہ) جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے نیک ان کے لئے مبارک ہے اور بہترین انجام ہے۔

آیت بالا واضح فرما رہی ہے کہ

الف۔ دل کا اطمینان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہے (ب) اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ، اور عمل صالح پیدا ہو جاتا ہے (ج) نتیجہ یہ ہے کہ ان کا انجام بہتر ہوتا ہے۔

اس تمہید کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ حسب ارشاد قطب الارشاد گنگوہیؒ

"سالک کے لئے سب سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے عقائد اور اعمال کو درست کر سکے (امداد السلوک ص۵)

علم شریعت کے بغیر جو سلوک ہوگا وہ سلوک علی منہاج النبوۃ کہلائے جانے کا مستحق ہوگا کشف و کرامات شہود و تجلیات، استغراق وغیرہ مقامات سب کے سب نتائج ولایت یا ثمرات السلوک حاصل ہو سکتے ہیں مگر ان سب کے حاصل کرنے کا پہلا دروازہ شریعت ہے۔ قطب الارشاد ہی فرماتے ہیں

"سلوک نام ہے صفات رذیلہ (بخل، حسد کبر، ریا وغیرہا) کو دور کرنے اور صفات حسنہ (سخاوت۔ اخلاص عجز، تواضع وغیرہا) پیدا کرنے کا اور طریقت نام ہے ان مقامات میں ترقی کرنے اور ان منازل کے طے کرنے کا جو دربار خداوندی تک پہنچاتے ہیں۔ اور ان سب کا پہلا دروازہ شریعت ہے" کتاب مذکور ص۲

اسی لئے ہمارے اکابر قدس اللہ اسرارہم کے ہاں سلوک اور طریقت اتباع سنت کا نام ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد

صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں

"اتباع سنت کا ہمیشہ خیال رکھیے یہی کمال ہے یہی مطلوب ہے یہی رضا خداوندی کا موجب ہے" مکتوبات جلد اول ص۴۳

"جہاں تک ممکن ہو اتباع شریعت اور سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری ہمیشہ ملحوظ قلب و بصر رکھیے (جلد دوم ص۲۳۲)

اسی اتباع سنت اور اتباع شریعت کو شیخ الاسلام کے شیخ حضرت گنگوہی قدس اسرارہم نے فرمایا۔

کہ تیس ۳۰ برس کے تصوف و سلوک کی حقیقت اب جاکر ہم پر منکشف ہوئی وہ اتباع سنت ہے (جلد دوم ص۴۲)

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر کے ہاں ان عملیات اور وظائف تسخیر وغیرہ کا گذر ہی نہ تھا وہ ان سب وظائف میں اپنے اپنے مشائخ سے مجاز تھے مگر عمل میں صرف قرآن و حدیث کی تعلیم اور اس پر عمل تھا۔ جیسا کہ حضرت مدنیؒ نے عمل تسخیر کے ایک طالب کو جواب میں فرمایا

"کوئی عمل تسخیر کا ایسا ہوتا تو میں یہاں جیل ہی میں کیوں پڑا ہوتا سب سے بڑا عمل تسخیر کا تقویٰ ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَہُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ (مریم پ۱۶)

اللہ تعالےٰ کو راضی کیجئے اخلاص للّٰہیت اور تقویٰ ہر چیز میں نصب العین قرار دیجئے (مکتوبات ج ۱ ص۳۳۶)

امام الاولیاء مولانا **احمد علی** صاحب قدس سرہ العزیز اسی سلوک علی منہاج النبوۃ کے گوہر تابدار ہیں۔ آپ کی ساری زندگی اتباع سنت میں بسر ہوئی جس کے چند شعبوں پر اجمالی تبصرہ کیا جاتا ہے

(الف) سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مرجع قرآن حکیم ہے۔ جیسا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآنُ، سید الانبیاء کے اخلاق عظیمہ تعلیمات قرآنیہ کا پرتو تھے۔ یہ درست ہے کہ برصغیر میں شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہٗ نے قرآنی تعلیمات اسرار و معارف قرآنیہ کو عام کرنے کے لئے سب سے پہلی کامیاب جدوجہد فرمائی۔ مگر جس نہج پر امام الاولیاء نے تعلیمات قرآنیہ کو عام فرمایا اس کی نظیر اس دور میں نہیں ملتی آپ کے درس عمومی اور درس خصوصی ہر وقت اور ہر جگہ جاری رہے۔ عزیزہ کی موت نے بھی درس قرآن ناغہ نہ ہونے دیا۔ بلکہ اس دن بھی درس قرآن باقاعدگی کے ساتھ حسب معمول دے کر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ ایک دفعہ جیل میں جب کوئی مسلمان مخاطب نہ ملا۔ تو آپؒ نے اتباع سنت میں ایک ہندو کو رب العالمین کا کلام سنایا۔ قرآن حکیم کا ترجمہ اور تشریح کئی دفعہ شائع فرمایا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ پر عمل کرتے ہوئے اس کے سارے حقوق تبلیغ اور اشاعت دین کے لئے وقف فرما دیئے آج ۱۰۰۰ صفحات پر مشتمل مترجم اور محشی کلام مجید مجلد صرف چھ روپیہ میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ خدام الدین میں درج شدہ خطبات جمعہ اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ آپ کا وعظ اور تذکیر بھی علےٰ منہاج النبوۃ تھا۔ ارشاد قرآنی ہے فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ (ق)، خدمت قرآنیہ میں آج کل جس قدر ادارے اور افراد مصروف ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ سب حضرات مولانا قدس سرہٗ العزیز کا فیض ہے کہ جنھوں نے بدعات میں گھرے ہوئے شہر کو کلام اللہ کی تجلیات سے رونق بخشی۔

(ب) باوجودیکہ آپ علوم عقلیہ اور نقلیہ کے بہترین جید عالم تھے مگر آپ کے ارشاد و تلقین میں وہ سادگی اور دلکشی پائی جاتی تھی جو بڑے بڑے مقرروں کو نصیب نہیں ہوا ـــ اور اس میں بھی سب سے بڑا جوہر سلوک علی منہاج النبوۃ کا ہے آپ کی مجلس ذکر، عمومی وعظ و نصیحت سے جن لوگوں کو سننے کا شرف حاصل ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ کے وعظ و تذکیر میں مندرجہ ذیل تین امور مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔

ا۔ سادہ الفاظ، جو از خود بے تکلف طریقہ پر زبان پر آجاتے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ محض مجمع کو خوش کرنے یا ان کی کشش کے لئے بات بنایا نہ کرتے تھے

ب۔ ہمیشہ اس عنوان کو اختیار فرمایا جو وقتی ضرورت پر مشتمل ہوتا ہے اور اس میں کوئی مصلحت آپ کو باز نہ رکھ سکتی تھی۔

ج۔ آپ کے ارشادات میں دور از کار قصے، کہانیاں، شعر و اشعار کا دخل نہیں تھا۔

سیرت سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ یہی وہ طرز تبلیغ اور ارشاد ہے۔ جو سید المبلغین صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ تھا

"ب" اشاعت سنت اور تردید بدعت "یہ ایک مستقل عنوان ہے اور ان خدمات کا سنہری باب ہے جو شاہ ولی اللہ مجدد الف ثانیؒ، قاسم العلام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم کی ان خدمات پر مشتمل ہے۔ جو ان حضرات اور ان کے متعلقین نے اس ہندوستان میں انجام دیں جہاں شرک و کفر کا مرکز ہونے کی وجہ سے نسلاً بعد نسلٍ غیر شعوری یا ارادی طور پر مسلمان بھی ان رسوم کا شکار تھے۔ حضرت لاہوری قدس سرہ اس سلسلہ اشاعت دین میں بھی علےٰ منہاج النبوۃ کی مثال تھے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت نے بدعات کی تردید اور اس کے مقابلہ میں سنت کی عملی ترویج اور اشاعت میں نمایاں حصہ لیا یہ آپ ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ کے متوسلین اور معتقدین میں ایسے خوش بخت نوجوان پیدا ہو گئے کہ جنہوں نے اپنی برات واپس لے آنا تو گوارہ کر لیا مگر سسرال والوں کی اس فرمائش کو ٹھکرا دیا جو شادی کے موقع پر گانے بجانے کی بدعت پر اصرار کر رہے تھے لاہور کے کم و بیش ایک لاکھ انسان اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ امام الاولیاء کی صحبت اور ان کے تعلق سے پہلے وہ کس قدر بدعات سے مانوس تھے مگر اب وہ کس قدر سنت کے نہ صرف عامل ہیں بلکہ سنت کے عاشق زار ہیں اس میں تامل نہ ہونا چاہیئے کہ متوسلین کے لئے دعا کرنا آسان ہے اپنی کسی کرامت کے ظہور پر مسرت کرنا سہل ہے وعظ و تقریر کرنا بھی کچھ مشکل امر نہیں اگر مشکل ہے اور یقیناً مشکل ہے تو یہ امر کہ خاندانوں میں صدیوں سے موجود رسم و رواج کو مٹا دینا، اپنی علمی اور روحانی محنت سے بدعت اور عصیاں میں شرابور انسان کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا دلی عقیدت مند اور عامل بنانا ہے

ج: حقوق اللہ و حقوق العباد، اسلام کی مقدس تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک، جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ ان دونوں پہلوؤں کے لئے مشعل راہ ہے۔ امام الاولیاء لاہوری قدس سرہ العزیز کے ارشاد و تلقین میں دونوں امور کا التزام ہے۔ آپ نے اپنے متعلقین اور متوسلین کو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے ادا کرنے کی تعلیم دی۔ آپ بیعت کر لینے پر جو سب سے پہلی تعلیم دیا کرتے تھے اس میں ان دونوں پہلوؤں پر عمل کرنے کا حکم ہے آپ کا ارشاد اولین یہ ہے۔ ذکر اللہ، پابندی نماز، اللہ کے بندوں کو دکھ نہ دینا، اس میں پہلی دو باتیں (ذکر اللہ اقامت صلوٰۃ) حقوق اللہ سے متعلق ہیں۔ اور تیسری کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ معاملات کا تقویٰ ہی اسلامی تعلیمات کا جوہر اور روح ہے۔ اگر معاملات خراب ہیں۔ رزق کی آمد اور آورد میں حلال اور حرام کی تمیز نہیں وہ انسان، دربار خداوندی سے مردود ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

بعض پراگندہ بدن اور پراگندہ بالوں والے انسان لمبے لمبے ہاتھ کر کے یارب یا اللہ

کہتے ہوئے اللہ تعالےٰ کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ ان کی دعاؤں کو قبول نہیں فرماتے۔ اس لئے کہ ان کا رزق حرام، ان کا لباس مال حرام سے ہے (اوکما قال علیہ السلام)

۱۔ سلوک علی منہاج النبوۃ کا ایک امتیازی مقام یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں جو حائل ہو اس کو ہٹا دیا جائے۔ اور اس کے لئے سعی کی جائے۔ انبیاء علیہم السلام کی سیرت مقدسہ ہمارے سامنے ہے کہ انہوں نے اشاعت توحید کے لئے باطل قوتوں کا مقابلہ کیا حضرت موسےٰ علیہ السلام کا فرعون سے مقابلہ کرنا اور اسے صاف صاف یہ فرما دینا۔ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ نص قرآنی ہے۔ قرآن حکیم سے جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکام تورات کی شکل میں فرعون کے غرق ہوئے کے بعد ملے۔ جبکہ باطل قوت مغلوب ہوگئی اور میدان تبلیغ صاف ہوگیا۔ خود سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر سورۃ النصر کا نزول اس امر کی نشان دہی کر رہا ہے کہ مخلوق کا دین خداوندی میں جوق در جوق داخلے کی بشارت اس وقت دی گئی جبکہ مکہ فتح ہوگیا، علےٰ ہذا القیاس مکہ مکرمہ کے فتح ہونے پر اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا اعلان فرمایا آپ نے راتوں جاگ کر عبادت میں پاؤں مبارک متورم کرلئے مگر ان کو میدان جہاد میں اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ کا اعلان فرمایا۔ خلیفہ راشد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بیک وقت سید الانبیا کی نیابت کرتے ہوئے مسجد نبوی میں فرائض امامت صلوٰۃ انجام دیئے۔ اور اسی وقت مانعین زکوٰۃ کے ساتھ قتال کا اعلان بھی فرمایا۔ اور ساتھ ہی مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے بھی لشکر جرار کو روانہ فرمایا الحمدللہ ہمارے اسلاف اس معیار پر بھی عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ کا مصداق ہیں۔ شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز، شہید بالاکوٹ سید احمد بریلوی، رحمۃ اللہ علیہم کے قصے اگر تاریخی دستاویز کی شکل میں ہیں تو ابھی اس برصغیر میں ہزاروں وہ انسان موجود ہوں گے۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے شیخ الہند محمود الحسن، عبید اللہ سندھی سید حسین احمد مدنی نور اللہ قبورہم کی زیارت کی ہو اور آج تک ان کے کانوں میں ؎

ہر دم فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

کی گرج گونج رہی ہوگی۔ خانقاہوں کو ذکر الٰہی سے آبادی کا مبارک عمل ہے قَائِمُ اللَّیْلِ صَائِمُ النَّہَارِ ہو جانا خوش قسمتی ہے مگر جیسا کہ عبداللہ بن مبارک نے فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہما کو تحریر فرمایا تھا

یَا عَابِدَ الْحَرَمَیْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا
لَعَلِمْتَ اَنَّکَ فِی الْعِبَادَۃِ تَلْعَبُ

ترجمہ! اے حرمین میں عبادت کرنے والے اگر تو ہمیں دیکھ پائے تو تجھے یقین ہو جائے تو عبادت میں کھیل رہا ہے

مَنْ کَانَ یَخْضِبُ خَدَّہٗ بِدُمُوْعِہٖ
فَنُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

ترجمہ! جو آدمی خشیت الٰہی سے اپنے رخساروں کو رنگین کر رہا ہے (تو یہ کوئی بڑی بات نہیں)، ہمارے تو سینے ہمارے خونوں سے رنگین ہیں۔

امام الاولیاء کی زندگی ہمارے سامنے ہے آپ مؤتمر الانصار دیوبند کے زمانے سے لے کر ہندوستان کی آزادی کے آخری لمحے تک برسر پیکار رہے۔ تحریک خلافت، جمعیت العلماء، ہجرت الغرض جو سٹیج بھی انگریز کو برصغیر سے نکالنے کے لئے تیار ہوا اس میں آپ نمایاں حیثیت سے شریک ہوئے۔

ھ۔ کمال عبدیت، انبیاء کرام نے مقام عبدیت ہی کو سب سے بڑا مقام اور امتیازی وصف سمجھا قرآن حکیم نے حضرت نوح علیہ السلام کو عَبْدًا شَکُوْرًا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ حضرت ایوب علیہ السلام نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوَّابٌ کے محبوب ترین الفاظ سے تعبیر فرمایا۔ خود سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو عَبْدِنَا کے خطاب سے سرفراز فرمایا معراج جیسی جسمانی بلندی اور بلاغی عروج پر اسریٰ بعبدہٖ کا ذکر فرمایا بلکہ اس مقام لامکان پر جہاں نوری بھی نہ جا سکیں اس وجود مقدس کو اپنے رب جلیل نے جن الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا، وہ اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ ہی کا طغریٰ امتیاز ہے۔ الحمدللہ ہمارے اسلاف اس مقام پر بھی جادۂ سنت سے نہ ہٹنے پائے بانی دار العلوم دیوبند نے اپنے آپ کو ہیچمدان محمد قاسم، استاذوں کے استاد تے جو دنیا کی نظر میں شیخ الہند ٹھہرے اپنے آپ کو بندہ محمود ہی لکھنے میں فخر سمجھا۔ دورِ حاضر میں روحانیت کے تاجدار حاجی امداد اللہ قدس سرہ العزیز نے ہمیشہ اپنے آپ کو فقیر امداد اللہ ہی لکھا۔ قطب الارشاد رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ وقدس سرہٗ نے اپنے آپ کو بندہ رشید احمد ہی تحریر فرمایا۔ شیخ العرب والعجم مولانا مدنی قدس سرہٗ کا، ننگ اسلاف حسین احمد لکھنا تو معروف بین الانام ہے، حضرت امام الاولیاء لاہوری قدس سرہٗ العزیز فنا فی اللہ کے اس مقام پر تھے کہ مدح و ذم دونوں سے بے تعلق تھے۔ حضرت کے خطوط آج بھی موجود ہیں۔ ہمیشہ از احقر الانام احمد علی سے گرامی نامہ شروع فرمایا کرتے تھے اس طرز تحریر میں بھی اتباع سنت کا پہلو اجاگر تھا۔ سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے نورناموں کو اپنے اسم پاک سے شروع کرتے ہوئے

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کے پاکیزہ جملہ سے شروع فرمایا۔ حضرت رحمہ اللہ نے ان روحانی، علمی، دینی کمالات کے باوجود اپنے آپ کو احقر الانام لکھا یہ طریق کار بادی النظر میں خود معمولی ہی ہے۔ مگر اس بلند نظریہ حیات کا ترجمان ہے جس کی بنیاد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی

«اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا» پر استوار کی گئی ہے۔

و۔ «امتزاج شریعت و طریقت»

دورِ اول میں شریعت طریقت، معرفت سلوک تفقہ وغیرہا متعدد اور متفرق عنوانات کا مصداق ایک ہی سمجھا جاتا تھا اور یہی حسین امتزاج اسلام کا جوہر ہے صرف علم بے کار، اور صرف تصوف بے سود بلکہ بالفاظ شاہ ولی اللہؒ

جن صوفیہ نے کتاب وسنت کو ترک کر دیا ہے وہ ہم میں سے نہیں اور جو علماء تصوف کا انکار کرتے ہیں وہ چور اور رہزن ہیں۔ ان سے بچنا چاہیئے۔

الحمدللہ ہمارے اکابر اس معیار پر بھی پورے اترے ہیں تمام اکابر علماء برصغیر میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے امام الاولیاء قدس سرہ العزیز اس مقام پر بھی دوسرے ارباب طریقت سے ممتاز واقع ہوئے ہیں سالہا سال سے علماء کرام کی جماعت کو درس تفسیر خصوصی دینا معارف اسلام پر مشتمل حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینا ایسی مرد حق آگاہ کا کام ہو سکتا ہے جو علوم عقلیہ ونقلیہ میں دور رس نگاہ رکھتا ہو۔ وسائل اصلاح نفس، ریاضت وتزکیہ کے طریق کار کو اسی نہج پر سمجھانا جو شریعت مطہرہ کے مطابق ہو۔ یہ آپ کی تعلیمات کا خصوصی شعار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ہاں جن سعادت مندوں کو حاضری کا شرف حاصل تھا۔ ان کے صورت، سیرت، شریعت کے مطابق ہوگئی اور ان کے قلوب ذکر الٰہی سے منور ہوگئے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً وَّاَفَاضَ عَلَیْنَا بَرَکَاتُہُمْ ــــ آمین

داماںِ نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گل چین تو ز تنگئی داماں گلہ دارد

مبشّرات

حافظ اقبال احمد جھنجھانوی۔ کرشن نگر لاہور

عاجز سراپا گنہگار پانچ چھ سال حضرت اقدس قدس اللہ سرہٗ اکثر سفروں میں بفضلہ تعالیٰ بطور خادم ساتھ رہا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ خصوصی اور دعاؤں کے طفیل اللہ تعالےٰ نے عاجز کو ملازمت و گھرداری کی پوری ذمہ داری کے ساتھ ساتھ حفظِ قرآن پاک کی لازوال نعمتِ عظمیٰ سے مزین فرمایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ "بیٹا تازیست اللہ تعالےٰ خلوص کے ساتھ سنانے کی توفیق عطا فرمائے" بفضلہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ قارئین کرام خلوص و استقامت کی دعا فرمائیں۔

بات دراصل یہ کہنی ہے کہ ہمارے ایک دوست ہیں صوفی جمیل احمد صاحب میواتی جو کہ اب حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مجاز ہیں۔ وہ ایک دفعہ قصور میں بچوں کو قرآن شریف بے لوث پڑھاتے تھے۔ بیعت حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے تھی۔ انگریزی تعلیم بھی تھرڈ ایئر تک تھی لیکن دین کا رنگ ایسا چڑھا کہ اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ خیر بہرحال ان کا معمول تھا کہ جمعہ مسجد شیرانوالہ دروازہ میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے پیچھے پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ وہ رمضان المبارک میں بوجہ مدرسہ بند ہونے کے دورۂ تفسیر میں شرکت کے لئے لاہور آگئے۔ روزانہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کو ضبط فرماتے تھے۔ عاجز بھی دفتر سے چھٹی پر تھا۔ میں بھی اسی طرح کرنے لگا۔ خیر رمضان المبارک گذرنے کے بعد وہ قصور مدرسہ میں چلے گئے اور میں اپنے دفتر میں۔

اب جو جمعہ کے دن وہ تشریف لاتے ہیں تو بتاتے ہیں (وہ بحمد اللہ اس سے پہلے کئی دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواب میں زیارت کر چکے تھے) کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بلند اور عالیشان مقام ہے اور مجھے آواز آتی ہے کہ یہ نبی جی کا مقام ہے یہاں سے سمندر پار کی روشنی نظر آتی ہے۔ اس عالیشان عمارت کے احاطہ میں حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درس قرآن پاک دے رہے ہیں۔ حضرت؟ حکم دیتے ہیں کہ چارپائی کو اٹھا کر سائے میں رکھ دو۔ عاجز اور صوفی جمیل احمد صاحب ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں۔ لیکن چارپائی کے سرہانے اور پائنتی پر دھوپ رہتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ عقل مند ہوتے تو اسے اس طرح رکھتے کہ چارپائی پر پورا سایہ ہو جاتا۔

اس کے بعد صوفی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک سفید پوش آتا ہے اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تم مجرم ہو، تم مجرم ہو، تم مجرم ہو۔ اور میں (یعنی صوفی صاحب) ایک بچہ کو قرآن شریف پڑھا رہا ہوں۔

خیر حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نماز مغرب کے بعد ان کے حجرہ مبارک میں صوفی صاحب نے عاجز کی موجودگی میں یہ خواب سنایا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ:۔

"قرآن کو چھوڑ کر جانے والے یقیناً مجرم ہیں اور یہ مبشرات ہیں"۔

ایک خواب اور عاجز نے لکھ کر دیا تھا جس کی تحقیق بھی کی تھی اور وہ یہ ہے۔

فیض باغ لاہور کا ایک راج عبدالقادر ایک دن رمضان المبارک میں جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ میں سویا ہوا تھا وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ حضرت اقدس قدس اللہ سرہٗ العزیز دفتر خدام الدین کے پاس اوپر والے حجرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ دو زانو بالکل سامنے بیٹھے ہیں اور زانو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مبارک سے ملے ہوئے ہیں۔

عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے دوست کو جو اکثر مجھ سے جھگڑتا تھا، لے گیا ہم دونوں بھی اس مبارک مجلس میں بیٹھ گئے۔ میرا دوست مجھ سے کان میں سرگوشی کے انداز میں کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لو۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دریافت فرماتے ہیں کہ اے عبدالقادر کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ امت کے موجودہ فرقوں میں سے کون حق پر ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں حق ہے۔

عاجز نے فیض باغ جا کر اس خواب کی تحقیق کی اور پھر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لکھ کر پیش کر دیا تھا۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ پہلا سفر پشاور کا کیا اور اس کے بعد تقریباً پانچ چھ سال متعدد سفر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں بطور خادم بفضلہ تعالیٰ کئے۔

سفر کیا تھا کامیاب زندگی کے لئے بہترین اصول بتائے جا رہے تھے۔ حضرت اقدس قدس اللہ سرہٗ تانگے پر سوار ہوئے۔ خادم پیچھے بیٹھا اور مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم ساتھ تھے حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بیٹھتے ہی دعا پڑھی۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ اور پھر لمبی دعا پڑھی۔

اکثر سفر کے دوران فرماتے تھے کہ بیٹا قلیوں اور مزدوروں کے حق کا خیال کرنا۔ بڑے لوگ عام طور پر ان سے جھگڑتے ہیں ویسے تو پارٹیوں میں پانچ پانچ سو خرچ کر دیتے ہیں۔ لیکن غریبوں مزدوروں کا حق مارتے ہیں۔

خیبر میل سے پشاور کے لئے روانہ ہو گئے۔ صبح پشاور پہنچ گئے۔ چوک ناصر خاں میں ایک ٹمبر مرچنٹ (نام یاد نہیں) کے یہاں قیام کا انتظام تھا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر کے بعد اپنی جیب گھڑی دی اور فرمایا کہ جاؤ مسجد کی گھڑی سے ملا لاؤ اور نماز کے اوقات دیکھ آؤ تاکہ ہماری جماعت نہ رہ جائے۔

یہ اللہ والوں کی تربیت تھی کہ جا کر سب سے پہلے نمازوں کے اہتمام کا فکر فرمایا۔ لاہور آ کر حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے پشاور اپنے ایک ولی کی زیارت کے لئے لے گیا۔ دراصل چوک ناصر خاں میں ایک اللہ والے تھے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جاتے ہی فوراً تشریف لائے۔ سر سے ٹخنوں تک سفید عبا تھی اور چہرہ بھی کچھ چھپا رہتا تھا۔ قریب ہی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے کچھ مختصر سی باتیں کر کے جلدی چلے گئے پھر چائے پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو فرمایا۔ کچھ اور حضرات بھی تھے۔ دوران چائے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کو کچھ دیا۔ وہ صاحب فوراً بیساختہ بولے کہ جلدی سے جنت کا سرٹیفیکیٹ مل رہا ہے۔

ان کی صدارت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود شدید بیماری کے رات کو جلسہ عام میں تقریر فرمائی اور ان کا یہ جملہ اب تک عاجز کے کانوں میں گونج رہا ہے:۔

"اے رحمۃ اللعالمین ہم آپ کو خدا تو نہیں مانتے۔ لیکن خدا کے بعد آپ جیسا کسی کو بھی نہیں جانتے۔"

نذرِ شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

علامہ انور صابری

اے کلام اللہ کے دانائے اسرار و رموز
منکشف تھے ذہن پر تیرے مشیت کے کنوز

بابِ علمِ مصطفٰےؐ تیرا دلِ آگاہ تھا
تو صراطِ مستقیمِ حق کا خضرِ راہ تھا

تیری پیشانی تھی "انور شاہ" کی آئینہ دار
دین پوری کا فیض تھا تیری جبیں سے آشکار

تجھ سے ملتا تھا نبوت کے حقائق کا سراغ
رہنمائے فکر تھا محمودؒ و قاسمؒ کا دماغ

تو قرونِ اولین کا پیکرِ تفسیر تھا
خوابِ ماضی کی مجسم دلنشین تعبیر تھا

تیرے اندازِ بیاں میں جذبۂ ایثار تھا
عشق تیرا گوہرِ گنجینۂ کردار تھا

حکمت و دانش کو تو نے صاحبِ عرفاں کیا
زندگی کو ہم مزاجِ مقصدِ قرآں کیا

بربطِ جبریل کے نغمے ترے کانوں میں تھے
ولولے ایماں کے رقصاں تیری شریانوں میں تھے

تجھ کو "سندھیؒ" نے سکھائے تھے رموزِ انقلاب
تھی خرد آموز تیرے واسطے امّ الکتاب

درس نے تیرے کئے پیدا وہی خدامِ دیں
جن کی ہستی دولتِ ختمِ رسالت کی امیں

فلسفہ اسلام کا نازیست سمجھاتا رہا
فقر کو آدابِ سلطانی کے سکھلاتا رہا

تو رہا لاہور میں اور دل مدینے میں رہا
بن کے اک موتی محمدؐ کے خزینے میں رہا

تھی دلیلِ زندگیٔ عصرِ نو تیری حیات
روح کا پیمانہ تھا یا بحرِ تقدیسِ صفات

انورؔ خورشید نسبت جاودانی بن گیا
نور آنکھوں کا تری خود تیرا ثانی بن گیا

بایزیدِ دورِ حاضر کا تجھے زیبا خطاب
تھا ترا ذوقِ عبادت اولیاء کا ہم رکاب

گلشنِ فردوس کے سانچے میں ڈھلتی جائے گی
تیری تربت سے سدا خوشبو نکلتی جائے گی

حضرت شیخ التفسیرؒ کا منہاج درس و تفسیر

(مفکر اسلام علامہ خالد محمود ایم اے۔ فاضل دیوبند)

درس قرآن کا یہ تجزیہ حضرتؒ سے گہرے تعلق کا غماز ہے اور دراصل یہ علامہ موصوف کا ہی حصہ ہے —— (نظر)

مجتہد لوگ مر نہیں سکتے! —— وہ فقط راستہ بدلتے ہیں
ان کے نقش قدم سے صدیوں تک —— منزلوں کے چراغ جلتے ہیں

اس نازک دور میں جبکہ الحادی نظریات اور مادی قدروں کا سیلاب ہر مضبوط بند کے نیچے بھی اپنی راہیں نکال رہا ہے۔ ایسی ہستیاں تعداداً بہت کم ملیں گی جنہوں نے قرآن عزیز کو شاہراہ اسلام یعنی سنت اور سلف صالحین سے حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ہر طبقے کے مسلمانوں کو کتاب اللہ سے وابستہ کرنے کی کوشش کی ہو اور اس آسمانی ہدایت نامہ کے درس و تفسیر کے لئے ایک ایسا منہاج قائم کیا ہو جس سے زیادہ سے زیادہ مسلمان اپنی زندگیوں کی تاریکیوں میں شمع فروزاں حاصل کر سکیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اصول تفسیر میں لکھتے ہیں

"امت کے لئے فہم قرآن ازبس ضروری ہے کہ قرآن ہی خدا کی مضبوط رسی ہے وہی ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے اس میں نہ خواہشیں کچھ پیدا کر سکتی ہیں نہ زبانیں کچھ شک ڈال سکتی ہیں بار بار دہرانے سے وہ پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے عجائبات کبھی ختم ہونے کے نہیں علماء کو اس سے سیری نہیں ہوتی جو کوئی اس کے بموجب کہتا ہے سچ کہتا ہے جو کوئی اس پر چلتا ہے اجر پاتا ہے۔ اور جو کوئی اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے عدل برتتا ہے جو کوئی اس کی طرف بلاتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے"

قرآن پاک کی تبلیغ و اشاعت جب تک عرب ہاتھوں میں رہی اس کے معنی و موضوع اور مقاصد و مطالب سب وہی رہے جو دین فطرت کے صحیح ترجمان تھے اور ہمارے ان اسلاف نے جہاں تک ہو سکا قرآن فہمی میں تاویل و تکلف سے بچتے ہوئے ایسی دعوت فکر پیش کی جو دلوں کو اللہ کی عظمت اور اس کے تقدس سے بھر دے اور آخرت کی صحیح فکر پیدا کر کے انسانوں کو اسلام کی شاہراہ مستقیم پر ڈال دے۔

ان بزرگوں کا طریق یہی تھا کہ قرآن کریم کے سمجھنے میں جہاں مشکلات یا متشابہات پیش آئیں صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ کے فیصلوں کا احترام کیا جائے، اور ان کی تفسیر کی روشنی میں ہی مرادات کلام باری کا تعین ہو اور آیات احکام میں خود مجتہد بننے کی بجائے مجتہد صحابہ اور ائمہ دین پر پورا اعتماد کیا جائے اس انداز فہم سے قرآن پاک ان کے لئے ایک نہایت آسان کتاب تھی جو اپنے مطالب و مقاصد کے اعتبار سے دین فطرت کی صحیح ترجمان تھی ان کی نظر و فکر ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر کا ... پوری طرح انجذاب کر چکی تھی۔

جب قرآن عرب سے باہر عجمی ممالک میں پہنچا تو یہ علاقے پہلے سے یونانی معیار دانش، ہندی تفلسف مجوسی اوہام اور رومی نظریات حیات سے کافی حد تک متاثر تھے جب اسلام کے فطری اصولوں کی ان انسانی فکروں سے ٹکر ہوئی جو محدود نظر و تجربہ کی حامل تھیں تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ان مخالفین کی مدافعت انہی کے معقولی ہتھیاروں سے کی جائے تاکہ قلعہ اسلام کا ہر ممکن حملے سے پورا تحفظ ہو اس موقع پر متکلمین سامنے آئے جنہوں نے بحمداللہ ہر رخنے کا پوری کامیابی سے سدباب فرمایا فجزاہم اللہ۔

لیکن اس تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی تھا کہ اس انداز فکر سے کچھ بے جا تاویلات کا دروازہ بھی کھلنے لگا یہاں تک کہ تفسیر قرآن تکلفات کی ایک آماجگاہ بن گئی آیات قرآنیہ سے ایسے دلائل لائے جاتے جن کی متحمل وہ آیتیں ہرگز نہ ہوتیں اور پھر اپنے مسلک کے خلاف پڑنے والی آیات پر تحریف کے ہاتھ اس طرح صاف کئے جانے لگے کہ خوارج و روافض، جہمیہ و معتزلہ و مرجیہ بدعتی فرقوں کے ہاتھوں قرآن پاک ایک انتہائی مظلوم و مہجور کتاب بن کر رہ گئی۔

یہ لوگ قرآنی مرادات کو سلب کر کے ان آیات کو ایسے معنی پہناتے جن پر نہ الفاظ دلالت کرتے اور نہ ہی ان معانی و مفاہیم کا ہی وہاں کچھ دخل ہوتا وہ دلیل اور مدلول دونوں میں عموماً غلطی کرتے اور اگر کہیں حکم صحیح بھی ہوتا تو مدلول میں نہ سہی دلیل میں غلطی ضرور ہوتی تھی

آپ کو ایسے علماء اسلام بھی ملیں گے جنہوں نے اس غلط انداز فکر پر تنقید کی اور ان شبہات کا پوری تحقیق سے ازالہ فرمایا۔ لیکن وہ خود بھی لاشعوری طور پر ایسی لاطائل بحثوں کے عادی ہو گئے کہ مقصود قرآن نظروں سے اوجھل ہو گیا اور قرآن عزیز عملی زندگی میں روشنی پیدا کرنے اور فکر آخرت کو بیدار کرنے کی بجائے محض علمی ورزش اور اظہار قابلیت کا ایک ذریعہ بن کر رہ گیا اس انداز بیان میں اگرچہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے کوئی تصادم نہ تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ عربی اسلام ہونے کی بجائے محض ایک عجمی اسلام تھا۔

قرآن کے بیان میں عجمی اسلام کے ترجمان بعض ایسے مفسر بھی ملتے ہیں جو ایک آیت میں ستر ستر احتمال پیدا کرنے کو قرآن کی بہت بڑی خدمت اور اپنی قابلیت کے اظہار کا ایک نہایت دلکش ذریعہ سمجھتے ہیں تفسیر قرآن کے اس انداز فکر میں آپ کو قطعیت سلب ہوتی نظر آئے گی اور یہ علمی ورزش قرآن پاک کی ابتدائی سطح ہدایت کو ایسا اکھاڑا بنا دے گی کہ اس میں ہر طرف بھربھری زمین ہی دکھائی دے گی اور صلابت کا نام و نشان بھی نہ ملے گا۔ پھر آپ کو درس قرآن اور تفسیر کے ایسے ترجمان بھی ملیں گے جو قرآن پاک کے جغرافیائی موضوعات کا اس طرح اہتمام کریں گے گویا کہ قرآن عزیز نازل کرنے والی ذات عز و علا کا مقصد یہی جغرافیائی تفصیلات تھیں۔

الغرض عربی اسلام پر اس عجمی اسلام نے اس قدر غلبہ پایا کہ اس سرچشمہ حیات کے طالبین میں نہ قرآنی عربی کا وہ ذوق رہا اور نہ اس کے اسلوب ہدایت کو وہ لوگ پا سکے جن علماء نے مقامات بدیع الزماں وہمدانی اور مقامات حریری کا قرآن کے ذوق عربیت سے کبھی تقابل کیا ہے وہ ہمارے اس عربی اسلام اور عجمی اسلام کے اس فرق کو نہایت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

اس پُرفتن زمانے میں اور خاص طور پر لاہور کی اس علمی گمراہی کے زمانہ میں جو "اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ" کا ایک عجیب مصداق بن چکا ہے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ العزیز کا انداز درس و تفسیر خالص عربی اسلام کا ترجمان تھا جس میں تکلف اور تصنع کا نام تک نہ تھا۔ مرادات قرآنی نہایت سادہ، عام فہم اور قابل عمل انداز میں سامنے آتیں کہ سننے والوں

کا جذبۂ عمل بیدار ہوتا نور معرفت دل میں اترتا اور حضرت مرحوم قرآن کو اس قطعیت کے ساتھ پیش کرتے کہ قرآنی جلال کے سامنے کسی احتمال کی کسی لچک کو کوئی راہ نہ ملتی

راقم الحروف پر ایک ایسا دَور بھی گزرا جب میرے ذہن پر معقولات اور ادبیات کا پورا تسلط تھا۔ اور میرے نزدیک علم کی گہرائی بس اسی بال کی کھال اُتارنے کا نام تھا۔ لیکن ذہن بڑی شدت سے ایک تشنگی محسوس کرتا جو محسوس تو ہوتی۔ مگر اُسے الفاظ کا لباس پہنا کر دوسروں کے سامنے پیش کر سکنے پر قدرت نہ تھی۔ ان دنوں بعض دوسرے علماء کی معیت میں بعض اوقات حضرت مرحوم کی مجلس درس میں حاضری ہوتی۔ میرے وہ احباب تو حضرت کے اس سادہ اور بے تکلف بیان قرآن کو محض ایک سطحیت قرار دیتے۔ لیکن میں ـ جس کا ذہن معقولات اور جدلیات کے فرسودہ مباحث سے کافی تھک چکا ہوا تھا، اپنی اس مذکورہ تشنگی کے لئے اسے ایک نسخۂ شفا محسوس کرنے لگا۔ میں نے اپنے ان علماء سے کہا کہ اس سادہ اور بے تکلف انداز بیان میں قرآن پاک کے کسی ایک رکوع کو بیان کیجئے۔ جب ان حضرات نے اس کی کوشش کی تو پھر انہیں اقرار کرنا پڑا کہ بے شک عربی اسلام کی ترجمانی کا حق ان سے ادا نہیں ہو رہا، اور عجمی حاشیہ آرائی کے کانٹے اس فطری جادۂ ہدایت پر دور تک بچھے نظر آتے ہیں۔ میں نے بارہا محسوس کیا کہ جب بھی کسی آیت قرآنی کے بیان کرنے کی ضرورت درپیش ہوئی تو عجمیت کسی نہ کسی دریچے سے ضرور جھانکنے لگی۔ اس پر ان علماء اور احباب سب کو اقرار کرنا پڑا کہ حضرت شیخ التفسیرؒ کا یہ انداز تدریس علمی موشگافیوں لاطائل تکلفات اور بیان احتمالات سے بہت آگے کی ایک منزل تھی۔ یہ درس قرآن کا ایک ایسا درجہ ہے۔ جو محض رب العزت کی عطا تھی اور ایک ایسا انداز تفسیر ہے جس کے ذریعے اہل اسلام کا ہر طبقہ قرآن پاک سے وابستہ ہو سکتا ہے۔ ان معروضات کی تصدیق ان علمائے کرام سے بھی ہو سکتی ہے جو حضرت مرحوم کے کبھی حلقۂ تفسیر میں شامل ہوئے۔ ان مستفیضین میں سے بعض احباب کا بیان ہے۔ کہ حضرت شیخ التفسیر کو ہر فن کی کتابیں ازبر تھیں اور سلم العلوم، کافیہ، جامی وغیرہ فنون کی کتابیں تو من وعن حفظ تھیں علوم وفنون پر اس گہری نظر کے باوجود قرآن مجید کو ذہن میں اس طرح اتارتے جیسے کہ شیر مادر اپنے فطری تقاضے سے اپنے مرکز کی طرف آ رہا ہے اس سادگی کو سطحیت قرار دینا خود ایک بہت بڑی سطحیت تھی اور جن احباب نے حضرت مرحومؒ کے ایک دوسرے سلسلہ تفسیر (جو مکمل نہ ہو سکا اور جس کا نمونہ تیسویں پارے کی بعض سورتوں کی علیحدہ علیحدہ تفاسیر کی صورت میں بارہا طبع ہو چکا ہے)، کے چند صفحات بھی مطالعہ کئے ہیں۔ وہ وادی حیرت میں گم ہو جاتے ہیں کہ اس گہری فکر اور اس قدر تفصیل سے قرآنی مطالب کو پھیلانے والے بزرگ اپنے پہلے سلسلۂ تفسیر میں اس غیر معمولی اختصار سادگی، بے تکلفی اور پھر ان سب امور کے باوجود ایک باقاعدہ نظم اور ایک باقاعدہ ربط پر کیسے قادر ہیں، ربط آیات کے سلسلہ میں حضرت کے مختصر اور نہایت جامع حواشی ہمارے اس بیان کے ناقابل تردید گواہ ہیں۔ حضرت مرحوم سے قرآن سُن کر ذہن وفکر پر نہ کوئی بوجھ محسوس ہوتا تھا اور نہ ذکر وعمل کے باب میں کوئی مشکل یا طبعی رکاوٹ محسوس ہوتی حضرت بیان فرماتے اور یوں محسوس ہوتا گویا نسلِ انسانی کی عملی ہدایات کے لئے وحی بھی اُتر رہی ہے اور یہ محض اسی وجہ سے تھا کہ حضرت کا موضوع ہمیشہ عربی اسلام تھا عجمی اسلام نہ تھا جس کی موشگافیوں اور تاویلات نے عملی دنیا میں انقلاب پیدا کرنے کی بجائے محض ذہنی عیاشی اور علمی ورزش کے چند ابواب مہیا کر رکھے ہیں واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم فی کل باب

قدوۃ العارفین امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ

ضیغم الاسلام مجاھد ملت حضرت مولانا غلام غوث مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء اسلام وممبر صوبائی اسمبلی مغربی پاکستان

قُربِ قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ قرآن اٹھالیا جائے گا۔ قرآن اٹھائے جانے کا معنیٰ یہ ہے کہ علماء اور حاملین قرآن نہ رہیں گے۔ اب جتنے بڑے بڑے عالم ربانی اور مفسر قرآن ہیں وہ آہستہ آہستہ اُٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ ماضی قریب میں پاکستان جن اولوالعزم ہستیوں سے محروم ہوا ہے اُن میں سرفہرست حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ ہیں۔ جنہوں نے دین کی وہ خدمت کی جس کے چشمے قیامت تک جاری رہیں گے۔ آپؒ نے مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ کے صراطِ مستقیم کی رہنمائی فرمائی اُن کے ظاہر کو اتباع سنت کے زیور سے آراستہ اور باطن کو ذکرِ الٰہی کے نور سے منور فرمایا۔ آپؒ کے چالیس کے قریب عام فہم زبان میں لکھے ہوئے رسالے اور تفسیر قرآن جن سے لاکھوں بندگانِ خدا نے فیض پایا آپؒ کے ماحی بدعت محی السنت اور خادم القرآن ہونے کی یادگاریں ہیں۔ آپؒ کے انوارِ علوم ومعارف میں ظلمات بدعت کو راہ نہیں ملتی تھی۔ آپ کے سلوک وطریقت کا آپ حیات محدثات کے تکدر سے پاک وصاف تھا ہے

بہار عالمِ حسنش دل وجاں تازہ مے دارد ⦿ برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

آپ کے لسانی وجسمانی جہاد میں نہ لومتِ لائم سے سرِ مو فرق آیا نہ خوف مظالم سے۔

ساری عمر حتیٰ کہ وفات شریف کے دن تک درس قرآن معمول رہا۔ مگر جب بھی حق وباطل کا معرکہ شروع ہوا آپ کو میدان یا زندان فرنگ میں دیکھا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو غذائی احتیاط اور دنیا سے بے رغبتی کے صلہ میں کشف صحیح کا وہ مقام عطا فرمایا کہ شاذ ونادر میں آپ کے اوصاف جمیلہ کے بیان کی یارائی نہیں رکھتا۔ مگر آپ کے وصال سے اہل اسلام ناصح مہربان سے اور تشنگان علوم باطن مربیٔ کامل سے محروم ہو گئے۔ والی اللہ المشتکیٰ

آخری خدمت امت محمدیہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو اللہ تعالےٰ نے آپ سے لی وہ دیال سنگھ کالج میں پرویزیت کے سر پر گُرز کی ضرب اور عام اعلانات ورسائل کے ذریعہ مودودیت کے الحاد کی پردہ دری تھی۔ آج یہ دونوں فتنے ملک میں موجود ہیں۔ مگر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اور قطب عالم مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی فراستِ ایمانی کی ضربوں سے نڈھال ہیں۔ اللہ تعالےٰ حضرت شیخ کی برکت اور وسیلے سے ہم پر بھی رحم فرمائے اور باطل فرقوں کے شر سے اسلام کو بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہدیۂ عقیدت

علامہ انور صابری صاحب مد ظلہ

حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلدِ عشق، بہشتِ علم اور فردوسِ عرفان صحبتوں میں جب بھی شمولیت کا شرف حاصل ہوا زندگی اپنے حقیقی مقام کو پہچاننے پر مجبور ہوئی۔ اُن کی نگاہِ بصیرت و معرفت میں نشۂ مے کدۂ حرم کے لاکھوں کیف بہرِ نظر جھومتے تھے۔ انہیں میرے حد سے گزرے ہوئے جنونِ تصوف کا علم تھا۔ وہ میرے مسلک کی وسعتوں سے بخوبی واقف تھے ـــــ وہ جانتے تھے کہ میں حفظِ روح کی خاطر قوالی کو سہارا بناتا رہتا ہوں۔ لیکن ملاقات کے پورے اوقات میں اُن کے اخلاق کریمانہ نے محبت ریز اندازِ کرم سے کبھی محروم نہیں کیا۔ اور نہ بعض مخلصینِ اسلام کی جائز شکایتوں کے باوجود مجھ سے نفرت کی۔ میں نے اپنی حاضری کے دوران ان کی آفتابِ عرفان پیشانی پر تبسّم کی موجِ حسین کو مچلتے ہی دیکھا۔ کبھی کبھی پیار میں وہ "مجذوب السالکین" کہہ کر پکارتے تھے۔ تو میری تصویرِ حیات میں اُن کے فیوض و برکات کی رنگینیاں جھلکنے لگتی تھیں۔

عام طور پر اس قسم کے بزرگوں کو ناسمجھ لوگ "زاہدِ خشک" کی اصطلاح کا مفہوم مشکل کہہ دیتے ہیں۔ مگر ان کے باطن میں الوہیّت و رسالت کے سمندر کی جتنی تری تھی۔ اس پر جس نے توجہ دی وہ باغ باغ ہوگیا۔

وہ مسندِ علم و حکمت میں براہِ راست صاحبِ قرآن سے روحانی فیض پاتے تھے۔ اُن کی تفسیر کا ہر جملہ منشائے نبوّت کے مطابق ہوتا تھا۔ گوشۂ زہد و اتقاء میں وہ شیخ احمد سرہندی کے مجدّدانہ اصولوں کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ اُن کی خلوتِ رشد و ہدایت، تحملِ صدیقِ اکبرؓ اور نفاستِ طبعِ علیؓ کی آئینہ دار تھی۔ جادۂ تصوّف میں "منزلِ فنائے انا" تک پہنچے بغیر عقیدۂ توحیدِ باری کی تکمیل نہیں ہوتی مولاناؒ اس مقام سے گزر چکے تھے۔ اس لئے پندارِ علم، غرورِ عشق اور تکبرِ تقرب ان کے قریب نہ آتے تھے۔ مغربی علوم سے بہرہ مند اور تہذیب و تمدّنِ جدید کے بستگانِ زلفِ محبت کو تیرہ سو سال پہلے کی دلنواز اور پرکشش سیرت کا دلدادہ بنانے میں ان کی یہی ادا کام آتی تھی۔

سائل کے تلخ و ترش لب و لہجہ کا جواب دیتے وقت ان کے ہونٹوں پر صحابہ کا خندۂ معصوم اُبھر کر ماضی کے خوابوں کی نئی تعبیر بتا دیتا تھا۔

امام غزالیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی فراست اُنہیں درویشِ مجاہد حضرت مولانا عبیداللہ سندھی علیہ الرحمۃ سے ترکۂ شفقت میں ملی تھی۔ اس لئے قدیم تصوّرات اور نئے نظریات میں ربطِ پائدار پیدا کرنے کے بعد "مذہب و سیاست" کے امتزاج سے اسلام کی "عالمگیریت" کا زندہ ثبوت فراہم کرتے وقت انہیں کوئی دقت پیش نہ آتی تھی۔ قرآن کی نعمتِ تامہ سے انہوں نے انسانی زندگی کے ازمنۂ ثلاثہ کے تمام مسائل کو اس طرح سامنے رکھا کہ کسی کو مجالِ انکار نہ ہوسکی۔

ان کے معیارِ صداقت کی بلندیاں اختلافِ عقائد کی پستیوں سے ہمیشہ دُور رہیں۔ وُہ فتووں کے تیروں سے دلوں کو مجروح نہیں کرتے تھے۔ اصلاحِ زخمِ ملّت کے لئے "نسخۂ شفا" کو مریض کی طبیعت کا اتار چڑھاؤ دیکھ کر استعمال فرماتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ مجھ جیسا آزاد فطرت آدمی بھی اُن کے عقائد و اعمال کو اسلام کے سچے عقائد و اعمال کہنے پر مجبور ہے۔

میری زندگی کا بیشتر حصّہ اربابِ خانقاہ کے شب و روز کا جائزہ لیتے گزرا ہے۔ میں پسرانِ حرم اور مشائخِ طریقت کے لیل و نہار کا گہری نظروں سے مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ اس سفرِ حیات کے "تلخ تجربات" ایک طویل کتاب کی تصنیف کا تقاضہ کرتے ہیں۔ کشاکشِ غمِ روزگار نے فرصت دی تو جو کچھ لکھوں گا۔ وہ عجیب تاریخِ عبرت و موعظت ہوگی۔

حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، خاتم المحدثین مولانا سید انور شاہؒ کو دیکھ کر اور ان کی چلتی پھرتی زندگیوں کو پڑھ کر مجھے وہ اسلام ملا جس کا وجود آج کی بداعمالیوں کے اندھیروں میں تقریباً گم ہو چکا ہے۔

میں نے تصوف کی عقل و خرد سوز سرمستیوں کا وہ ماحول اپنے گھر میں دیکھا ہے جہاں "عشق" کی حرکات پر حدِّ شرعی جاری کرنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوتی ـــ میرے آباؤ اجداد "فنا فی الرسول" تھے۔ انہوں نے کبھی علمائے حق کے اشارات کو کافرانہ انداز سے نہیں سنا اور نہ کبھی جراتِ تنقید کی۔ اس لئے سلامتی طبع کی عینک لگا کر جب میں نے ان اکابر کی "حضوری" کا شرف حاصل کیا تو مجھے وہی سکون ملا جس کی میرے لئے ضرورت تھی۔

یہ لوگ پروانۂ شمعِ نبوت تھے اس لئے "فتووں" کی نگارش کا انہیں ہوش ہی کہاں تھا۔ "عشق" امتحان گاہِ محبت میں فدا ہونا جانتا ہے۔ دوسروں کو "کافر" کہنے کی فرصتِ ہوش اسے میسّر ہی نہیں آتی۔

مولانا احمد علی صاحبؒ اپنے زمانہ میں "سیرتِ اقدس" کے مبلغِ جدید تھے۔ اس لئے ان میں اقطاب کا جلال، سالکین کا جمال اور نظر شناسانِ رسولؐ کا مزاج شامل تھا۔ آپ انہیں مردہ کہہ لیجئے۔ مگر میں مرتے دم تک یہ کفرِ عقیدت و خلوص گوارا نہیں کر سکتا۔

مکتوباتِ گرامی

دہلی سے محترم خان غازی کابلی کا مکتوب گرامی

بھائی مناظر حسین !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ !

آپ کا ٣٠ر جنوری کا ملفوف دفتر "الجمعیۃ" کی سیر کرتا ہوا ١٠ر فروری کو ملا۔ یاد آوری کے لئے "غازی" تہ دل سے شکر گزار ہے۔ گزشتہ سال بھی "مناظر حسین" کے ملفوف کے ساتھ یہی سلوک ہوا تھا۔

حضرت قطب الاقطاب مولانا احمد علیؒ کے متعلق لکھنے پر "غازی" کو کئی وجوہات کی بنا پر انتہائی مسرت ہوتی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ خط ١٠ر فروری کو ملا ہے اور آپ کو ١٥ر رمضان سے پہلے مضمون چاہئے۔ حضرت مولانا مرحوم کا ان ہندی مجاہدینِ اسلام اور وطن کے ساتھ بہت ہی گہرا تعلق اور ربط تھا۔ انگریز کے خلاف جن کی سرگرمیوں کا مرکز "غازی" کا وطن سابق "افغانستان" اور آزاد قبائل ہی رہا ہے اور جنھوں نے ہندوستان کی سب سے پہلے "عارضی گورنمنٹ" بھی افغانستان ہی میں قائم کی تھی۔ یہ لکھنے سے "غازی" کا اشارہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا برکت اللہ جیسے بزرگانِ دین اور مجاہدین کی طرف ہے۔

سیاسی طور پر "غازی" کا تعلق مجلس احرار اور "خدائی خدمت گاروں" سے رہا ہے۔ "خدائی خدمت گار" تحریک سے ان علمائے حق کو ہمیشہ وابستگی و شیفتگی رہی ہے جن کا روحانی تعلق مولانا مرحوم سے تھا اور اب بھی ہے۔ یعنی بزرگانِ "جمعیۃ العلماء ہند" اور "اکابر دیوبند" سے، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی تو جب کبھی پنجاب و سرحد کے دورے پر تشریف لے جاتے تھے تو لاہور میں حضرت قطب الاقطاب مولانا احمد علیؒ کے ہاں "خدام الدین" میں ہی قیام فرماتے تھے۔ اسی طرح مجلس احرار کے تمام اکابر و اصاغر سب کو ہی مولانا مرحوم سے گہرا ربط تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ مجلس احرار کے اکثر معاون اور کارکن بھی وہی لوگ تھے۔ جو مولانا مرحوم کے درس قرآن میں شمولیت کرتے تھے تو ایسا کہنے اور لکھنے میں ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔

"غازی" کو اس بات کا ہمیشہ افسوس اور قلق رہے گا کہ اس نے مولانا مرحوم کے "درس قرآن" میں کبھی شمولیت نہیں کی۔ اور ہمیشہ ہی مولانا کا دور سے ہی جلوہ کیا تاہم اگرچہ "غازی" مولانا مرحوم کے "لشکر خدام الدین" میں نہیں تھے۔ لیکن "خدمتِ دین" کا کام مجلس احرار میں کرتے رہے۔ اور زعمائے احرار کی صحبتِ بابرکت میں "غازی" نے ہمیشہ یہ محسوس کیا۔ کہ انھیں مولانا مرحوم سے بہت ہی گہری عقیدت تھی۔ چودھری افضل حق مرحوم حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مولانا مظہر علی اظہر کو "غازی" نے بچشم خود دیکھا کہ وہ اکثر مشکل مسائل مولانا مرحوم سے تبادلۂ خیالات کر کے ہی سلجھایا کرتے تھے اور دشمنانِ "ختم نبوت" کے خلاف جہاد میں تو ہمیشہ ہی مولانا مرحوم سے مفید مشورے حاصل کیا کرتے تھے۔

اکابر احرار کے اس گہرے تعلق کی ایک روشن مثال یہ ہے کہ صدرِ احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی جب ١٩٤٧ء میں مشرقی پنجاب سے لاہور پہنچے تو انھوں نے مجلس احرار کے دفتر یا میاں افتخار الدین مرحوم کی کوٹھی کی بجائے مولانا مرحوم کے "خدام الدین" میں پناہ لینا ہی خیر و برکت کا باعث خیال کیا۔ احرار وطن اور حضرت قطب الاقطاب مولانا احمد علیؒ کے باہمی تعلقات کی داستان نہایت شیریں بھی ہے اور طویل بھی لیکن ع

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

آج حضرت قطب الاقطاب مولانا احمد علیؒ چودھری افضلؒ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰنؒ اس دنیائے فانی میں نہیں ــــ اور "خدام الدین" کا لشکر اپنے ان سالاروں سے خالی ہے اس لئے

ع ہے انتشار فوج میں سردار کے بغیر

ے وہ صورتیں الٰہی کس جا گہ بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

آخر میں "غازی" تحریک "ولی اللّٰہی" کے مرکز دہلی میں دعاگو ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ مولانا مرحوم کے یادگارِ فیض کے روحانی چشموں "خدام الدین" اور مدرسہ "قاسم العلوم" کو جاری رکھے۔

آمین !

١٠ر فروری ١٩٦٣ء　　خاکپائے علمائے حق
　　خان غازی کابلی

آہ، مولانا احمد علی نوّر اللہ مرقدہٗ

محترم زید فضلہٗ ! السلام علیکم !

شخصیتوں کی جانچ کے لئے اربابِ نظر کے نزدیک کوئی ایک معیار مقرر نہیں۔ ہر صاحبِ ذوق و فکر کے ذہن میں کسی شخصیت کا کمال جانچنے کے لئے جداگانہ معیار متعین ہے جو اس پر پورا اترا اس کو کامل سمجھا گیا ورنہ ناقص قرار پایا۔ ایسے محدود و اضافی معیار کے ذریعہ شخصیتوں کے متعلق اکثر فیصلے غلط اور خلاف واقع ہوا کرتے ہیں اور ایسے فیصلوں کو صحیح فیصلہ سمجھنا غلطی ہے۔ تاوقتیکہ شخصی و طبقاتی معیار سے بلند ہو کر جنرل معیار پر تنقیدی کارروائی نہ کی جائے۔ جنرل معیار کا اساسی فضائل اور عالمگیر انسانی اقدار پر مبنی ہونا ضروری ہے۔ جو کسی بڑی شخصیت اور باعظمت ہستی کے لئے حسب ذیل امور ہو سکتے ہیں:

١۔ اپنی ذات کے اعتبار سے اس کی سیرت بلند اور پختہ ہو۔

٢۔ دوسروں کے لئے اس کا وجود سراپا منفعت ہو۔

٣۔ اصلاح خلق و تعمیر سیرت بشری کے لئے اس کی زندگی جہد مسلسل ہو۔

٤۔ اس کی صحبت میں اصلاحی تاثیر موجود ہو۔

میری رائے میں یہ چار معیاری امور حضرت مولانا کی ذات میں جمع تھے۔

فقط :

(راس المحققین حضرت مولانا علامہ) شمس الحق افغانی پشاور



حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنور

محترم جناب اڈیٹر صاحب۔

سلام مسنون !

مزاج گرامی ؟

٢٩ر جنوری ١٩٦٣ کا ارسال کردہ نوازش نامہ آج مجھے ٥ر فروری (١٠ر رمضان المبارک) کو ملا جس میں آنجناب نے خادم سے

حضرت رئیس المفسرین مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ کے متعلق مضمون کی فرمائش کی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرما دیا ہے کہ ۱۵ر رمضان المبارک سے پیشتر میرا مضمون جناب کی خدمت میں پہنچ جانا چاہیے۔ اول تو جناب کی نظر انتخاب پر تعجب ہوا دوسرے اتنی بڑی شخصیت پر تفصیلاً کچھ سپرد قلم کرنا اور وہ بھی رمضان المبارک کی مصروفیتوں میں۔ ان دشواریوں کو آپ اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں چہ جائیکہ میں کچھ بیان کروں۔

میرے محترم دوستوں کے اس طرح سے فرمائشی نوازش نامے آتے رہتے ہیں۔ اور مجھے کچھ تو اپنی نااہلیتی کی وجہ سے اور کچھ عدیم الفرصتی کے باعث ندامت ہی اٹھانا پڑتی ہے۔ اب بھی نادم ہوں کہ اتنی بڑی شخصیت کے متعلق اتنی جلدی کیا لکھوں؟ اور لکھنا تو درکنار موصوف کے متعلق سوچنے ہی کے لئے کافی وقت درکار ہے۔ تاہم حکمنامہ پہنچا ہے اس لئے تعمیلاً کچھ نہ کچھ ضرور عرض کرنا ہے۔ اگرچہ اس وقت رات کے گیارہ بجے ہیں ؎

دل ہمارے یاد عہد رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں

مولانا مرحوم سے مجھے کئی وجوہ سے قلبی تعلق ہے۔ اولاً تو یہ کہ مولانا نے اپنے زمانے میں بہت سے تجدیدی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ سنت کا احیاء اور بدعت کو مٹانا ان کا خصوصی وصف ہے قرآن حکیم کی خدمت انہوں نے جتنی کی ہے اتنی خدمت گنتی کے چند آدمیوں نے کی ہوگی۔ کہ جن کو انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے۔ لہذا حدیث شریف نے ایسے حضرات کا تعارف بہت خوب کرایا ہے۔

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

ترجمہ: "تم میں بہترین آدمی وہ ہے، کہ جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔"

لہذا مولانا موصوف کی فضیلت اور خوبی دوسرا آدمی بیان کرے تو کیا کرے؟ اس کے علاوہ حضرت قدس سرہٗ کو میرے شیخ حضرت مدنیؒ سے قلبی اور والہانہ تعلق تھا جس کی وجہ سے بھی مجھے مولانا مرحوم سے عقیدت ہی نہیں بلکہ محبت بھی ہے۔ اس لئے اس کا تقاضہ ہے کہ ان کے متعلق میں بہت کچھ لکھوں لیکن وقت کم اور میری بساط حقیر۔ لکھوں تو کس بل بوتے پر لکھوں۔ میری رائے میں اگر آپ مولانا مرحوم پر کچھ کام کرنا چاہتے ہیں تو ان نمبرات کو تو رہنے دیجئے۔ بلکہ مولانا کی زندگی کے مختلف گوشوں کا ایک خاکہ تیار فرمایئے، اور اس خاکہ کے مطابق ہندوستان اور پاکستان کے کچھ اہل قلم کو منتخب فرما دیجئے اور ہر ایک کو ایک ایک عنوان دے دیجئے اور ان حضرات کو کتابی ذخیرہ مولانا سے متعلق فراہم فرما دیجئے اور اس کے بعد ایک بڑی کتاب ترتیب دے دیجئے۔ تو انشاء اللہ ایک معیاری کام ہو جائیگا میرے سپرد بھی اگر آپ نے کوئی عنوان کیا اور ساتھ ہی کچھ کتابیں فراہم کر دیں تو یہ میرے لئے باعث افتخار و ثواب ہوگا۔ اس وقت تو میرا یہی معذرت نامہ شائع فرما دیجئے۔ ممکن ہے کہ کچھ حضرات میری اس تجویز کی موافقت کریں۔ والسلام

عزیز الرحمٰن غفرلہٗ
خادم مدنی دارالافتاء بجنور



جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب

محترم جناب ڈاکٹر مناظر حسین صاحب زید عزکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ! مزاج شریف

جناب کا صحیفہ گرامی مطبوعہ موصول ہو کر شرف یاب ہوا۔ حضرت مولانا قطب الاقطاب مخدومی احمد علی صاحب قدس سرہ العزیز کے حالات مبارکہ کے متعلق میں کیا عرض کروں۔ جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق تھا اور کوئی سیکنڈ بھی رضائے الٰہی کے خلاف نہ تھا۔ آپ حضرات مجھ ناچیز گنہگار سے زیادہ صاحب قلم و دماغ علم و علم ہیں۔

پندرہ بیس روز سے ہیں صاحب فراش ہوں۔ بخار اور سابقہ بیماری کی وجہ سے ضعف اور کمزوری زیادہ بڑھ گئی ہے۔ گھر پہ رہتا ہوں، کبھی مسجد میں آتا ہوں۔ یہ ڈاک بھی میں دوسرے آدمی سے لکھوا رہا ہوں۔ دل و دماغ کی حالت صحیح نہیں۔ زبان پورا کام نہیں کرتی۔ ذکر فکر کی تاکید ہے۔ دعا سے غافل نہیں ہوں۔

اللہ بس باقی ہوس!

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کی خدمت میں بہ صد نیاز سلام مسنون عرض کر دیں۔

والسلام
عبدالعزیز
جامع مسجد نور منٹگمری

قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ
کی بارگاہ میں

عقیدت کے چند پھول

جناب عبداللطیف صاحب چشتی جامعہ رشیدیہ منٹگمری

اس دور میں اللہ کی تلوار وہی تھا
ہاں! دین محمدؐ کا رضاکار وہی تھا
جب دین محمدؐ کے خلاف اٹھتی تھی آواز
میدان میں اک برسرپیکار وہی تھا
آئین شریعت پہ وہ لبیک تھا کہتا
انگریز کے آئین سے بیزار وہی تھا
وہ علم کی مجلس میں تھا شمع درخشاں
منبر پہ سدا صاحب گفتار وہی تھا
حق کیش سمجھتے تھے اُسے آنکھ کا تارا
میدان عمل میں ہمہ کردار وہی تھا
بوبکرؓ کا سا صدق عطا اس کو ہوا تھا
فاروقؓ کے سے عدل کا سالار وہی تھا
عثمانؓ کا سا علم و حیا اس کو ملا تھا
مانند علیؓ علم کا دربار وہی تھا
چشتی! کہاں اس شیخ کو ہم ڈھونڈنے جائیں
اس دور میں اسلاف کا شاہکار وہی تھا

مخدوم مکرم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہٗ نے مذکورہ مکتوب گرامی میں اپنی بیماری کا تذکرہ فرمایا ہے۔ تمام جماعت کے مخلصین کی خدمت میں درخواست ہے کہ مولانا مدظلہٗ کی

صحت

کیلئے بارگاہ رب العزت میں خشوع خضوع سے دعا فرمائیں

مختار احمد حنیف
لاہور

حق وصداقت کے پیکر

شیخ التفسیر

حق و صداقت کے پیکر، راہِ حق کے مسافر، انسانیت کے علمبردار، علم و فکر کے معلم، معرفت کے خازن محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے عاشق صادق شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ پچھلے سال اسی مقدس اور بابرکت مہینہ میں ہم سے جدا ہو گئے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ ہر ایک متنفس نے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

کا مصداق بننا ہے۔ لیکن کیا وہ لوگ جو زندگی بھر علم و معرفت کے جام کے جام لنڈھاتے رہے ہوں۔ جو دین حق کے شیدائی اور اسلام کے سچے عاشق ہوں۔ جنہیں دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی رہی ہو۔ اور جن کی حق گوئی و بے باکی کی دنیا گواہ ہو۔ کیا ایسے لوگ حقیقت میں مر جاتے ہیں؟

نہیں اور ہرگز نہیں!

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کیا مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، سید احمد بریلویؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، حجۃ اسلام محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند محمود الحسنؒ، شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ، اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسی شخصیتیں مر چکی ہیں؟ فنا ہو گئی ہیں؟ مٹ چکی ہیں؟

نہیں، ایسا نہیں ہے۔

جس طرح یہ لوگ زندہ ہیں اور یقیناً زندہ ہیں اسی طرح اس قافلہ کے آخری سالار اور اس سنہری زنجیر کی آخری اور جامع ترین کڑی شیخ التفسیر مولانا احمد علی بھی زندۂ جاوید ہیں۔

انسانیت کے روشن چراغ، علم و معرفت کے خازن اور انسانی رفعتوں کے معمار شیخ التفسیر اپنی جسمانی زندگی میں جس طرح زندہ تھے آج بھی زندہ و تابندہ ہیں۔ ہمارے اور آپ کے دلوں میں زندہ ہیں اور آئندہ آنے والی نسلوں کے دلوں میں بھی زندہ رہیں گے۔ ان کے عقیدتمند لاکھوں کی تعداد میں ان کے پڑھائے ہوئے سبق کو خود بھی یاد کر رہے ہیں، اور دوسروں کو بھی یہی درس دے رہے ہیں۔ اس مردِ حق آگاہ و حق شناس کی وہ آواز آج تک ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے۔ جو انھوں نے مارشل لا کے دوران حکومت پاکستان کے مسلم فیملی لاز آرڈیننس جاری کرنے کے موقع پر ۲۵ اپریل ۱۹۶۱ کی رات کو باغ بیرون دہلی دروازہ میں ہزاروں کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے بلند کی تھی۔ جس میں ملک بھر کے علما موجود تھے۔ آپ نے حکومت پاکستان کو اس امر پر متنبہ کرتے ہوئے ببانگ دہل اعلان فرمایا تھا کہ حکومت ایسے قوانین کو ہرگز نافذ نہ کرے جو قرآن و سنت کے منافی ہوں۔ ہم ایسے قوانین کو ماننے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ اسی موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نسب نامہ حریت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہمارے اکابر کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی سے جا ملتا ہے۔ اس خاندان نے اسلام کی جو خدمت کی ہے اس سے زمانہ واقف ہے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے تمام عمر انگریزوں سے جہاد کیا ان کے بعد شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے انگریزوں سے ٹکر لی اور اس کی پاداش میں انہیں پانچ سال تک جزیرۂ مالٹا میں نظربند رہنا پڑا۔ ان کی جانشینی کا فخر شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو حاصل ہوا جن کی حق گوئی و بے باکی کا منظر آج بھی کراچی کا تاریخی مقدمہ پیش کر رہا ہے۔

چنانچہ ان کی اتباع میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ، حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی اور میرے ایسے کئی خدام کو سلطنت برطانیہ سے ٹکرانا پڑا۔ جیلوں میں بھی ہم اکھٹے رہے۔ اور روز حشر میں بھی انشاء اللہ اکھٹے ہوں گے۔ جو ابتدا سے آج تک حق پر قائم اور باطل کے خلاف صف آراء رہا ہے۔ انگریز نے وہابی وہابی کا پروپیگنڈا کرایا۔ طرح طرح کے الزامات لگوائے مگر آخر کار اس کو اپنا بوریا بستر سمیٹ کر یہاں سے جانا پڑا۔

آج بھی ملک بھر کے علما اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہونے کے لئے اکھٹے ہوئے ہیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے پوچھا جائے کہ تم نے کیوں حق کی راہ نمائی نہ کی، اور کتمانِ حق کے مرتکب ہوئے۔ اس لئے ہمیں حق کہنا ہے۔ حق کا آوازہ بلند کرنا ہے۔ اور بڑی سے بڑی قربانی کے لئے ہم تیار ہیں۔ انگریزوں کے وقت میں ہم ایجی ٹیشن کرتے تھے۔ اب اپنی حکومت کو بھائی کی حیثیت سے مشورہ دیتے ہیں کہ وہ بے راہ روی ہرگز اختیار نہ کرے۔

قرآن پاک میں ہے:

لو لاینہٰہم الربانیون والاحبار عن قولہم الاثم واکلہم السحت۔"

ترجمہ: "کیوں ان کو اللہ والے صوفی اور علما گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے نہ روکتے تھے۔"

ہم اپنے سر الزام کیوں لیں۔ ہم اللہ کے حضور سرخرو ہونا چاہتے ہیں اور کتمانِ حق کے مرتکب نہیں ہونا چاہتے۔

یہ ہے شیخ التفسیر کے الفاظ کا خلاصہ۔ اللہ اللہ کیا شانِ صداقت ہے۔ ان کے یہ الفاظ صور کی زلزلہ خیز آواز ثابت ہوئے۔ جس نے سوتوں کو جگا دیا۔ کیسا نعرۂ حق تھا جس کی صدائے باز گشت آج تک سنائی دے رہی ہے۔ اسی حق گوئی کی پاداش میں بوڑھے جرنیل کو اور اس کے عاشق صادق مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہٗ کو لاہور میں چھ چھ ماہ کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ارباب اہل نظر سے میں پوچھنے کی جرأت کر رہا ہوں کہ کیا یہ آواز جو اسلام کے اس مایہ ناز سپوت اور قافلۂ حریت کے سالار نے بلند کی تھی طاقت و تشدد کے بل پر دبا دی گئی ہے؟

باقی صفحہ پر

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

برِصغیر پاک و ہند میں بڑے بڑے عظیم انسان پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنے اپنے فن میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔ لیکن جہاں تک جامعیت کا تعلق ہے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی نظیر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ وہ ایک ہی وقت میں مفسّر، محدّث، فقیہہ، تاریخ دان، فلسفی، دانائے رموزِ معرفتؔ و حقیقت، امام طریقت اور مجاہدِ حریّت سب کچھ تھے۔ اقتصادیات، معاشیات، معادیات، اخلاقیات، اجتماعیات، امورِ سلطنت، سیاست مدن اور دیگر علوم و فنون کا وہ کون سا گوشہ ہے جس میں شاہ صاحبؒ کی رائے اور آپ کے قلم سے بکھرے ہوئے جواہر ریزے حرفِ آخر کا درجہ نہ رکھتے ہوں۔ اسی پر بس نہیں شکوک و شبہات اور وساوس و اوہام کے جو بادل شریعت اسلامیہ پر آئندہ امنڈنے والے تھے ان کی بھی نقاب کشائی وہ پوری طرح کر گئے ہیں۔ چنانچہ شریعت مصطفویؐ کو دلیل و برہان کے پیراہنوں میں آراستہ کر کے جس طرح آپ نے پیش کیا ہے۔ وہ صرف آپ ہی کا حصہ تھا حجۃ اللہ البالغہ اس سلسلے میں آپ کی وہ یادگار ہے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔

حضرت شاہ صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ کسی غیر زبان (فارسی) میں کیا۔ چنانچہ اسی ترجمۂ فارسی کی بدولت دسترخوانِ شاہی کے ریزہ چینوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ آپ کو دردناک اذیتیں دیں اور آپ کے پانچے توڑ ڈالے۔

خاندانِ ولی اللّٰہی شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالغنیؒ چاروں بھائی تھے۔ آخری تین چھوٹے بھائی شاہ عبدالعزیزؒ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔ شاہ عبدالقادرؒ نے سب سے پہلے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا مشہور ہے کہ شاہ صاحبؒ نے ایک طویل مدّت تک معتکف رہ کر اور ہر ہر آیت پر مراقبہ کر کے قرآن عزیز کا ترجمہ و تفسیر کی تھی جس ستون کے ساتھ مسجد میں آپ ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے اس ستون پر بھی نشان پڑ گئے تھے۔ تمام اکابر کا کہنا ہے کہ اگر شاہ صاحبؒ کے ترجمۂ اردو کو عربی کا لبادہ پہنایا جائے تو وہ صرف قرآن ہی بنے گا۔ اسی لئے آج تک تمام اردو تراجم کی بنیاد یہی ترجمہ ہے شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن پاک کا لفظی ترجمہ کیا جو بہت مقبول ہوا۔ شاہ عبدالعزیزؒ اپنے والد بزرگوار کی طرح ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ آپ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تو سلطنت کے حاشیہ برداروں نے دو مرتبہ زہر دیا جو ناکام رہا۔ بدن پر چھپکلی کا ابٹن مل دیا گیا جس سے برص ہو گیا، بینائی جاتی رہی، خون میں حدّت پیدا ہو گئی اور مختلف امراض نے گھیر لیا۔ طوائفوں اور ہیجڑوں کے ذریعے آپ پر آوازے کسے گئے شراب پی پی کر آپ کو کوسا گیا۔ اور اعلانِ حق کی پاداش میں آپ کو طرح طرح کے دکھ دئے گئے۔ شاہ عبدالغنیؒ کم عمری ہی میں وفات پا گئے۔ اور ان کا کوئی علمی کارنامہ باقی نہ رہا لیکن قدرت نے انہیں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جیسا فرزند عطا کر کے اس کی تلافی کر دی۔ کون ہے جو اس مردِ جلیل کے کارناموں سے واقف نہ ہو جس نے ظلمت کدۂ ہند کو نورِ اسلام کی ضیا باریوں سے منوّر کرنے کی خاطر بالاکوٹ کی سرزمین میں جامِ شہادت نوش کیا۔

آخری یادگار شیخ الآفاق شاہ محمد اسحٰقؒ اور شاہ محمد یعقوبؒ، شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے نواسے تھے۔ یہی دونوں بھائی ولی اللّٰہی خاندان کی آخری یادگار دلّی میں رہ گئے تھے ۱۲۵۶ھ میں یہ بھی اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کر کے حجاز چلے گئے اور اسی سرزمین مقدس میں یہ علمی خزانے مدفون ہیں۔

سید احمد شہید آزادی کی صدا بلند کرنے اور مجاہدین بالاکوٹ کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ کا مقصد ہندوستان میں حکومت الٰہیہ کا قیام تھا اگر ان کی تحریک کامیاب ہو جاتی اور انگریزوں اور سکھوں کی معنوی اولاد جاسوسی کر کے تحریک کو ناکام نہ بنا دیتی تو ہندوستان کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

حضرت شیخ التفسیر کا نس...

امام...

شاہ عبدالعزیز — شاہ عبدالقادرؒ

شیخ الآفاق شاہ محمد اسحٰقؒ نواسہ — شاہ محمد یعقوبؒ (نواسہ) — سید احمد بریلویؒ (شاگرد) — شاہ اسمٰ...

شاہ عبدالغنی محدّث دہلویؒ

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ — امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

قطب ربانی شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ

۱۸۵۷ء جنگِ آزادی

سید احمد شہی...
علمائے حق...
علماء، موت...
۱۸۵۷ء میں کام آنے وا...
سنہری کڑیاں ہیں ——

ھ...
دین پور شریف...
ہر دو اولیا...
بدلنے ہر طرح...
کے مطابق...
کیا جاتا...

قطب الاق...
حضرت مو...

٭ دین پوری کی نظیر نہ ساری دنیا میں ان کی زندگی میں موجود تھی اور نہ اب موجود ہے — اور یہ دعویٰ وہ علیٰ وجہ البصیرت کیا کرتے نہ کہ عقیدت کی بنا پر ——

شاہ عبدالغنیؒ محدث ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے تھے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
بانی دارالعلوم دیوبند
امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی قدس سرہ کی سرکردگی میں دونوں بزرگوں نے جنگِ آزادی کے سلسلے میں علم جہاد بلند کیا اور کئی مقامات پر گورا فوجوں کے چھکے چھڑا دئے۔

ب نامہ حریت اور شجرہ علمی

مرتبہ
مناظر حسین نظر

ولی اللہ دہلوی رح

شاہ رفیع الدین رح | شاہ عبدالغنی

حضرت سید احمد بریلوی رح کے مرید تھے | شاہ اسمٰعیل شہید رح (فرزند)

اسمٰعیل شہید نے انگریزوں اور سکھوں کے خلاف تحریک شروع کی تو ان نفوس قدسیہ کی معیت میں
ن اسلام کا ایک قافلہ جام شہادت نوش کر کے سرخرو ہوگیا۔ کالے پانی کی سزا پانے والے
ش قبول کرنے والے ہزاروں شہداء، پانچ مقدمہ ہائے سازش انبالہ، پٹنہ ۱۸۶۵ء راج محل مالدہ،
قید و بند کی سختیاں اٹھانے والے مردان ذی وقار اور مجاہدین چمرقند اس سلسلہ کی

جنگ آزادی اور تحریک ریشمی رومال کے دو اہم ترین مراکز

شائخ سلطان العارفین | قطب الاقطاب
خلیفہ غلام محمد دین پوری | ابوالحسن شاہ سید تاج محمود امروٹی

رگانِ امت اور ...... اقطاب وقت کی خانقاہیں۔ امروٹ شریف اور
ادی کی تقریباً ...... تمام تحریکوں میں اہم ترین مراکز کا کام دیتی تھیں ــــ
تحریکوں کی ...... کامیابی کے لئے دعا بھی کرتے تھے اور دامے، درہمے اسخنے
فرماتے ...... تھے ــــ حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے قول
ٹ ...... شریف میں تیار ہوتے تھے اور انہیں اسلحہ دین پور شریف سے مہیا
...... چنانچہ اسی طرح جہاں ان خانقاہوں میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں
بلند ہوتیں، حقیقت و معرفت کے رموز سکھلائے جاتے، منازل سلوک طے
کرائے جاتے وہیں مجاہدین فی سبیل اللہ بھی تیار کئے جاتے تھے
ہر دو شیوخ متعدد مرتبہ جیل گئے اور قید و بند کی
مشقتوں سے دوچار ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا
کرتے تھے کہ میرے حضرت امروٹی اور حضرت

م الاولیاء
علی قدس سرہ

قطب وقت حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ انہیں معرکہ آرائیوں کے دوران شہید ہوئے ــــ

قطب ربانی شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

اپنے وقت میں سرخیل قافلہ حریت اور امام وقت تھے مدت العمر سامراجی طاقتوں سے نبرد آزما رہے۔ ۱۸۷۹ء میں آپ نے ایک جمعیۃ قائم کی جس
کا نام ثمرۃ التربیت (تربیت کا پھل) رکھا۔ وہ ایک انقلابی تحریک چلانا چاہتے
تھے۔ جس کا مقصد بین الاسلامی اتحاد، برصغیر ہند و پاک کی آزادی اور آگے چل کر

قرآنی خطوط پر انقلاب لانا تھا۔ یہی ثمرۃ التربیت آئندہ جمعیۃ الانصار کے نام سے ظاہر ہوئی اور پھر اس کے زیر اہتمام دہلی میں نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم ہوئی۔

حضرت شیخ الہندؒ چاہتے تھے کہ حصول آزادی کی خاطر ہندوستانی اور سرحدی مجاہدین کا آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ قائم رہنا نہایت ضروری ہے ــ کیونکہ جس وقت اور جب ضرورت ہو مجاہدین سے جنگ آزادی کے سلسلے میں کام لیا جا سکے۔ ان سے رابطہ اگرچہ سید شہیدؒ کی جدوجہد کے باعث پہلے سے قائم تھا لیکن اس کی گرہیں مضبوط کرنے کا مسئلہ نہایت ضروری تھا۔ دارالعلوم دیوبند نے اس رابطہ کو استادی شاگردی میں تبدیل کر دیا جو انقلابی جدوجہد میں زیادہ مستحکم اور مفید ہو سکتا تھا۔

دوسری طرف تحریک کی تقویت کے لئے یہ ضروری تھا کہ خود ہندوستانی مسلمان متحد و متفق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی مبارک جذبہ نے ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ، حکیم اجمل خانؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا ابوالکلامؒ جیسے ارباب فکر و نظر اور مدبر حضرات کو حضرت شیخ الہندؒ کا حلقہ بگوش بنا دیا تھا اور کوشش کی جا رہی تھی کہ دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ کے فضلاء کو قریب سے قریب تر کر دیا جائے۔ تاکہ مفاد ملت کے اصول پر ان میں آئینی اتفاق و اتحاد کا رابطہ قائم ہو جائے۔ نظارۃ المعارف القرآنیہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ جس کے مہتمم اور کرتا دھرتا حضرت شیخ الہند کی طرف سے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی تھے ــــ ہجرت کر جانے کے بعد حضرت سندھیؒ کی نیابت حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمائی۔ بہرحال ان کوششوں کے علاوہ حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۹۱۴ء میں ایک نقشۂ جنگ تیار کیا۔ اور حرمین شریفین کی طرف کوچ کر گئے ــــ افسوس! ابھی اس خاکہ میں عملی رنگ بھرنے کا موقع نہ ملا تھا کہ پانسہ پلٹ گیا، راز فاش ہو گیا۔ اور آپ گرفتار کر لئے گئے۔ اس زمانۂ اسارت میں شیخ الاسلام سید العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی بھی آپ کے ساتھ سنت یوسفی ادا کرتے رہے۔

تحریک خلافت، ریشمی رومال کی تحریک، آزادی برصغیر ہند و پاک میں جس قدر تحریکیں چلیں ان تمام تحریکوں اور کاوشوں کا سرچشمہ حضرت شیخ الہندؒ کی ذات تھی۔

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تمام سیاسی تحریکوں کی روح رواں تھے ــــ جمعیۃ الانصار اور نظارۃ المعارف القرآنیہ دونوں میں آپ کی حیثیت سالار لشکر کی ہے۔ آپ نے اپنی ڈائری میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی جمعیۃ الانصار اور نظارۃ المعارف القرآنیہ کی تحریک و تاسیس میں انکے شریک کار اور معاون تھے۔ چنانچہ حضرت سندھیؒ جب شیخ الہندؒ کے حکم سے ۱۹۱۵ء میں کابل گئے تو نیابت کے فرائض بھی آپ کی عدم موجودگی میں حضرت شیخ التفسیرؒ کو ہی سونپے گئے۔

حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے کابل جا کر حکومت افغانستان کو اپنے بیش بہا مشوروں سے نوازا اور ساتھ ہی گورنمنٹ برطانیہ کو جڑ کے لگانے کے لئے سرحدی مجاہدین کی تنظیم کی اور ان میں زندگی کی روح پھونکی ــــ افغانستان کے علاوہ دوسرے ملکوں روس، عرب ممالک اور ترکی وغیرہ میں رہ کر بھی آپ نے مسلمانوں کی حیات اجتماعی کے منصوبے تیار کئے اور تحریک آزادی ہند و پاک اور قرآنی انقلاب برپا کرنے کی انتھک کوششوں میں سرگرم عمل رہے۔ ان کا مشن برصغیر ہند و پاک کی آزادی، شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے کی نشر و اشاعت اور بین الاسلامی اتحاد کے اُن خاکوں میں رنگ بھرنا تھا جن کے خطوط شیخ الہند

مولانا محمود حسن نور اللہ مرقدہٗ نے تیار کئے تھے۔ وہ اسی تگ و دو میں ۲۵ سال تک جلا وطن رہے۔ اور مارچ ۱۹۳۹ء میں واپس ہندوستان لوٹے —— انگریز ہندوستان میں ان کے وجود تک سے خائف تھے۔ وہ ان کی دور اندیشی، سیاسی بصیرت، جوڑ توڑ کی مہارت، تنظیمی لیاقت، جنگی قابلیت اور فکری صلاحیتوں کی لاثانی بلندیوں کو خوب جانتے تھے۔ چنانچہ افغان حکومت سے جب انگریزوں کا معاہدہ طے پایا اور برطانوی حکومت کو اپنے موقف سے ہٹ کر شرائطِ صلح پر دستخط کرنے پڑے تو انہوں نے اس امر کا اقرار کیا۔ کہ یہ فتح افغان گورنمنٹ کی نہیں ہے بلکہ عبید اللہؒ کی فتح ہے —— حضرت مدنیؒ اکثر فرماتے تھے کہ جس شخص نے برطانیہ عظمیٰ کے دماغ کو فیل کر دیا وہ مولانا عبید اللہ سندھی ہیں — حقیقت یہ ہے کہ مولانا سندھیؒ جس درجہ زیرک انسان تھے۔ اس کی مثال ہندوستان کی ساری سیاسی تاریخ میں ملنا محال ہے۔

حضرت شیخ التفسیرؒ حضرت دین پوریؒ کے جمال، حضرت امروٹیؒ کے جلال، مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے فکر، شیخ الہندؒ کی فراست، شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس اسرارھم کی جامعیت کا صوری و معنوی مرقع اگر کوئی اس دھرتی پر ہو سکتا ہے تو وہ حضرت شیخ التفسیرؒ کی ذات گرامی تھی۔ اگر ایک طرف آپ شب زندہ دار، صوفی، عارفِ کامل، مفسرِ قرآن، محدث، فقیہہ، اپنی خلوتوں اور جلوتوں کو یاد اللہ سے آراستہ کرنے والے درویشِ گوشہ نشین تھے۔ تو دوسری طرف دینِ حق کی ننگی تلوار، حق گوئی و بے باکی کا پیکرِ متحرک اور جہاد فی سبیل اللہ کا چلتا پھرتا نمونہ تھے —— کڑی سے کڑی آزمائش، نازک سے نازک مرحلہ، دار و رسن کا کوئی خوف ان کے پائے استقامت کو نہ ڈگمگا سکتا تھا۔ آپ کو اعلائے کلمۃ الحق اور تبلیغِ کتاب و سنت کی پاداش میں متعدد مرتبہ جیل جانا پڑا۔ دورانِ قید جیل میں آپ کو زہر بھی دیا گیا مگر استقامت کا یہ کوہ وقار اپنی جگہ پر ڈٹا رہا۔ طاقت کی آندھیاں، حالات کے جھکڑ، لادینیت کے طوفان آپ کو اپنی راہ سے نہ ہٹا سکے۔ تحریک ریشمی رومال، کشمیر ایجی ٹیشن، میکلیگن انجینئرنگ کالج کا قضیہ، تحریک ختم نبوت، تحریکِ آزادیٔ ہند اور دیگر ملکی و ملی تحریکوں میں آپ نے نمایاں حصہ لیا ——

آپ کو پہلی مرتبہ دہلی سے گرفتار کیا گیا تھا۔ جب آپ شیخ الہندؒ کے فرمان کے مطابق نظارۃ المعارف القرآنیہ میں امام انقلاب مولانا سندھیؒ کی نیابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ پھر آپ کو مختلف مقامات شملہ، راہوں، جالندھر وغیرہ میں قید رکھ کر بالآخر لاہور میں نظر بند کر دیا گیا مگر اس کے باوجود ذوقِ جرم بڑھتا ہی چلا گیا ؎

بڑھتا ہے ذوقِ جرم یہاں ہر سزا کے بعد

آپ نے اپنا مشن جاری رکھا۔ اور یہی نظر بندی آخر کار ایک عظیم قرآنی تحریک کا سبب بن گئی —— ہزارہا علماء و فضلاء، بیشمار انگریزی دانوں، لکھے پڑھے نوجوانوں اور لاتعداد طالبانِ حق نے آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، رشد و ہدایت کے بے بہا خزانوں سے اپنے دامن مراد بھرے ——

ویرانۂ ہند و پاک میں آپ اس وقت اسلام کی گونجتی ہوئی آواز تھے ——

"خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را"

بقیہ شیخ التفسیرؒ اور سید حسین احمد المدنیؒ

صـ۱۳ سے آگے

میں عمر گذاری تھی تو ان کے مزار سے خوشبو آتی رہی اور مٹی مشک ہوتی رہی یا مشک جیسی خوشبو دیتی رہی۔ حضرتؒ نے قرآن پاک کی خدمت میں عمر گذاری تو کیا استبعاد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اظہار کرامت کے لئے ایسا کر دیا ہو۔

من عمل صالحًا من ذکرٍ او انثٰی وھو مومن فلنحیینہٗ حیٰوۃً طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون۔

میں اسی پر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس عاجز کو بھی ان اکابر کے ساتھ حشر نصیب فرمائے۔

توفنی مسلمًا والحقنی بالصّٰلحین۔

آمین ——

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

مَثَلُ كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ

شجرۂ خاندانِ عالیہ قادریہ راشدیہ

مجتبیٰ مصطفیٰ احمد محمد

روضہ مطہرہ مدینہ منورہ — الٰہی بحرمت شمس الضحیٰ نور الہدیٰ — احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ والہ وسلم — عرب شریف

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

مقام		ملک
مزار نجف شریف نجانا	الٰہی بحرمت باب العلوم اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ	عراق عرب
بصرہ	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بصرہ	الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
طرطوس	الٰہی بحرمت حضرت ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ	اُندلس
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری قرشی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی اولؒ رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
بغداد شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد صفی الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ	عراق عرب
حلب شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد ابوالعبّاس احمد رحمۃ اللہ علیہ	شام
حلب شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد مسعود رحمۃ اللہ علیہ	شام
حلب شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد علی رحمۃ اللہ علیہ	شام
حلب شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد شاہمیر رحمۃ اللہ علیہ	شام
حلب شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد شمس الدین جیلانی بغدادی حلبی اولؒ رحمۃ اللہ علیہ	شام
اُچ شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد غوث گیلانی الحسنی حلبی اُچی رحمۃ اللہ علیہ	ضلع بہاولپور
اُچ شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ	ضلع بہاولپور
اُچ شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ	ضلع بہاولپور
اُچ شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد حامد گنج بخش کلان رحمۃ اللہ علیہ	ضلع بہاولپور
اُچ شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالقادر ثالثؒ رحمۃ اللہ علیہ	ضلع بہاولپور
اُچ شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالقادر رابعؒ رحمۃ اللہ علیہ	ضلع بہاولپور
اُچ شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد حامد گنج بخش ثانیؒ رحمۃ اللہ علیہ	ضلع بہاولپور
اُچ شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد شمس الدین ثانیؒ رحمۃ اللہ علیہ	ضلع بہاولپور
اُچ شریف	الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ	ضلع بہاولپور
پیر کوٹ سدھانہ	الٰہی بحرمت حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی خامسؒ رحمۃ اللہ علیہ	ضلع جھنگ
پیر گوٹھ پگارا	الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد بقا رحمۃ اللہ علیہ	ضلع سکھر
پیر گوٹھ پگارا	الٰہی بحرمت حضرت سیّد محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ	ضلع سکھر
سوئی شریف	الٰہی بحرمت حضرت شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ	ضلع سکھر
بھرچونڈی شریف	الٰہی بحرمت حضرت شیخ حافظ (صدیق محمد صدیق) رحمۃ اللہ علیہ	ضلع سکھر
مزار دین پور شریف ضلع بہاولپور	الٰہی بحرمت حضرت (شیخ المشائخ مرشد شیخ الہند خلیفہ غلام محمد) رحمۃ اللہ علیہ	
	الٰہی بحرمت حضرت (قطب الاقطاب سیّد مولانا مولوی تاج محمود) رحمۃ اللہ علیہ	مزار امروٹ شریف ضلع سکھر
مقیم لاہور شہر	الٰہی بحرمت حضرت مرشدنا مولانا (مولوی احمد علی صاحب) شیخ التفسیر مدظلہ العالی	مغربی پاکستان

الشائع سلسلہ قادریہ راشدیہ دروازہ شیرانوالہ لاہور

ترکیب ذکر جہر

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد اوّل گیارہ دفعہ سورہ اخلاص پڑھی جائے پھر ہاتھ اُٹھا کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح کو ثواب پہنچایا جائے۔ اور مندرجۂ ذیل تین دعائیں کی جائیں۔

(۱) اے اللہ! تو مجھے اپنا شوق نصیب فرما

(۲) اے اللہ! تو مجھے اپنا نام نصیب فرما

(۳) اے اللہ! مجھ سے وہ کام کرا۔ جن میں تو راضی ہو۔ اس کے بعد ذکر شروع کیا جائے۔ اور تسبیح کے دانہ ساتھ ہی پھیرنے شروع کر دئے جائیں۔ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تین دفعہ پورا کلمہ پڑھنے کے بعد۔ پھر فقط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کلمہ زبان سے کہا جائے۔ دس تسبیح اس کلمہ کی پھیری جائیں اس کے بعد اِلَّا اللّٰهُ کی دس تسبیح پھیری جائیں اس کے بعد اَللّٰهُ کا ذکر کیا جائے۔ پہلی تین مرتبہ میں جَلَّ شَانُهٗ کا لفظ بھی کہا جائے بعد میں فقط اَللّٰهُ کافی ہے۔

اس کے بعد ھُوْ کا ذکر کیا جائے۔ اس کی بھی دس تسبیح پھیری جائیں۔

اس کے بعد مراقبہ کرے۔ ۳ یا ۵ یا ۷ یا ۹ مرتبہ فقط اَللّٰهُ لطیفہ قلبی پہ ضرب لگائے

اس کے بعد یہ دعا پڑھیں

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ ۔

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنِيْ بِسَتْرِكَ الْجَمِيْلِ ۔

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَكَرَاتِ الْمَوْتِ ۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى ۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ دروازہ شیرانوالہ لاہور

ملنے کا پتہ

دفتر انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

جناب ماسٹر ول دین صاحب انگوی بی اے بی ٹی

شیخ التفسیر کے اہل و عیال

شفقت پدری کا ظہور

اولاد کا وجود والدین کے لئے اُمیدوں کا سہارا ہوتا ہے۔ نبوت سے لے کر ولایت تک اور ولایت سے عام انسانوں کے گروہ تک کسی شخص کا دل بھی اولاد کی طلب سے خالی نہیں ہے۔ چونکہ یہ ایک فطری جذبہ ہے۔ لہذا اس کی حفاظت و صیانت کا کام ایک اہم فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اولاد کی تمنّا کرنا اور خدا تعالیٰ سے اس ثمر رُوح افزا کی خواہش کرنا کوئی سفلہ و حقیر عمل نہیں ہے، کیونکہ قرآنی شواہد سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت ذکریا علیہ السلام نے پروردگارِ عالم کے حضور میں اپنی ضعیفی و نقاہت اور دین حقہ کی وراثت کی حفاظت کا مسئلہ یوں پیش کیا تھا۔

فھب لی من لدنک ولیاً یرثنی
ویرث من آل یعقوب واجعلہ
رب رضیا۔

(اے پروردگار مجھ کو اپنی رحمت سے ایک لڑکا عطا فرما۔ جو میرے دین اور آل یعقوبؑ کے دین کا سچا جانشین و محافظ ہو۔ اے پروردگار! وہ بچہ تیرا مقبول و محبوب بندہ ہو۔)

اللہ تعالیٰ نے آپکی دُعا کو شرف قبولیت بخشا فرزند ارجمند کی بشارت دی۔ نام بھی رکھا اور احسان و امتنان کے انداز میں ارشاد ہوا۔ کہ اے ذکریا تیرے بیٹے کی انفرادیت و امتیاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ کہ ہم نے اولادِ آدم میں آج تک اس نام کا کوئی پیدا نہیں کیا۔ دعا کا پہلا حصّہ پُورا ہوا تو دوسرے حصّے میں بچے کی اہلیّت کا پیغمبرانہ سوال تھا۔ لہذا خدائے برتر نے حضرت یحییٰؑ کی نبوّت کی دستار بندی کا اعلان ان الفاظ میں پیش کر دیا۔

واٰتینٰہ الحکم صبیاً وحناناً من
لدنا وزکوٰۃ وکان تقیاً وبراً
بوالدیہ ولم یکن جباراً عصیا۔

(ہم نے اس کو کمسنی میں حکم کا مرتبہ عطا کیا۔ اور اپنی طرف سے شوق اور پاکیزگیٔ فطرت مرحمت فرمائی۔ وہ پرہیزگار تھا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والا اور ان کے حق میں سرکش اور نافرمان نہیں تھا۔)

قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے فرزند عزیز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا چین سمجھتے تھے۔ اور یہی حقیقت سیّدنا یعقوب علیہ السلام کی مبارک زندگی کا نچوڑ تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی پدرانہ شفقت کی داستان بھی پیغمبر وقت کے باپ ہونے کے منصب کو اجاگر کرتی ہے اور ادھر سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زانو پر جب آپ کے نورِ بصر سیّدنا ابراہیم علیہ السلام پر موت کی غشی طاری ہوئی تھی۔ تو آپ کی نبوّت افروز آنکھیں حزن و ملال سے سرشک آلود ہو گئی تھیں۔ یہ اور باقی سینکڑوں واقعات انبیاء کرام کے پدرانہ مناصب شفقت و رافت کے جذبات اور تعلیم و تربیّت کے اسلوب پر روشنی ڈالتے ہیں۔

"حضرتؒ کا مبارک گھرانا"

این خانہ ہمہ آفتاب است

ولایت کا ہر سانس نبوّت و رسالت کی مکمل زندگی کے بڑی حد تک تابع ہوتا ہے۔ انبیاء کرام کے معجزات کا ذکر اور اولیاء کرام کے کشف و کرامات کا بیان سامعین اور قارئین کو ضرور ورطۂ حیرت میں ڈالتا ہے۔ اور خدائے عز وجل کی قدرت واسعہ کا معترف بننے میں مد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ مگر ان حضرات کی زندگی کے وہ پہلو جن کا تعلق عبادات و معاملات سے ہو۔ ان کا تذکرہ عام خلق خدا کی ہدایت کا موجب بنتا ہے۔ لہذا آج ہم حضرت شیخ التفسیر رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے افراد خانہ میں راعی اور فرد اکبر کی حیثیت سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

اس گئے گزرے زمانے جب تہذیب مغرب نے اکثر مسلمانوں کو کتاب و سنت کی تعلیم سے بے بہرہ اور عمل سے محروم کر دیا ہے — خدائے ذو المنن نے حضرت قطب الاقطاب رحمتہ اللہ علیہ کے گھرانے کو وہ مجدّدانہ شرف بخشا ہے۔ کہ اس جگہ اسلام بڑی حد تک اپنے عملی رنگ میں نظر آتا ہے۔ اس نمایاں امتیاز و فرق کی اصل حضرت رحمتہ اللہ علیہ اور آپکی اہلیہ مکرمہ کے بزرگ والدین تھے۔ جن کی حسن نیت کا نتیجہ رحمت خداوندی بن کر ظہور پذیر ہوا۔ اور یہ خاندان نور اسلام سے جگمگا اُٹھا

حضرتِ اقدس کے والدین ماجدین نے آپ کی پیدائش سے پہلے ہی آپکو دین کی خدمت کے لئے (محرّر) وقف کرنے کی نذر مان رکھی تھی۔ اور ادھر ہماری عفیفہ و صدیقہ امّاں جان ادام اللہ فیضہا کے ماں باپ نے آپکی تربیّت میں حضرت ذکریا علیہ السلام کے نقش قدم پر چل کر آپ کو مریم زمانی بنانے کا فریضہ ادا کرنے کا تہیّہ کیا ہوا تھا۔ لہذا جب قدرت خداوندی کے فیصلے کے مطابق ازدواجی زندگی کا یہ مقدس امتزاج ظہور میں آیا۔ تو پروردگار عالم کی فیاضیوں نے اس گھر کو اپنی رحمتوں کا نشیمن بنا لیا۔

ننھے میاں جناب احسن کی پیدائش اور وفات

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی ابتدا سے تا زندگی حضرت شیخ التفسیر مرحوم کے سرپرست رہے۔ حضرت سندھی مرحوم نے جہاں ہمارے آقائے روحانی کو علوم ظاہری کا تاجدار اور حریّت و آزادیٔ فکر کا علمبردار بنایا۔ وہاں اپنی صاحبزادی کو بھی آپ کے عقد میں مرحمت فرمایا۔ تقریباً ایک سال کے بعد حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں بفضل ایزدی بچہ پیدا ہوا "حسن" نام رکھا گیا۔ مگر گلشن شباب کا یہ پہلا غنچہ ابھی مسکرانے بھی نہیں پایا تھا۔ کہ بادِ اجل نے غنچے کو اور شاخ غنچہ کو نخل حیات سے جدا کر دیا۔ صاحبزادہ حسنؒ صرف سات دن تک جیا۔ اور اپنی والدہ ماجدہ کی اُنگلی پکڑ کر فردوس کو سدھارا اور زمرۂ غلمان میں داخل ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون بچے نے اپنی ماں اور ماں نے بچے کا ساتھ نہ چھوڑا مگر جانے والوں اور روٹھنے والوں کی دائمی جدائی نے حضرتِ والا جاہ کے دل کو ضرور مجروح کیا۔

"محترمہ و مکرمہ عائشہ بی بی کی ولادت"

اس سانحہ ارتحال کے ایک سال بعد آپ کا نکاح ثانی ہوا۔ اور اس وقت بھی فطرت کی داد و دہش نے آپ کے سر پر رحمت کے پھول برسائے۔ حضرت ابو محمد احمد جو اپنے وقت کے جیّد عالم دین اور پاک باز صوفی منش بزرگ تھے۔ آگے بڑھے۔ اور حضرت شیخ التفسیر کو ہزار شفقت سے اپنی دامادی میں لے لیا۔ قدرت الٰہی کے اقتضا کے مطابق حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام عائشہ بی بی رکھا گیا۔ عائشہ بی بی نے اپنی مریم صفت والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ اور جنید وقت باپ کی شفقت بھری نگاہوں میں رہ کر پرورش پائی اور وہ اب تک حیات ہے۔ راقم الحروف کو ان کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ کمترین کو حضرت شیخ التفسیر رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ

ولایت میں تقریباً پندرہ سال حاضر ہونے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ اب جس وقت احقر اپنی عصمت مآب نسبتی والدہ (ساس) کے حضور مادرانہ میں حاضر ہوتا ہے تو اس بتولِ ولایت کی سیرت میں قطب الاقطاب باپ کے فردوسی کردار اور مشفقانہ تربیت کے نمایاں نقوش نظر آتے ہیں۔ القصہ! یہ حیا و پاکدامنی کا مرقع اور نسوانیت کے شرف کی جیتی جاگتی تصویر اپنے ہر خد و خال اور اسلوب و اطوار میں اپنے باپ کے انوار کا عکس لئے ہوئے ہے اور جب حضرت والا تبار نے اپنی اس لختِ جگر کا نکاح حضرت مولانا نور اللہ دام اقبالہٗ سے کیا تھا تو سنا ہے کہ فقط اتنا ہی فرمایا تھا کہ "بیٹا! علماء کرام کی اس جماعت میں باجماعت نماز پڑھنے والوں میں آپ اول نمبر پر آئے ہیں لہذا میں اپنی دخترِ نیک اختر آپ کے عقد میں دیتا ہوں۔" اللہ اللہ! ایک درویش صورت، سادہ پوش طالب علم کو اپنی دامادی میں قبول کیا جا رہا ہے مگر اس کے نسب و حسب، جاہ و ثروت ذریعہ معاش اور رہائشی مکان کا ذکر تک بھی نہیں کیا جاتا ہے۔ احیائے سنت کا یہ زریں نقشہ اور کتاب اللہ کی تعلیم کا یہ احترام کتنے لوگ ہیں جن کو فی زمانہ ہذا حاصل ہے؟ ع

ان کی قسمت میں ہے جو لوگ ہیں قسمت والے

حضرت حافظ حبیب اللہ مہاجر مدنی کی ولادت باسعادت

حضرت عائشہ بی بی کی ولادت کے بعد پروردگارِ عالم نے حضرت اقدسؒ کے گھر ایک بچہ پیدا کیا جس کو کسی حد تک عصرِ حاضر میں وَ لِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا کا مصداق مانا جائے۔ تو مبالغہ نہ ہوگا۔ ان مبارک گھڑیوں کی قدسی برکات کا کیونکر ذکر کیا جا سکے۔ ہاں قرآن حکیم نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے دورِ حیات کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ
وَيَوْمَ أَمُوْتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا

ترجمہ: "سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن مجھ کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔"

یہ انبیاء کرام کا ذکر ہے لیکن اولیاء کرام کو بھی اس کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ملتا ہے

ع ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ہمارے مرحوم و مغفور والدِ روحانی نے جس طرح اپنی بیٹی کی تعلیم و تربیت میں اسلامی اقدار کو نگاہ میں رکھا تھا۔ اسی طرح اور عین اسی طرح چمنستانِ ولایت کے نونہال کی بھی پرورش شروع ہوگئی۔ یہ بچہ ماں باپ کی دعاؤں کا نچوڑ تھا لہذا اس کے وجود سے والدین کی ہزاروں مسرتیں وابستہ تھیں۔ اب پہلی دعائیں خدائے ذوالمنن کی اس نعمتِ عظمیٰ کے شکریہ میں بدل گئیں۔ نعمتوں کی مسلسل بارش نے اس مقدس جوڑے کو خالقِ اکبر کی عبادت سے غافل نہیں کیا۔ بلکہ پہلے سے کئی گنا زیادہ توفیقِ عجز و نیاز عطا فرمائی۔ ہماری اماں جان جو آج پیرانہ سالی میں ہر روز ایک منزل قرآن مجید کی پڑھ کر دوسرا کام کرتی ہیں۔ (آپ کے فرزند ارجمند حضرت عبید اللہ انور صاحب نے ایک دن درس قرآن مجید میں فرمایا تھا کہ اماں جان کے تلاوت کے والہانہ شغف نے ہم کو ہمیشہ ناشتے سے محروم رکھا ہے) ان کے آج سے چالیس سال پہلے کے ذوقِ عبادت۔ تلاوتِ قرآن حمید اور باقی امورِ دینی کے انہماک کا اندازہ خود کر لیجئے کہ کہاں تک ہوگا۔ وہ ذاکرہ و شاغلہ جس کی نماز تہجد ساری عمر شاید ہی قضا ہوئی ہو۔ جس کے فرائض کی ادائیگی میں تمکنِ عبودیت اور نوافل گزاری میں عارفانہ جذب و سوز ہو جس کو فطرت کی بے پایاں عنایتوں نے عابدانہ صلاحیتوں سے نوازا ہو جس کے گھر میں ساری زندگی قرآنی نغمات اور شام و سحر "اللہ اللہ" کی صدائیں آتی رہی ہوں۔ جس کا آقا و سرپرست صدق مقال اور رزقِ حلال کا فطری طور پر خوگر ہو۔ اس کی آغوشِ رحمت میں جو بچہ پرورش پائے گا۔ اور اس کے سینے سے چمٹ کر اپنی معصومانہ خوراک حاصل کرے گا۔ وہ یقیناً ایک دن اسلافِ کرام کا مثیل ہوگا۔ دینِ حقہ کے لئے اس کا وجود مسعود حجت و برہان ہوگا وہ الہامی سعادتوں کا نقیب اور اسلامی اقدار کا محافظ بنے گا علمی رفعتیں اور صابرانہ توکل و غنا کے انوار اس کی جبینِ نیاز کو تابندہ و درخشاں رکھیں گے

جواں مردے کہ خود را فاش بیند
جہانِ کہنہ را باز آفریند
ہزاراں انجمن اندر طوافش
کہ او با خویشتن خلوت گزیند
— (اقبال مرحوم)

والدین کی سعید روحوں نے اس خوش نصیب بچے کی اسلامی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ سب سے پہلے قرآن عزیز کے حفظ کا اہتمام کیا گیا۔ قدرت نے حافظ حبیب اللہ صاحب کو جو کتاب و سنت کی فہم و ادراک کے لئے ذہنِ رسا عطا فرمایا تھا۔ اس کو والدین کی دعاؤں نے اور بھی جلا بخشی۔ لہذا ذہانت و فطانت کا یہ پیکر علوم متداولہ میں خوب مہارت پیدا کرنے لگا۔ باپ کی عارفانہ صحبت نے دین کا ذوق عطا کیا۔ اور اب ضروری کتب کی تحصیل کے بعد آپ کو مرکزِ اخیار و ابرار اور مرجعِ علماء و مشائخ دارالعلوم دیوبند میں بھیجا گیا۔ وہاں کی علمی و روحانی فضا نے اس جوہرِ قابل کو فردوسی تابانی بخشی۔ اور ہم اس حقیقت کو مکرر عرض کرنے میں باک نہیں رکھتے ہیں۔ کہ بزرگ والدین کی پاکیزہ دعاؤں نے کندن بننے میں اس کی خوب دستگیری کی۔ دارالعلوم میں ہزاروں طلباء تھے۔ مگر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا نورِ نظر اپنے اساتذہ کرام (اولیاء کرام) کی آنکھوں کا تارا تھا۔ کیوں کہ قطبِ دوراں حضرت مولانا مرحوم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا! پچاس فیصد حصولِ علم اور پچاس فیصد اساتذہ کرام کا ادب ملحوظ خاطر رہے۔ مدرسہ میں اس وقت حضرت سید محمد انور شاہ قدس اللہ سرہٗ جیسے یکتائے روزگار علامہ حضرت مدنیؒ جیسے مجاہد کبیر اور شارحِ حدیث مردِ حق آگاہ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جیسے دانائے رموزِ قرآنی موجود تھے۔ لہذا ہمارے آقا۔ ہمارے مکرم حافظ موصوف نے ان ہادیانِ دینِ متین سے خوب دل کھول کر کسبِ ضیا کیا۔ اور آخر کار جامعیت کی خلعتِ فاخرہ در بر کئے دارالعلوم سے لاہور واپس آئے۔ محنت پژوہیوں اور سینہ کاویوں کا طالب علمانہ دور ختم ہوا۔ مگر ع

دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک
(مرزا غالب)

قیامِ لاہور میں ابھی ہزاروں منزلیں باقی تھیں جن میں کسی مردِ کامل کی رہنمائی کی ضرورت تھی۔ گھر میں حضرت والا تبارؒ کے علاوہ حضرت مولانا سندھیؒ کی آمد و رفت جذبۂ حریت کو تیز کرنے۔ تہذیبِ مغرب سے تنفر۔ سید العارفین امام الروحانیاں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفۂ اسلام کی ترویج و اشاعت کو لائحہ عمل بنانے اور ظاہری اسباب و علل سے مستغنی ہو کر زندگی بسر کرنے کا درس دینے کے لئے کافی و شافی تھی۔ کیونکہ مولانا موصوف ایک انقلابی قلب و نظر کے حامل تھے۔ ان کے کردار میں آسمانوں کی رفعت تھی۔ ان کے عزائم میں کوہساروں کی پختگی تھی۔ ان کے سینے میں شیروں کی بے خوفی تھی۔ وہ کسی کی رہنمائی قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ ان کے سامنے شمس العارفین حضرت شیخ الہند

کی مجاہدانہ زندگی کے ابواب کھلے ہوئے تھے۔ اور ان کی اپنی ضمیر ان کو پکار پکار کر کہتی رہتی تھی ؎

عصرِ حاضر با تو مے جوید ستیز
نقشِ حق بر لوحِ ایں کافر بریز
نقشِ حق داری؟ جہاں نخچیر تست
ہم عناں تقدیر با تدبیر تست

ہم نشینوں سے پوچھیے کہ حضرت مولانا سندھیؒ کیا تھے؟ اور ان کے ذوقِ پرواز کی فلک پیمائیاں کیا تھیں؟ وہ ان تھک ہمتوں کے مالک تھے۔ وہ ماحول کی تاریکیوں سے خائف ہونے کی بجائے ان میں بھیرتے بھرتے تھے۔ وہ جوانمردانہ اقدام کے عادی تھے۔ وہ سنتے تھے اور کوئی ان کو ہروقت کہتا رہتا تھا ؎

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُردم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ افتاد

یہ حضرت سندھیؒ کی مجذوبانہ۔ متوکلانہ اور سرفروشانہ داستانِ حیات تھی جو کسی نہ کسی حد تک اپنے حلقہ بگوشوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ حضرت شیخ التفسیر آپ کی بڑی عزت و توقیر کرتے تھے اور آپ کی اولاد بھی اسی طرح فرزندانہ تعظیم سے پیش آتی تھی۔

حافظ حبیب اللہ صاحب اب اپنے والد بزرگوار کی تجویز کردہ راہوں پر چل رہے تھے۔ اور درس و تدریس کا کام بڑے انہماک سے ہو رہا تھا۔ جب کہ آپ ۱۹۴۷ء میں حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور اس سے پیشتر بھی ایک دفعہ حج کیا تھا۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد آپ اب تک تن تنہا مدینۃ الرسول ﷺ میں مقیم ہیں۔ تقریباً ۱۷ سال سے حجازِ مقدس کی مبارک فضائیں آپ کی پرورش کر رہی ہیں۔ روضۂ رسول انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرور بہاریں اور یزداں افروز محفلیں آپ کی طمانیتِ خاطر کا سامان مہیا کرتی ہیں۔ حج کے ایام میں آپ مکہ مکرمہ تشریف لاتے ہیں اور اردو زبان میں ہند و پاک کے حجاج کرام کو درس قرآن مجید دیتے ہیں اور حج کے فوراً بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے جاتے ہیں۔ اور مسجدِ نبوی کے باب صدیقؓ میں بیٹھ کر عربی زبان میں مدینہ والوں کو درس دیتے ہیں حضرت شیخ التفسیرؒ متعدد دفعہ حج و عمرہ کے لئے ان کے پاس تشریف لے جاتے رہے ہیں اور آپ کے ہمراہ ہماری محسنہ وصدیقہ اماں جان اور صاحبزادہ مولانا عبیداللہ انور صاحب یا حافظ حمید اللہ صاحب جاتے رہے ہیں۔ آپ حضرت والا شان کے عالم جاودانی کو سدھارنے کے بعد اور پہلے بھی بے شمار احباب اور عقیدتمندوں نے بہ ہزار اخلاص عرض کیا ہے کہ آپ (حافظ حبیب اللہ صاحب) لاہور واپس تشریف لے آئیں۔ مگر آپ مدینہ منورہ کی فردوسی و ملکوتی فضاؤں کو چھوڑنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں راقم الحروف نے بھی ایک طویل عریضہ محترم حافظ صاحب کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا جس کے جواب سے واضح ہوتا تھا۔ کہ آپ رضائے الٰہی کے مطابق مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ محترمہ و مکرمہ اماں جان کی طرف سے بھی مادرانہ تقاضے پیش کئے گئے ہیں مگر ان کی طرف سے صبر کی تلقین۔ آخرت کی ملاقات کے وعدے۔ مدینہ منورہ کی مشکبار فضاؤں کے تذکرے کے سوا کوئی جواب نہیں ہوتا۔ اور حقیقت ہے کہ اس مقام کی سعادات کا کیا کہنا۔ مسجد نبوی کا مقدس ماحول فرشتگان ارض و سما کی منزل۔ رحمتوں کا مہبط۔ انوار الٰہی کی دنیا۔ تاجدار رسالت ﷺ کی آخری آرامگاہ۔ ذروں میں آفتاب پنہاں۔ چپہ چپہ پر صحابہ کرامؓ اور شہدائے عظام کے خون کی آمیزش۔ اصفیا و اتقیا کا مکتب۔ خسروی و درویشی کا مرکز۔ اسلامیان ادوار کا ملجا وماویٰ اور ایک صاحبِ دل مقبول خدا کی زبان سے

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

برکتوں اور رحمتوں کی بستی کو چھوڑ کر محروم دنیا میں کون قدم رکھے۔ طالبانِ صادق کے لئے تو علامہ اقبال مرحوم فرما گئے ہیں ؎

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف
(اقبال مرحوم)

زہے نصیب! ایک ہندی نژاد۔ ان فضاؤں میں پلا ہوا۔ والدین کی مادری زبان پنجابی۔ مگر فضلِ ایزدی کی بے پایانی پر غور کیجیے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مسجد نبوی میں بیٹھ کر کتاب و سنت کی خدمت کے لئے اپنا ہر لحظۂ حیات وقف کئے ہوئے ہے ؎

صحبتِ پیر روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سربجیب۔ ایک کلیم سربکف

یہ چیزیں عقل و خرد کے پیمانوں سے نہیں ماپی جا سکتیں۔ ان کا تعلق وجدانِ صحیح اور روحِ مطمئنہ سے ہے۔ ہم تو اندھوں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بقول حضرت شیخ التفسیرؒ "یہ پاگلوں کا جہاں ہے"۔ ہاں قیامت کے دن۔ اولادِ آدم کے اجتماع میں چودھویں صدی کے اس لادینی کے دور کے جب تمام افراد اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور ہم کو بفضل ایزد متعال ہمارے آقا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے فرزند جلیل حضرت حافظ حبیب اللہ مہاجر مدنی کا دیدار نصیب ہوگا اور ان کے چہروں پر نَضْرَۃَ النَّعِیم کے انوار ہوں گے۔ تو ہم کور باطنوں۔ ہوس پرستوں اور تہذیبِ حاضرہ کے متوالوں کو یقین آ جائے گا کہ ہم نے اپنی اولاد کو امریکہ اور لندن بھیج کر ان کو اور اپنے آپ کو قعرِ جہنم میں دے مارا ہے۔ اور حضرت شیخ التفسیر قطبِ دوراں نے تمام دنیا کی خرافات سے منہ موڑ کر دینِ حنیف پر گامزن ہوتے ہوئے مرسلانہ استقامت سے اپنے نورِ بصر کو دیارِ رسول اللہ ﷺ میں خدمتِ دین کے لئے بھیجا اور آج آپ کو اور اپنے فرزند ارجمند کو جنتِ فردوس کا وارث بنا لیا۔ ؎

امیں راز ہے مردانِ حُر کی درویشی
کہ جبرئیل سے ہے اس کو نسبتِ خویشی
(اقبال مرحوم)

حضرت حافظ حبیب اللہ صاحب کے بعد اس مبارک گھر میں اور بچوں نے بھی جنم لیا۔ جن میں صاحبزادہ حفیظ اللہؒ اور صاحبزادہ عبیداللہؒ بھی تھے جو ابتدائے بہار میں ہی مرجھا گئے۔ اور اسی طرح دو بچیاں بلوغت کے قریب پہنچ کر اللہ کو پیاری ہوئیں اور ایک صاحبزادی جو کہ حضرت مولانا عبدالمجید مرحوم کے عقد میں تھیں۔ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا عبدالوحید نامی چھوڑ کر ملک عدم کو سدھاریں اس موقعہ پر یہ واقعہ قابل ذکر ہے۔ کہ حضرت والا جاہ اپنے مغموم دل سے ان بچوں میں سے بعض کی قبور پر تشریف لے گئے۔ اور حالتِ کشف میں جو گفتگو ہوئی۔ اس کو حضرت اماں جان سے آکر بیان کرتے رہے۔

جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور صاحب

اب حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب کا ذکر خیر نہایت اختصار سے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ اپنے برادر عزیز حافظ حمید اللہ صاحب سے بڑے ہیں اور اپنے قطب الاقطاب والد محترمؒ کے جانشین ہیں۔ آپ کو فرشتہ سیرت والدین نے ابتدائی کتب متداولہ کی تحصیل کے بعد دارالعلوم دیوبند بھیجا۔ وہاں آپ نے

اکابرِ دین کی سرپرستی میں دورہ حدیث کے علاوہ باقی ضروری علوم کی سندات حاصل کیں اور واپس آکر اکثر وقت اپنے والدین کی خدمت عالیہ میں حاضر رہے۔ اور تھوڑا سا عرصہ کراچی میں بھی قیام پذیر رہے۔ اب حضرتِ اقدس کے ارشاداتِ گرامی کے مطابق آپ مسندِ خلافت پر رونق افروز ہیں۔ وہ فرائض جن کی ذمہ داری حضرت کی ذاتِ والا صفات پر تھی۔ وہ اب آپ کے ذمہ ہیں۔ جن کو حسب توفیق بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔ للّٰہیت اس خاندان کا فطری جوہر ہے وَ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ان کا آبائی ورثہ ہے۔ صبح کا عام درس۔ علمائے کرام کی جماعت کو یکم رمضان سے یکم ذوالحجہ تک تفسیر پڑھانا جمعہ کا خطبہ۔ ذکر جہر کی حاضری۔ عقیدت کیشوں سے ملاقات اور اندرون شہر اور بیرون شہر پاکستان کے مختلف مقامات پر رضائے الٰہی کے لئے تبلیغی مشن پر تشریف لے جانا۔ یہ اور باقی دینی امور جو ایسی بابرکت ہستیوں سے وابستہ ہوتے ہیں کو پورا کرنا آپ کے لائحہ عمل میں شامل ہے آپ کی سیرت تمام اخلاق حمیدہ کی آئینہ دار ہے۔ شباب کے باوجود زبان میں بزرگانہ شیریں مقالی۔ اطوار و کردار میں مربیانہ مروّت۔ بشرہ پر ذہانت کے انوار۔ آنکھوں میں پاکیزگیٔ فطرت کی جھلک۔ حلم و حیا میں عثمانی صفت۔ اقرباء و اعزہ میں ہردلعزیز۔ اغیار میں ممدوح و موصوف اور اس پر طرّہ یہ کہ لاکھوں مہجوروں کے والدِ مشفق حضرت شیخ التفسیر مرحوم کی جیتی جاگتی نشانی ہے

اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری

جس کسی سے ایک دفعہ مخاطب ہوتے ہیں وہ محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ فطرت کے جوہری نے آپ کو دو درخشندہ گوہر عطا فرمائے ہیں ایک کا نام اجملؔ ہے۔ اور دوسرے کا نام اکملؔ ہے۔ یہ اپنے محترم دادا جان مرحوم اور دادی جان کی دعاؤں کا حاصل ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ان کو مجاہدانہ زندگیاں عطا فرمائے۔ آمین یاالٰہ العٰلمین

جناب حافظ حمیداللہ صاحب مدظلہ العالی

اپنے بھائی بندوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ فارغ التحصیل عالم دین ہونے کے علاوہ حافظِ قرآن بھی ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کے بڑی سختی سے پابند ہیں۔

حضرت والا جاہ مرحوم آپ سے بڑی مروّت و عفو سے پیش آتے تھے۔ حضرت کی وفات پر آپ کی بے بسی بڑی جگر پاش تھی۔ حضرت کے عطا کردہ پروگرام کے مطابق آپ بچوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھاتے ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً امتحان بھی لیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے دو بچیوں کے بعد آپ کو ایک فرزندِ خوش اختر عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ خدائے ذوالمنن آپ کو اور آپ کے بچوں کو حیاتِ طیبہ اور خدمتِ دین کی توفیق ارزاں فرمائے۔

آمین!

بقیہ: درس حکمت ولی اللّٰہی

صفحہ ۱ سے آگے

مقررہ میں اس جماعت کو فارغ کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے عرض کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سارے کام بفضلہ تعالےٰ جاری ہیں پھر حجۃ اللہ البالغہ کا درس کیوں بند ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے اس کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب کے ساتھ مورخہ ۱۰ رمئی ۶۲ء سے یہ درس جاری کر لیا۔ تاکہ ہم سب مل کر اس کتاب کے مطالب کو دہرائیں۔ اب ہم نے کتاب کو ابتدا ہی سے شروع کر لیا۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ درس اب تک جاری ہے۔ تمہید اور مقدمہ ختم کرنے کے بعد مبحث اول کے چار ابواب ختم کر چکے ہیں۔ اب رمضان شریف شروع ہو گیا۔ اور علمائے کرام کا درس خصوصی بھی جاری ہو گیا۔ اس لئے مصروفیت کے پیش نظر حجۃ اللہ البالغہ کا درس تین ماہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے۔

خدا کرے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقات اور علمائے کرام میں سے نوجوان حضرات حکمت ولی اللّٰہی کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوں اور ان کی باقاعدہ جماعتیں مدرسۂ قاسم العلوم میں شروع ہو سکیں۔ تاکہ وہ پاکستان کے اندر صحیح اسلامی معاشرے کی تشکیل و تعمیر کا کام باحسن وجوہ سرانجام دے سکیں۔ اور انھیں اس سلسلے میں کسی غیر اسلامی فکر اور فلسفے سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت نہ رہے!

راقم الحروف کو پورا وثوق ہے کہ اگر وہ حکمت ولی اللّٰہی کا باقاعدہ مطالعہ کریں گے تو وہ دیکھیں گے کہ جملہ معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور روحانی امور میں یہ فلسفہ انسانیت کی کامل رہنمائی کرتا ہے۔ اگر حکمت ولی اللّٰہی کے درس کا سلسلہ باقاعدہ کلاسوں کی صورت میں جاری ہو جائے اور نوجوان اس سلسلے میں آگے بڑھیں تو ان کی سعادت ہوگی۔ اور وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کی خوشنودی بھی حاصل کریں گے۔

واللہ المستعان

بقیہ: حق وصداقت کے پیکر

کیا آج جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبیداللہ انور کی زبانی اس کی صدائے بازگشت سنائی نہیں دیتی؟

کیا ان کی تیار کردہ جماعت جمعیۃ علماء اسلام عائلی قوانین کو منسوخ کرانے کے لئے شب و روز مصروف عمل نہیں؟

یقیناً ان کی آواز آج بھی پاکستان کی فضاؤں میں گونج رہی ہے اور ان سب سوالوں کا جواب اثبات میں دے رہی ہے!

میں اس موقع پر یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگ کیونکر مر سکتے ہیں جو اپنے پیچھے ایک پوری جماعت چھوڑ جائیں، جو علوم خداوندی کے وارث ہوں۔ اگر ایسے لوگ واقعی مر جائیں، تو حق و صداقت مٹ جائے۔ علم و معرفت ختم ہو جائے۔ حرّیتِ فکر ناپید ہو جائے۔ اور خود انسانیت کا بھی خاتمہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں!

آمین!!

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ سے

میری پہلی اور آخری ملاقات

حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل ——— لاہور

حضرت لاہوریؒ سے ملاقات میری ایک دیرینہ آرزو تھی۔ کیونکہ میں آپ کی لکھی ہوئی تفاسیر اور رسالہ "خدام الدین" سے کافی متاثر ہو چکا تھا۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ۱۹۵۷ء میں میرے قیدی شاگردوں کا سنٹر امتحان شیرانوالہ گیٹ مقرر ہوا۔ میں نے اُسے تائید ایزدی سمجھا اور امتحان سے ذرا پہلے زیارت کے لئے جا حاضر ہوا۔ حضرت نے نہایت مشفقانہ نظر سے دیکھا۔ میں نے مدعا بیان کیا اور دُعا کی التجا کی۔ آپ نے مسکراتے ہوئے دُعا فرمائی اور ہم سب شاداں و فرحاں سنٹر میں داخل ہوگئے۔ اس وقت میری زبان پر یہ شعر جاری تھا۔ ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

چھ دن تک امتحان ہوتا رہا اور میں قیدی بچوں کو امتحان گاہ میں بٹھا کر آپ کی خدمت میں چلا جاتا۔ ذرا پرے بیٹھ کر درس سنتا اور دیدار کی دولت لوٹتا۔ مگر حضرتؒ مجھے قریب تر بٹھانے لگے اور خاص نظرِ شفقت سے دیکھنے لگے۔ قرآن فہمی کا شوق تو تھا ہی بڑا لطف آنے لگا۔ یہ علماء کرام کی جماعت چند ماہ تربیت حاصل کرنے آئی تھی۔ درس کے دوران میں شریعت اور طریقت کے وہ حقائق بیان ہوتے کہ ایمان تازہ ہو جاتا۔ حضرتؒ اِن علماء کو اپنے رنگ میں رنگ دیتے اور روحانیت کی کئی منازل طے کرا دیتے۔ آج بھی پاکستان بھر میں آپ کے ہزاروں شاگرد علماء اور خلفاء اپنی اپنی جگہ اشاعتِ دین سے لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں۔ یہ تھی میری پہلی ملاقات جس نے مجھے دین کی لذت سے آشنا کر دیا۔

امتحان ختم ہوگئے۔ لیکن شوق قرب بڑھتا رہا اور میں آپ کے انوار کے درس میں شامل ہونے لگا۔ اور یہ سلسلہ کم و بیش آخری انوار تک جاری رہا۔ انوار کا درس آپ کا ایک خاص درس ہوتا۔ جس میں زیادہ تر ملازم پیشہ لوگ شامل ہوتے۔ آپ کے درس میں بڑا لطف آتا۔ قرآن کی آیات احادیث کی تائید۔ بزرگانِ شریعت و طریقت کی تاکید اور روز مرہ کے واقعات سے نتائج اخذ کرکے ایسا درس دیتے کہ دلوں میں اُتر جاتا۔ چنانچہ میں نے آئندہ سال کے رمضان المبارک میں علمائے کرام کی جماعت کے ساتھ مکمل سورۃ "بقر" پڑھی۔ اور ملازمت کے باعث صرف انوار کے درس میں شامل ہونے پر مجبور ہوگیا حضرتؒ علماء کی اس جماعت کو تین ماہ تک درس دیتے اور قرآن فہمی کے ساتھ ساتھ طریقت کی منازل بھی طے کراتے۔ آپ اکثر ان علماء کو فرمایا کرتے۔ کہ عالم بھی اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے دل کی بیماریاں (حرص۔ ریا۔ عجب۔ کبر غصہ۔ حسد۔ کینہ۔ بغض اور نخوت) دُور نہ ہوں۔ اور فرماتے کہ یہ بیماریاں علماء میں بھی ہیں۔ مزید فرمایا کرتے کہ جس طرح کپڑا رنگنے کے لئے رنگ ساز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ کا رنگ چڑھانے کے لئے کسی ولی اللہ کی ضرورت ہے۔ علماء کرام ہیں رنگ فروش اور قرآن ہے رنگ اور صوفیائے عظام ہیں رنگ ساز۔ جب تک علماء کسی اللہ والے کے پاس نہیں بیٹھیں گے۔ اس وقت تک اللہ کا رنگ نہیں چڑھے گا۔ اور دل کی بیماریاں نہیں جائیں گی آپ مجمع البحرین تھے۔

اس ضمن میں جمعرات کی مجلس ذکر خاص معروف تھی۔ جس میں مقامی حضرات کی نسبت بیرونی حضرات زیادہ تشریف لاتے۔ یہ حضرات اتنے شیفتہ تھے۔ کہ دوسرے روز جمعہ پڑھ کر رخصت ہوتے میں بھی گاہے گاہے اس مجلس میں شرکت کا شرف حاصل کرتا۔ تو میں حضرت مولاناؒ کی عمر اور چوبیس گھنٹے کی بے پناہ مصروفیات (انجمن کی امارت، تبلیغی پمفلٹوں کی طباعت، تالیف و تصنیف۔ ذکر و فکر، صبح و شام کے درس، مساجد کی تولیت، قرآن مترجم رسالہ خدام الدین کے مضامین۔ مدرسۃ البنات کی نگرانی، تجوید قرآن اور حفاظ کی کلاس، ذاتی مجاہدہ اور اوراد، علماء کی ٹریننگ کلاس، وعظ و تبلیغ، جامعہ کی نگرانی، اولاد کی تربیت نظامی مدارس کا اجراء، یتامیٰ اور بیوگان کی پرورش، خطبات جمعہ، بیرونی لوگوں سے ملاقات انفرادی تقاضے، جماعتی ضروریات، خطوط کے جوابات اور ذاتی عبادات) دیکھتا تو یہی سمجھتا گویا آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے کہ محض ایک ولی ہی اتنا مصروف پروگرام سرانجام دے سکتا ہے۔ پھر صلح کل اتنے کہ شریعت میں فقہ حنفیہ کے پیرو کار ہوتے ہوئے بھی باقی ہر سہ آئمہ کرام کا احترام ملحوظ رکھتے۔ اور طریقت میں سلسلہ قادریہ میں منسلک رہتے ہوئے بھی باقی ہر سہ سلسلوں کو اچھا جانتے اور یہی بزرگوں کی نشانی ہے۔

آپ کی ولایت

حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر رہتا ہے۔ اور ایک عرصہ کے بعد مایوس لوٹنا چاہتا ہے۔ اور حضرت جنیدؒ سے عرض کرتا ہے۔ کہ بہت کچھ سنا تھا لیکن کوئی کرشمہ نظر نہیں آیا۔ لہذا واپس جا رہا ہوں۔ چنانچہ آپ اس سے فرماتے ہیں کہ آپ نے میرا کوئی کام سنتِ خیر الانامؐ کے خلاف دیکھا ہے۔ وہ شخص نفی میں جواب دیتا ہے۔ اس پر حضرت جنیدؒ مسکرا کر ناصحانہ انداز میں فرماتے ہیں۔ کہ اے میرے عزیز! اتباع نبی کریمؐ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ولایت نہیں" الاستقامۃ فوق الکرامۃ" استقامت کرامت سے بدرجہا بلند ہے۔

حضرت شیخ التفسیرؒ بھی اسی سلسلہ کے چشم و چراغ تھے۔ اور حنفی المذہب میں سلسلہ قادریہ پر کاربند تھے آپ کی ساری زندگی عزم و استقامت کا نمونہ تھی۔ اور کہیں بھی پائے ثبات میں لغزش نہ ہوئی۔ آپ پر توحید کا رنگ غالب تھا۔ اور مولانا محمد علی جوہر کا یہ شعر بالکل آپ پر صادق آتا تھا — ! ؎

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

مصلحت بینی اور مداہنت آپ کو ہرگز گوارا نہ تھی۔ حق گوئی و بے باکی میں آپ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہتے۔ ؎

آئینِ جوانمرداں ! حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

باطل سے ٹکرا جانا اور قید و بند کی صعوبتیں سہنا آپ کا شیوہ رہا، بلکہ اکثر فرماتے کہ میری نظر بندی ہی اشاعت دین کا باعث بنی۔

اسلام

اور اشاعت دین میں عمل کو بڑا دخل ہے۔ مادیّت کے اس دور میں بھی جب حضرتؒ کو اس معیار پر پرکھتے ہیں۔ تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ لباس، خوراک اور رہائش میں وہ سادگی کہ قرونِ اُولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ وسعت کے باوجود آپ فقر کو ترجیح دیتے اور معاملات میں ہمیشہ خلق محمدیؐ کا رنگ پیش نظر رکھتے کبھی ماتھے پر بل نہ آتا اور خلق عظیم کا یہ مجسمہ شبانہ روز مصروفیات کے باوجود صبر و تحمل کے دامن کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑتا۔ اپنا تو ذکر کیا۔ غیروں کا فکرِ آخرت بھی انہیں تڑپا دیتا۔ کبھی کسی کی دل آزاری نہ فرماتے بلکہ مجموعی رنگ میں اصلاح کی کوشش کرتے حتیٰ کہ اختلاف رکھنے اور بُرا بھلا کہنے والوں کے لئے بھی دُعا فرماتے اور "قولو للناس حسنا" کے انداز میں ایسا بیان فرماتے کہ دل مسخّر ہو جاتا، دراصل بزرگوں کی یہی نشانی ہے۔ ؎

وہ جفا کرتے رہے اور ہم وفا کرتے رہے
اپنے اپنے فرض کو دونوں ادا کرتے رہے

اکل حلال اور صدقِ مقال ولایت کے دو بڑے نشان ہیں۔ صدقِ مقال کا حال تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کہ جہاں زبان صبح سے لے کر شام تک ذکر و فکر اور قرآن و حدیث سے تر رہے۔ وہاں صدقِ مقال کے سوا اور گمان کرنا ہی گناہ ہے۔ رزق حلال کا بھی آپ کے ہاں خاص اہتمام تھا۔ ہر مجلس میں حرام کھانے سے بچنے کی تلقین فرماتے اور حرام خوری سے نفرت دلاتے۔ فرماتے کہ حرام سے گوشت پوست اور سب جسم حرام ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اثرات اولاد تک پہنچتے ہیں۔ اگرچہ عوام کو مکلف نہ کرتے۔ مگر مقربین کو مشکوک دکاندار سے کسی قیمت پر بھی چیز خریدنے کی اجازت نہ دیتے۔ فرماتے ہو سکتا ہے کہ قصائی چوری کا بکرا ذبح کر کے بیچ رہا ہو۔ اور دکان دار نے حرام کی ملاوٹ کر رکھی ہو۔ نیز فرماتے کہ جس طرح پانی کے ایک گھڑے میں ایک قطرہ پیشاب مل جائے تو سارا پانی حرام ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح تھوڑے سے حرام سے تمام حلال مال بھی حرام ہو جاتا ہے۔ آپ کے ہاں ایک معیار تھا۔ اور آپ کشف سے یا سونگھ کر فرما دیتے کہ اس میں حرام کی بُو آ رہی ہے۔ اسی طرح متوسلین کو آپ شائبے تک سے گریز کراتے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر مکہ شریف سے اس لئے گھڑی نہ خریدی۔ کہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے۔ حالانکہ فتویٰ کی رُو سے ہرگز گناہ نہیں۔

کشف القبور کا آپ کو علم تھا۔ آپ فرمایا کرتے کہ میں شاہی قلعہ کی غربی دیوار کے پاس کسی ولی اللہ کو مدفون پاتا ہوں۔ اور مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ ایک محترمہ جس کے دو بیٹے فوت ہو گئے تھے کے حوالے سے فرمایا کہ ایک اچھی حالت میں ہے۔ اور دوسرے کی حالت دگر گوں ہے۔ چنانچہ اس نیک خاتون نے اقرار کیا کہ دگر گوں حالت والے نے خودکشی کی تھی۔ اور دوسرا (اچھی حالت والا) ہنگامی حادثے کا شکار ہوا تھا۔ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت لاہوریؒ نے ایک روضہ کو دیکھ کر فرمایا کہ قبر کے اندر تو کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ بزرگوں سے معلوم ہوا۔ کہ اس قبر کی لاش کو عقیدت مند نکال کر لائل پور لے گئے تھے۔ حضرت مولانا شجاع آبادی فرماتے ہیں۔ کہ جیل خانے کے اندر میری کوٹھڑی حضرت لاہوریؒ کے پاس تھی۔ میں نے اکثر مشاہدہ کیا کہ رات کو آپ کی کوٹھڑی بقعہ نور ہوتی۔

ناظرینِ کرام

قصیدہ گوئی میرا طریق نہیں۔ لیکن میں یہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ آپ کو آپ کا صحیح مقام نہ دیا جائے۔ میں نے اُن کی ذات کا کیا تعارف کرانا ہے۔ منصب نبوت کے چار اہم فرائض ہیں۔ کیا آپ ان فرائض کی پیروی میں "یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" کے نقیب اور خطیب نہ تھے۔ صاحب شریعت و طریقت جانتے ہیں۔ کہ اللہ کی آیات سنانا دلوں کو پاک و صاف کرنا۔ قرآن پڑھانا مطالب سمجھانا اور علم و حکمت سے مقصودِ ایزدی بتلانا نبیوں اور ولیوں کا شیوہ رہا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی دین کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اور ظاہر علم کے علاوہ عوام اور خواص سب کو باطنی بیماریوں (حسد، کبر، ریا، بغض، کینہ، جھوٹ اور غصّہ وغیرہ) سے خبردار کیا کرتے۔ انبیاء کرام کا ورثہ علم ہوتا ہے۔ اور اس کے حامل صاحبِ علم ہی ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے "العلماء ورثۃ الانبیاء" لیکن ہر عالم انبیاء کا وارث نہیں ہوتا۔ یہ ان علماء کے لئے جو عالم باعمل ہوں۔ ان کا شمار علماء حق میں ہو جن کی زندگی کی ہر حرکت سنت نبویؐ کے مطابق ہو۔ جو عاملِ قرآن اور متبع حدیث خیر الانامؐ ہوں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے داعی ہوں۔ بندوں کو ماسوائے اللہ سے توڑ کر صرف اللہ سے جوڑیں۔ ہر احتیاج کو بالائے طاق رکھ کر صرف توکل کو اپنائیں۔ اور اس طرح خود کو انبیا کا جانشین اور وارث ثابت کریں۔ رسولِ پاکؐ نے فرمایا خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔ آپ اس حدیث کی روشنی میں حضرتؒ کی زندگی کا جائزہ لیں۔ پھر قرآن کی آیت مبارک "کنتم خیر امۃ" کو بھی ذہن میں رکھیں کہ خیرِ امت اس گروہ کو کہا ہے۔ جو دینِ حق کی اشاعت کریں۔ "علماء امتی کالانبیاء بنی اسرائیل" ایک بڑی معروف حدیث ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اس کے معانی ہیں کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے برابر ہیں۔

حضرات! حضرت لاہوریؒ کو ان آیات اور احادیث پر پرکھیں اور دیکھیں کہ آپ ولایت کے کس مقام پر ہیں۔ میں تو آپ کو کانِ ولایت سمجھتا ہوں۔ کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ عالم ارواح میں حضرت موسیٰؑ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اے حبیب اللہ! آپ نے اپنی اُمت کے علماء میں کون سی خوبی دیکھی جو ان کو بنی اسرائیل کے نبیوں کی صف میں کھڑا کر دیا؟

اُس وقت حضورؐ نے امام غزالیؒ کی روح کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے دریافت فرمائیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن کا نام پوچھا تو انہوں نے فلاں ابن فلاں یعنی اپنا شجرہ نسب سُنا دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔

صاحبزادے! میں نے تو صرف نام پوچھا تھا آپ نے سارا شجرہ نسب گن دیا۔

حضرت امام غزالیؒ کی روح نے عرض کی۔

اے کلیم اللہ! خدا تعالیٰ نے آپ سے صرف یہ پوچھا تھا۔ "وما تلک بیمینک یا موسیٰ" کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ نے جواب میں کہا تھا کہ عصا ہے، میں اس سے بکریاں چراتا ہوں، پتے جھاڑتا ہوں۔ اور ٹیک لیتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ، آپ نے اتنا لمبا جواب کیوں دیا تھا؟

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ خدا سے ہمکلامی میں لطف آیا تھا۔ اس لئے سلسلۂ کلام دراز کیا۔

امام غزالیؒ نے کہا کہ مجھے بھی کلیم اللہ سے ہمکلامی میں لطف آیا ہے۔ اس لئے سارا شجرۂ نسب سنا دیا۔ یہ سُن کر حضرت موسیٰؑ خاموش ہو گئے۔ اس لطیف مثال سے مطلب یہ ہے۔ کہ جن علماء حضرات کو حضورؐ جنت میں نبیوں کے برابر درجہ دیں کیا ان کی ولایت میں کوئی شک رہ جاتا ہے۔ "فھم"

حضرت کو مستجاب الدّعوات بھی سمجھتا ہوں اور اس ضمن میں ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ جو آپ کی کرامت اور ولایت پر دال ہے۔ جذبات مقصود نہیں حقیقت مطلوب ہے۔ ہر اتوار کو حضرت کے درس میں شمولیت میرا معمول تھا۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ مجھے حضرتؒ کا قرب حاصل ہوتا گیا۔ اور آپ کی خاص نظرِ عنایت نے میرے حوصلے بڑھا دیئے۔ رسالہ خدام الدین کی افادیت اور آپ کی روحانی عظمت سے قائل ہو کر ایک دن میں نے علیحدگی میں عرض کیا کہ حضور جیل خانہ جات کی طرف توجہ فرمائیں وہاں اصلاح کی بڑی گنجائش ہے۔ کیونکہ مجرم لوگ اکثر حالات میں مذہب اور اخلاق سے بیگانہ ہو کر جرم کر بیٹھتے ہیں۔ آپ نے میری رائے سے اتفاق کیا اور تمام جیلوں کے نام رسالہ خدام الدین جاری کرنے کو فرمایا۔ رسالہ دینی تعلیم اور طریق اصلاح کے آسان پہلو لکھنے کی وجہ سے تمام جیلوں میں بہت مقبول ہوا۔ اور عام مطالعہ کے علاوہ جیلوں میں اکثر جگہ نماز جمعہ کے وقت اسی سے خطبہ جمعہ بھی سنایا جانے لگا۔ چنانچہ اکثر جیلوں میں ابھی تک یہ رسالہ جاری ہے۔ اور قدر دان لوگ اسے سرکاری یا ذاتی خرچ پر منگاتے ہیں۔ اور اولاد کی تربیّت اور قیدیوں کی اصلاح کے سلسلے میں اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ نیز آپ کی اجازت سے آپ کے موجودہ جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کئی سال تک نمازِ جمعہ کے لئے وقتاً فوقتاً بورسٹل جیل آتے رہے ہیں۔

۱۷ر دسمبر ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے۔ کہ عیدمیلادالنبیؐ کے سلسلے میں آپ سے بورسٹل جیل تشریف لانے کی استدعا کی۔ بے حد مصروفیات کے باوجود آپ نے آنے کا وعدہ فرمایا۔ مگر جو شرائط لگائیں۔ وہ مِن و عن لکھتا ہوں۔

حضرت علیہ الرحمۃ کا وہ خط بھی میرے پاس ہے۔ اور اللہ والوں کی یہی نشانی ہے۔ آپؒ نے

اس گنہگار کے نام جو خط تحریر فرمایا وہ یہ ہے۔

محترم المقام حافظ محمدؐ امین صاحب

از احقر الانام احمد علی عفی عنہٗ

"اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ

انشاء اللہ کل جبح ۷ر دسمبر ۱۹۵۹ء بوقت ۸ بجے بورسٹل جیل کی ڈیوڑھی پر پہنچ جاؤں گا۔ انشا اللہ تعالیٰ آپ کے ہاں فقط ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکوں گا۔ چائے وغیرہ کا کوئی انتظام نہ کریں۔ احباب سے کچھ نصائح عرض کرکے واپس آجاؤں گا" فقط

زبانی پیغام تھا کہ سواری کا بندوبست بھی نہ کریں۔ ہم خود آجائیں گے۔

آپ عین مقررہ وقت پر تشریف لائے۔ میں بمعہ افسرانِ جیل چشم براہ تھا۔ قیدی سکول کے ہال میں جمع تھے۔ اور معززین بھی تشریف فرما تھے۔ خود حضرت نے ایک گھنٹہ علم و عرفان اور قرآن و حدیث کا تذکرہ فرمایا۔ جس سے سب صغار و کبار محظوظ اور مستفید ہوئے۔ اس وقت کے انسپکٹر جنرل جناب شیخ اکرام صاحب نے خطبہ استقبالیہ پڑھا آپکی دینی خدمات اور روحانی عظمت کو سراہا۔ اسی وقت سے حضرت نے تقریب کے مطابق آیت "وما ارسلنٰک الارحمتہ العالمین" پڑھی ترجمہ اور تفسیر کے بعد فرمایا۔ کہ مجھے از حد مسرت ہوئی ہے کہ قیدیوں اور افسران میں جذبہ ملی موجود ہے۔ جو اصلاحِ احوال کے لئے اشد ضروری ہے۔ مزید فرمایا کہ صحیح میلاد النبیؐ اور منشائے ایزدی یہ ہے کہ حضور پُر نورؐ کی زندگی چوبیس گھنٹے ہمارے رگ و ریشہ میں رچی رہے۔ پھر درود شریف کے فضائل، خلق محمدی عظمت رسولؐ اور ورفعنالک ذکرک کا تذکرہ کر کے سب کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اور سب کی جھولیاں بھر دیں۔

سپرنٹنڈنٹ ڈسٹرکٹ جیل آپ کے خطبہ سے بے حد متاثر ہوئے۔ اور آپ کو اپنے ہاں ڈسٹرکٹ جیل لے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے ازراہ نوازش منظور فرمالیا اور ہم پانچ منٹ میں وہاں پہنچ گئے۔ تمام قیدی بڑ کے درخت کے نیچے جمع تھے۔ آپ نے نصف گھنٹہ وعظ فرمایا اور عام فہم الفاظ میں قرآن اور احادیث نبویہ بیان کیں جس سے سب کے ایمان تازہ ہوئے اس دوران میں محمد رفیق نامی ایک سزائے موت قیدی نے حضرت کی زیارت کی خواہش سپرنٹنڈنٹ جیل تک پہنچائی۔ حضرتؒ اس کی دلداری کے لئے پھانسی کی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے۔ سپرنٹنڈنٹ اور میں بھی ہمراہ تھے۔ پھانسی والے نے دُعا کی التجا کی۔ آپ نے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور نہایت محویت سے دُعا فرمائی۔ اور چند منٹوں کے بعد آپ گھر واپس تشریف لے آئے۔

دُعا کا اثر

صاحب دُعا کی روحانی عظمت۔ مجیب الدعوات کی رحمت اور شانِ کریمی پر منحصر ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت تو الفاظ ورحمتی وسعت کل شئی اور الرحمٰن الرحیم سے بھی واضح ہے اور صاحب دُعا کی روحانی عظمت خط کی عبارت اور خود دُعا کے نتائج سے ظاہر ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ جس وقت دُعا ہو رہی تھی۔ یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی۔ کہ اس کی رہائی کا کوئی سبب بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دعا کرانے والے کی سب اپیلیں خارج ہو چکی تھیں۔ اور سزائے موت کے تعین کی تاریخ کا انتظار تھا۔ مگر عین چالیس دن بعد ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۹ء کو حکومت کی طرف سے ایک خسروانہ فرمان نکلا۔ کہ "یوم انقلاب" کی خوشی میں تمام پھانسی والوں کی سزائے موت معاف کی جاتی ہے۔ بے شک ہم اسے حکومت کی مہربانی کہیں گے۔ لیکن یاد رکھئے خدا مسبب الاسباب ہے۔ اور دعا سب سے بڑا سبب ہے جو تقدیر تک کو بدل دیتا ہے۔ اور ایسی دعا بھی مقدر ہوتی ہے۔ میرے نزدیک یہ سب ایک مرد درویش حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کی برکت تھی۔ کہ ایک کیا، خدائے قدوس نے حضرتؒ کی دُعا سے سب سزائے موت والوں کو زندگی بخش دی۔ واقعی آپ "مستجاب الدعوات" تھے۔ ؎

اولیا راہست قوت از الٰہ
تیرِ جستہ باز گرد انندز راہ

نیز۔ ؎

نہیں ہے فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ نگاہ کی تیغ بازی وہ سپاہ کی تیغ بازی

آخری مُلاقات

حضرت شیخ التفسیرؒ سے میری آخری ملاقات اٹھارہ فروری ۱۹۶۲ء بروز اتوار ہوئی میں عموماً اتوار کو آپ کے درس میں جایا کرتا۔ چنانچہ اس اتوار کو بھی علی الصبح ہی پہنچ گیا۔ جب مسجد میں داخل ہوا تو مجمع عام تھا۔ لیکن حضرت ابھی تشریف نہیں لائے تھے۔ اکثر احباب ذکر و فکر اور قرآن خوانی میں محو تھے۔ اور بعض دروازے پر شوق زیارت کے لئے منتظر اور بے تاب نظر آتے تھے۔ میں نے سوچا کہ ابھی پونے سات نہیں ہوئے۔ کیوں نہ گھر کے دروازے پر حاضر ہو کر بے تکلف شرف زیارت حاصل کر لوں۔ خادم مسجد نے مجھے بتلایا کہ بس حضرتؒ آیا ہی چاہتے ہیں۔ موٹر ابھی تک ادھر سے نہیں گزری کیونکہ علالت کے پیش نظر اور ڈاکٹر کی ہدایت کیمطابق آپ گھر سے مسجد تک بھی موٹر میں تشریف لاتے تھے۔ مگر میں وہاں انتظار کرنے کے بجائے ایک خاص جذبۂ الفت کے تحت کشاں کشاں در دولت پر جا پہنچا۔ جب میں دروازے پر پہنچا تو موٹر ابھی تک نہیں آئی تھی۔ چنانچہ میں نے حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کے تصوّر سے درِ دولت پر ہلکی سی دستک دی۔ فوراً دروازہ کھلا۔ دیکھتا ہوں تو اندر حضرتؒ کھڑے ہیں آپ نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوتے نہایت مشفقانہ لہجے میں فرمایا: "آپ نے کیوں تکلیف کی میں ابھی مسجد میں آنے والا ہوں" صرف موٹر کی انتظار ہے۔

اللہ اللہ ۷۶ برس کی عمر، نحیف و نزار، لاغر اور بیمار، ایک فرلانگ تک پیدل سفر کرنے کی اجازت نہیں مگر جذبۂ تبلیغ اور اشاعت توحید کا یہ عالم کہ مسجد تک لے جانے والی موٹر کے انتظار میں کھڑے ہیں حالانکہ موٹر آنے، ہارن بجنے اور بلانے پر بھی تشریف لا سکتے تھے۔ مگر آپ موٹر کی انتظار میں کھڑے تھے۔ یہ تھا آپ کا جذبۂ تبلیغ و اشاعت دین۔ میری خوش قسمتی تھی کہ آپ نے محبت اور تبسم سے ہاتھ ملایا مختصر باتیں بھی ہوئیں۔ میں ایک طرف تو اپنی قسمت پر شاداں تھا۔ اور دوسری طرف کچھ محسوس کرتا تھا کہ شاید میری وجہ سے حضرت کو تکلیف نہ ہو۔ آپ نے بھی میری بے چینی محسوس کی اور فرمایا کہ آپ میرے ساتھ موٹر میں چلیں میں نے کسر نفسی کی اور واپسی کی اجازت چاہی پھر آپ نے شفقت سے ہاتھ ملایا اور دُعا فرمائی۔ میں ابھی چند قدم ہی مڑا تھا کہ دوسری طرف سے ایک موٹر آئی اور آپ کو بٹھا کر مسجد میں لے آئی۔

آپ کا درس تو صغیر و کبیر، امیر و فقیر اور مرد و زن غرضیکہ ہر ذوق و شوق کے لوگوں کے لئے مشہور تھا۔ گویا حضرت اپنی ذات میں ایک مجلس تھے دن میں کئی طرح کے درس اور ذکر و فکر کی مجالس ہوتیں۔ مگر اتوار کی صبح کا درس زیادہ پر رونق ہوتا تھا۔ چنانچہ درس شروع ہوا۔ حضرتؒ نے تلاوت فرمائی تشریح اور تفسیر شروع کی سبحان اللہ! علم اور حکمت کے موتی سیدھے سادے الفاظ میں بیان کئے۔ قلب اور روح کی عجیب کیفیت ہے۔ کوئی رو رہا ہے۔ اور کوئی سرد آہیں بھر رہا ہے۔ کوئی چہرہ انور کی زیارت سے مستفید اور کوئی نورانی جھلک سے تسکین حاصل کر رہا ہے کوئی آلۂ جبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) پر خفیف آواز پر ہمہ تن گوش ہے۔ علما کی جماعت قرآن کھولے بیٹھے ہے۔ الغرض ہر کوئی ٹکٹکی باندھے زیارت سے اور کوئی آواز سے محظوظ ہے۔ ایک روحانی نظارہ ہے جو قابل دید ہے۔ یہ میرا آخری درس تھا۔ اس درس کی امتیازی شان یہ تھی۔ کہ مولاناؒ نے جو کچھ فرمایا۔ من و عن مندرج ذیل ہے۔

فرمایا ——!

لاھوریو! تم نے اپنی اولاد کو بی۔ اے۔ ایم اے پی ایچ ڈی کرایا وکالت اور ڈاکٹری پڑھائی۔ آپ نے زور دار لہجے میں فرمایا۔ ایسی اولاد کو کیا کرنا اور اس کا کیا فائدہ جس کے لئے تم نے سب کچھ کیا مگر وہ اپنے باپ کے جنازہ پر دعائے جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتی دکھے پتہ تھا کہ چند دن بعد حضرت

باقی بر صفحہ ۴۲

شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی مقناطیسی کشش

از قلم: محمد عثمان غنی بی اے ——— واہ کینٹ
(یکے از منتسلین حضرت شیخ التفسیر)

●

مخدومنا و مرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیاں شمار کرنے کے لئے کئی دفتر درکار ہیں ۔ اور ہم جیسے نااہل ایسی بلند مرتبت منبع الکمالات ہستی کی خوبیاں بیان ہی کیا کر سکتے ہیں ——— جن کی دنیاوی زندگی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی تبلیغ و تعمیل میں گذری اور جن کی قبر سے خوشبوئے جنت آئی اور لاہور اور اس کے خوش نصیب مضافات اس پاک خوشبو سے معطر ہوئے ۔ اُن کے بارے میں مجھ ایسا گنہگار اگر کچھ کہنے کی جسارت کرے تو یہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا ——— بہر کیف ادارہ "خدام الدین" نے "شیخ التفسیر نمبر" شائع کرنے کا اعلان فرمایا ۔ تو طبیعت میں شوق پیدا ہوا اور یہ جسارت کی گئی ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے برگزیدہ ولی کا ذکر بھی باعثِ برکت ہے دعا ہے کہ یہ چند الفاظ خدا کے ہاں مقبول ہوں ۔

میری حالت ایک مرحلہ پر یہ ہو گئی ——— کہ دل میں کئی قسم کے وسوسے پیدا ہونے لگ گئے اور مَیں کسی رہنمائے کامل کی تلاش میں بے چین رہنے لگا ۔ مَیں نے اپنے ایک دینی بھائی اور مخلص رفیق چوہدری عمر الدین صاحب سے اپنی اس کیفیت کا ذکر کیا ۔ وہ ہماری مسجد کمیٹی کے صدر تھے ۔ انہوں نے مجھے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پڑھنے کا مشورہ دیا ۔ جس سے میں نے استفادہ کیا ۔ اس سے میری طبیعت کچھ سنبھلنے لگی ۔ مگر رہبر کی تلاش پھر بھی جاری رہی ۔ مَیں ڈرتا تھا کہ کہیں کسی غلط رہنما کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے دوں ۔ اس معاملہ میں بھی چوہدری صاحب نے میری مدد فرمائی ۔ اللہ تعالےٰ ان کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے ۔ آمین ۔ انہوں نے مجھے "خدام الدین" سے متعارف کرایا ۔

"خدام الدین" میرے لئے ایک بہت بڑی نعمت ثابت ہوا ۔ جب مجھے "خدام الدین" کا پرچہ ملتا تو مَیں سب سے پہلے "مجلس ذکر" پڑھتا اپنے گھر کے سب افراد کو پاس بٹھاتا اور سب سنتے ۔ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے سیدھے سادے مگر روحانیت سے پُر الفاظ ایسا سماں پیدا کر دیتے کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے اور ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی اللہ کا بھیجا ہوا پاس ہی کھڑا ہے اور جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اللہ کا پیغام سنا کر ڈرا رہا ہے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ۔ روح بے چین ہو جاتی ، اور قیامت کا نقشہ اور قبر کا خوف جسم پر لرزہ طاری کر دیتا ۔

عمل کے معاملہ میں ہم لوگ بالکل کورے ہیں ۔ نماز پڑھ لینے کو ہی بہت بڑا کارنامہ خیال کرتے ہیں ۔ مگر کسی اللہ والے کے پاس بیٹھنے کا خیال تک نہیں آتا ۔ جب میں حضرتؒ کے ارشادات پڑھتا تو مجلسِ ذکر کی برکات والی لمبی حدیث جو حضرت اکثر ارشاد فرمایا کرتے ۔ دل میں ایک طرح کی خوشی کی لہر دوڑا دیتی اور حوصلہ بلند ہو جاتا ۔ جب حضرتؒ کے سخت الفاظ پڑھتا جو اکثر لاہوریوں کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تو دل ہل جاتا ۔ مَیں ان الفاظ کا اطلاق اپنے اوپر کرتا اور سر ندامت سے جھک جاتا ۔ جب صحبتِ صالحین کے بارے میں حضرتؒ کے احکامات پڑھتا ۔ تو دل چاہتا کہ مجھے پَر لگ جائیں اور مَیں اُڑ کر لاہور پہنچوں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر روحانی تربیت پاؤں ۔

جب مَیں سکول میں پڑھا کرتا تھا ۔ اس وقت ہمارے کورس میں حضرتؒ کی کتاب "گلدستہ صد احادیث" شامل تھی ۔ مگر کیا خبر تھی کہ یہ ہستی ایک گوہرِ نایاب ہے ۔ ہم نے غفلت میں وقت گذارا ۔ پھر جب مَیں کسبِ معاش کے سلسلہ میں واہ آیا تو یہاں بھی حضرتؒ کی دو مرتبہ زیارت ہوئی اور وعظ بھی سنے مگر اس وقت بھی مجھے ان کا صحیح مقام معلوم نہ تھا ۔ مجھے اس بات کا علم ہی نہ تھا کہ یہ مردِ درویش جس کو حق نے اندازِ خسروانہ سے بہرۂ وافر عطا فرمایا ہوا تھا جلد ہی دنیا سے روپوش ہونے کو ہے ۔ مجھے جب "خدام الدین" کے مسلسل مطالعہ سے اپنی اس غفلت شعاری کا احساس ہوا تو مَیں نے ارادہ کر لیا کہ خدا نے توفیق دی تو مَیں اس مردِ حق آگاہ کی بیعت کا شرف حاصل کروں گا ۔ میرے کانوں میں ایک غائبانہ صدا آتی کہ یہ چند روزہ زندگی ہے جلد از جلد اس سعادت کو حاصل کر لو ۔

حضرتؒ کی آخری تقریریں کچھ عجیب رنگ میں تھیں ۔ دل پر چوٹ پڑتی تھی ۔ مجھے ان کی سیاسی زندگی کا علم نہ تھا اور دینی خدمات کا اندازہ بھی اسی قدر تھا جتنا کہ "خدام الدین" کے مطالعہ سے ہو سکتا تھا ۔ حضرت کی کتاب "اصلی حنفیت" پڑھنے سے دل کو بڑی تقویت حاصل ہوئی ۔ اور صحیح راستہ پر استقامت نصیب ہوئی ۔

آخر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے توفیق دی کہ میں اپنی روحانی پیاس بجھانے کے لئے لاہور پہنچا ۔

میں نے اس کے لئے جمعرات کا دن انتخاب کیا ۔ اور دوپہر سے قبل ہی لاہور پہنچ گیا ۔ میرا خیال تھا کہ مجلس ذکر عشاء کی نماز کے بعد ہوتی ہے ۔ چنانچہ اپنے جس عزیز کے ہاں مَیں نے قیام کیا تھا ان کو ہمراہ لے کر ہم شیرانوالہ پہنچے ۔ عشاء کی جماعت بھی ہو چکی تھی ۔ اور حضرتؒ کی چھوٹی مسجد جس میں مجلس ذکر منعقد ہوتی ہے وہاں چند لوگ سنتیں اور نوافل پڑھ رہے تھے ۔ ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ مجلسِ ذکر تو مغرب کے بعد ہوتی ہے ۔ اور اب تو عشاء کی نماز بھی ہو چکی ۔ مجھے از حد صدمہ ہوا ۔ ہم نے عشاء کی نماز ادا کی ۔ اور پھر دل برداشتہ ہو کر واپس آنے لگے تو خیال آیا کہ اس مقدس جگہ آ کر اُس مقدس ہستی کی قیام گاہ کی زیارت ہی کر لی جائے ۔ تاکہ آنکھوں کو تو ٹھنڈک نصیب ہو جائے ہم پھر مسجد میں داخل ہوئے اور ایک صاحب سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ بڑی مسجد میں تالاب کے قریب حضرتؒ کا حجرہ ہے ۔ ہم بصد شوق اس طرف بڑھے تالاب نظر آیا تو دل خوش ہوا ۔ اور جب ہم نے مغرب کی طرف رُخ کیا تو حضرتؒ کا حجرہ نظر پڑا ۔ دروازہ بند تھا اور باہر ایک چھوٹی سی تختی نصب تھی جس پر لکھا تھا "دروازہ نہ کھٹکھٹائیں ۔ اگر مَیں یہاں ہوا تو نماز کے وقت ملوں گا" ——— (احمد علی) یہ الفاظ پڑھ کر نگاہیں ادب سے جھک گئیں ۔ اور دل میں شوقِ دیدار اور بڑھا ۔ مگر کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا ۔ سردی کے دن تھے ۔ میرے دوست نے حجرہ کے قریب ہی بڑی مسجد کی چق جو اٹھائی تو اندر عاشقانِ شیخ التفسیرؒ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود تھا ۔ نورانی مجمع پر انوار کی بارش ہو رہی تھی ——— اور شیخ طریقتؒ کے پروانے دولتِ معرفت لوٹ رہے تھے ۔ میرے دوست نے مجھے پکارا کہ ادھر آؤ ۔ تمہاری مراد پوری ہوا چاہتی ہے ۔ مَیں فرطِ شوق سے آگے بڑھا تو دل شاد اور آنکھیں مسرور ہوئیں حضرتؒ محراب کے قریب استراحت فرما رہے تھے ۔ اور خوش قسمت خادمانِ شیخ حضرتؒ کے پاؤں دبا رہے تھے ۔ چند لمحات کے بعد ایک صاحب نے حضرتؒ کا حکم سنایا کہ جو لوگ بیعت کے لئے آئے ہوئے ہیں ،

وہ حلقہ بنائیں۔ میں نے جب یہ پیغام مسرت سنا تو اپنی قسمت پر خوش ہوا اور اللہ تعالٰے کا ہزار ہزار شکر ادا کیا کہ میرا سفر اکارت نہیں گیا حضرتؒ کی زیارت بھی نصیب ہو گئی اور میری دیرینہ طلب بھی پوری ہو گئی۔ کیونکہ بقول اقبالؒ ؎

در طلب کوش مدہ دامن امید ز دست
دولتے ہست کہ یابی سر راہے گاہے

اس کوشش میں پیہم منہمک تھا۔ آج حضرتؒ جیسی کامل ہستی کی بیعت کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔ میں باادب حلقہ میں بیٹھ گیا۔ حضرتؒ تشریف لائے۔ سفید نورانی اور دراز ریش مبارک، پُروقار چہرہ، سفید عمامہ، سادہ اور درویشانہ لباس، نحیف و نزار جسم، سرو قد، مسکراتے ہوئے لب۔ ان کو دیکھنے سے واقعی خدا یاد آتا تھا۔ ہم سب کو حضرتؒ نے بکمال شفقت و مہربانی اپنے حلقۂ ارادت میں لے لیا۔ دلوں پر ہاتھ رکھے۔ ذکر بتایا اور پھر تلقین فرمائی۔ میں نے بارہا ان کے ارشادات کا بذریعہ "خدام الدین" مطالعہ کیا تھا۔ مگر آج میری قسمت مجھے اس ہستی کے دربار میں لے آئی تھی جو اپنے سیدھے سادے الفاظ سے دلوں کی دنیا بدلنے میں یکتائے روزگار تھی۔ وہی الفاظ فرمائے کہ "میرے تین بیٹے ہیں کسی کو دنیا کا کام نہیں سکھایا اور خدمتِ دین کرتے ہیں مگر اللہ تعالٰے رزق پہنچاتا ہے"۔ نماز کی تلقین فرمائی اور مقصدِ تخلیق کی تشریح فرمائی۔ اور قرآن پاک کی آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ؕ کی تلاوت فرمائی۔ اور اس کی وضاحت اپنے معمول کے مطابق ان الفاظ میں فرمائی: ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

حضرتؒ کے نرم و نازک ہاتھ ہمارے ہاتھوں میں آئے تو قسمت کے اندھیرے کونوں میں روشنی پھیل گئی۔ دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ اور عجیب سرور محسوس ہونے لگا۔ بیعت کے بعد حضرتؒ نے دوسرے مریدین سے اسباق سنے۔ سبحان اللہ کیا شان تھی اس ہستی کی۔ اس کے بعد حضرتؒ اپنے حجرہ کی طرف تشریف لے جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حاضرین نے صف باندھ لی۔ اور سب مشتاقین کے ہاتھوں میں اپنے مبارک ہاتھ دیتے ہوئے حضرتؒ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

میں اور میرا دوست مسجد سے باہر آئے تو ایسا محسوس ہوا کہ ایک نورانی تالاب میں نہا کر آئے ہیں اور سارا جسم معطر ہے۔ راستہ بھر میں اپنے لاہور میں مقیم دوست کو دعائیں دیتا رہا کہ تم نے میری آرزو پوری کرنے میں کافی مدد کی ہے۔

حضرتؒ کی مقناطیسی کشش جانے کتنے اور دلوں کو بھی کھینچ لائی ہو۔ مگر میں نے اپنے محسوسات اور واردات کا ایک خاکہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

جب اپریل ۱۹۶۱ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ نقاہت کی وجہ سے مجلس ذکر بند کرنے کا اعلان فرمایا تو آنکھوں نے بے شمار آنسو بہائے کہ شاید یہ بلبلِ طریقت اب اپنے نغمہائے جانفزا ختم کرنے والی ہے۔ اور ؎

سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ نائد

والا معاملہ ہونے کو ہے۔ پھر حضرتؒ کا یہ فرمانا کہ "جب میرا وقتِ آخر آئے تو میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد دوست مجھے میانی صاحب کے قبرستان میں سپردِ خاک کر کے ظہر کی نماز باجماعت مسجد میں آ کر ادا کریں۔ میں کسی پر بار نہ بنوں اور میری کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے"۔ یہ بڑے رلانے والے فقرات تھے۔

حضرتؒ نے آخری عمرہ پر جاتے ہوئے جولائی ۱۹۶۱ء کی مجلس ذکر میں تقریر فرمائی اور انجمن خدام الدین کے حسابات کا ذکر کیا اور انجمن کے زیر انتظام دینی درسگاہوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا اور پھر نصیحت فرمائی کہ "موت کا علم نہیں کب آ جائے۔ پانچ سال ہو گئے ہیں۔ میں نے درزی کو بلا کر اپنا کفن تیار کروا رکھا ہے۔ اور میں ہر وقت موت کے لئے تیار ہوں اگر میں مکہ معظمہ میں فوت ہو گیا تو میرے بعد کسی بدعتی اور قبر پرست پیر کے پیچھے نہ لگ جانا بلکہ کسی متبع سنت اور اصلاح یافتہ عالم کی صحبت اختیار کرنا"۔ اس تقریر نے دلوں کو ہلا دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ حضرتؒ دنیا سے جلد ہی تشریف لے جانے والے ہیں۔

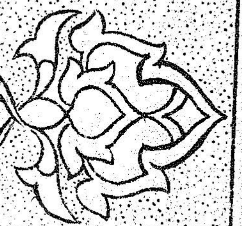
پاکستان میں اس پایہ کا ولی اللہ ہونا ایک بہت بڑی خوش نصیبی تھی۔ جس پر دوسرے ممالک رشک کرتے ہیں۔ میرے ماموں جان کا بیان ہے (جو اب بھی سعودی عرب میں ہیں) کہ ایک مرتبہ حضرتؒ دہران (سعودی عرب) تشریف لائے۔ ہم سب لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عربی لوگ حضرتؒ کے نورانی چہرے، سادہ مزاجی، اعلیٰ تقویٰ اور شستہ عربی بول چال سے بڑے متاثر ہوئے۔ اور ہم سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ ہم نے کہا ھٰذا شیخ الاسلام پاکستان (یہ پاکستان کے شیخ الاسلام ہیں) تو وہ دیوانہ وار حضرتؒ پر نچھاور ہونے لگے۔ کاش کہ پاکستان کے لوگ ایسے عارفِ ربانی کا صحیح مقام پہچانتے اور ان کی زندگی میں ان کے ہاتھ پر تائب ہو جاتے۔

آخر وہ دن آن پہنچا جس کے لئے حضرتؒ ہر وقت تیار رہتے تھے۔ رمضان کا مبارک مہینہ جمعۃ الوداع کا مبارک دن۔ لاہور کے لاکھوں نفوس نے حضرتؒ کے مسکراتے ہوئے نورانی چہرۂ اطہر کی آخری زیارت کی۔ اور لاہور یا پاکستان ہی نہیں بلکہ پورا عالم اسلام ایک قطبِ زمان سے محروم ہو گیا۔ جنازے کی روانگی اور حضرتؒ کے سفرِ آخرت کا حال جو "خدام الدین" میں آیا تھا وہ پڑھنے کی ہمت نہیں ہے۔ جب بھی رسالہ اٹھاتا ہوں آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ آتا ہے اور ہمت نہیں رہتی کہ اس مضمون کو پڑھا جا سکے۔ ایسے اللہ کے بندے بار بار نہیں آتے ــــــ!!

جب میں حضرتؒ کی قبر پُرنور پر حاضر ہوا تو سڑک کے کنارے حضرتؒ کی آخری آرامگاہ کا بورڈ نظر آیا۔ آنکھیں ادب سے جھک گئیں۔ قبرستان میں داخل ہوا تو تھوڑی دور ایک اور بورڈ پڑھا۔ یہ ہے وہ جگہ جہاں حضرت دین پوریؒ اور حضرت امروٹیؒ کی مشترکہ امانت ہمارے مرشد و ہادی، لاہوریوں کے خیرخواہ، پاکستانی مسلمانوں کے دینی اور روحانی محسن اعظم، حق کی تلوار اور محبت کے پیکر، شیخ التفسیر حضرت مولانا و مرشدنا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما رہے ہیں۔ سادہ اور چھوٹی سی قبر، نہ دیا نہ اگربتی، نہ جھنڈا، نہ چونا نہ اینٹ، نہ پھول نہ مجاور، نہ نذریں نہ چڑھاوے ــ میں قبر کے قریب پہنچا ــ تو انگشت بدنداں۔ سوچا کہ یہ اس ہستی کی قبر ہے۔ جو ساری عمر پروردگارِ عالم کا پیغام پہنچاتی رہی اور لاہور کے ایک گوشہ سے پکار پکار کر کہتی رہی کہ آؤ یہاں دلِ زندہ اور دیدۂ بینا ملے گا۔ لاہور کے میانی صاحب کے قبرستان میں جا کے دیکھ لینا کہ کون سی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور کون سی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ـــ یقیناً یہ اس ہستی کے صحیح الفاظ تھے۔ اور ان کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جس کی مہک سے لاہور کی فضا بھی معطر ہو چکی ہے۔ بقول حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ لاہور کی لیبارٹریوں میں بھی اس خوشبودار مٹی کو ٹسٹ کیا گیا مگر کوئی پتہ نہ چل سکا۔ سب نے بالآخر یہی کہا کہ یہ کوئی غیبی کرشمہ ہے۔ خداوند کریم جس کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ کور باطن اور متعصب لوگوں کی بدزبانی سے اسے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

میرے بیٹھے بیٹھے تین حضرات اور تشریف لائے۔ ایک بزرگ شیخوپورہ سے آئے تھے۔ اور دوسرے دونوں صاحبان مظفر گڑھ سے۔ تینوں ہی حضرتؒ سے تربیت یافتہ تھے۔ باوجود صبر و تحمل کے آنکھوں سے زار و قطار اشک رواں تھے۔

آخری دورۂ تفسیر کے علماء سے حضرت امام المفسرین الشیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا



آخری خطاب



۱۳۸۰ھ میں شیخ الاسلام حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری دورۂ تفسیر مکمل پڑھایا تھا۔ اس دفعہ امتحان کے بعد جب سندات تقسیم فرمانے لگے۔ تو اس وقت حضرت الشیخؒ نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی تھی جو میں نے حتی الوسع قلمبند کرنے کی کوشش کی ہے۔ افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین کرام ہے۔ والسلام

خاکپائے حضرت الشیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
احمد عبدالرحمٰن صدیقی نوشہرہ چھاؤنی۔ شریک، دورۂ تفسیر ۸۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد:۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ط وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝

(ترجمہ) اے رسول! جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے، اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

اب سندیں دینے سے پہلے کچھ باتیں عرض کر دیتا ہوں۔ غور سے سنیں۔

ہر قوم کے پاس کوئی نہ کوئی قانون ہوتا ہے۔ مگر اس وقت پوری دنیا میں سوائے مسلمانوں کے اور کسی کے پاس الہامی کتاب موجود نہیں ہے۔ اور مسلمانوں کے پاس جو دستور العمل موجود ہے اس کا نام قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید اصل ہے اور حدیث شریف اس کی شرح ہے۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید لا، ہے اور حدیث شریف بائی لاز ہیں۔ اسی لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ جو منکرِ حدیث ہے وہ منکرِ قرآن ہے۔ جو منکرِ قرآن ہے وہ خارج از اسلام ہے یعنی بے ایمان ہے۔

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس پر ساڑھے تیرہ سو سال گذرنے کے باوجود اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اور اس کے جواہر اتنے ہیں کہ ہر ایک کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک کو بقدرِ ہمت حصّہ ملتا ہے اور خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے جتنا خدا کسی کو چاہتا ہے قرآن مجید کا فہم دیتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاءُ۔ یہ قرآن مجید پورا دینی و دنیوی دستور العمل ہے۔ اگر اس پر مسلمان صحیح معنوں میں عمل کریں تو دنیا میں کوئی قوم کسی حیثیت سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر افسوس کہ اب تو مسلمانوں کے دلوں سے اس کتابِ عزیز کی وقعت ہی نکل گئی ہے اور احساس بھی نہیں ہے۔

ے وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اور عام لوگوں کو تو رہنے دیجئے۔

آج کل کے علماء جب مدارس سے فارغ ہوتے ہیں تو صرف، نحو، منطق، فلسفہ میں اپنی عمریں صرف کر دیتے ہیں۔ مگر قرآن کے لئے بہت کم لوگوں کا خیال ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عوام اب اس مبارک کتاب سے دُور بھاگ رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک پرانی کتاب ہے واقعات ہیں اور بس۔ حالانکہ یہ قرآن مجید تمام اقوام اور زمانوں کے لئے ہے۔ آج کل چاہئے تو یہ کہ جو امراض مسلمانوں میں پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کا حل قرآن وحدیث میں تلاش کیا جائے۔ اور واقعات خصوصی کو عام انداز سے پیش کیا جائے۔ اور ان نقائص سے بچنے کی تلقین کی جائے جن کی وجہ سے سابقہ قوموں کو عذاب کا مزا چکھنا پڑا۔ جیسا کہ اب میں نے آپ کو قرآن مجید پڑھایا ہے۔ اس میں دینی دنیوی تمام مسائل موجود ہیں۔ معاشرتی، اقتصادی، سیاسی ہر قسم کے قوانین موجود ہیں۔ اسی لئے آج کل علماء کے لئے الاعتبار والتاویل ضروری ہے۔ تاکہ قرآن صرف ایک وظیفہ کی کتاب نہ رہ جائے۔

یہ ابتدائی تمام علوم خادم قرآن ہیں۔ مقصود بالذات نہیں ہیں۔ مقصود بالذات صرف قرآن مجید ہے اور اس کی شرح حدیث شریف۔ میں آپ سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی اپنی جگہ جا کر قرآنی علوم کی نشر و اشاعت کو اپنے ذمہ ضروری ٹھہرا لو۔ اور یہی نصب العین حیات بنا لو۔ آپ حضرات نے تو اپنی عمر کے دس دس، بارہ بارہ سال منطق و فلسفہ پر خرچ کر دئے ہیں مگر قرآن مجید میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اب جو چیزیں میں نے آپ کو بتلائی ہیں کیا پہلے آپ کو ان کا علم تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ آپ حضرات کو یہاں آنے کی توفیق دی۔ اور مجھے پڑھانے کی۔

میں نے دس سال حضرت سندھیؒ سے قرآن مجید پڑھا۔ اور انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں ساری عمر قرآن میں صرف کرونگا اور اسی کو اپنا نصب العین بناؤں گا۔ الحمد للہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس وعدہ کے نبھانے کی توفیق بخشی۔ جوانی سے اب بڑھاپے تک بس یہی مشغلہ رہا۔ اور اب یہ امانت آپ کو سپرد کر رہا ہوں۔ تاکہ میرے دنیا سے جانے کے بعد بھی یہ سلسلۂ خیر جاری رہے۔ یہ سندیں اسی لئے دی جاتی ہیں۔ کہ اب آپ میں صلاحیت پیدا ہو چکی ہے۔ اب آپ پر قرآن مجید کا گھر گھر پہنچانا ضروری ہو گیا ہے۔ اگر آپ نے اس فریضہ کو ادا نہ کیا تو یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ گرفت فرمائے گا۔ کہ جب تمہیں میں نے قرآن کی سمجھ دی تھی تو تم نے کوتاہی کیوں کی؟ اور لوگوں تک حق کیوں نہیں پہنچایا؟

جب آپ دین حق کا آوازہ اٹھائیں گے تو لوگوں کی طرف سے مخالفتیں ہوں گی۔ طعنے دئے جائیں گے، تکالیف پہنچیں گی۔ مگر یاد رکھو کہ ڈٹ کر تمام مصائب کا مقابلہ کرنا آخر فتح تمہاری ہوگی۔ باطل دُم دبا کر بھاگیگا۔ میری زندگی تمہارے سامنے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کس طرح کامیاب بنایا۔ میرے مقابلے میں بڑے بڑے آئے مگر سب کو منہ کی کھانی پڑی۔

اب آخر میں ایک ضروری چیز عرض

کر دوں - کہ آپ کو قرآنی معارف تب زیادہ حاصل ہوں گے جب اخلاص ہوگا - اور لوگوں پر آپ کے اخلاص کا اثر پڑے گا - اگر اخلاص زیادہ ہو تو فوراً اثر لوگوں پر ہوگا - لیکن اگر اخلاص کی کمی ہو یا اخلاص نہ ہو تو پھر کچھ اثر بھی نہیں ہوگا - بلکہ قرآنی فہم بھی چھین لیا جائے گا اور اخلاص کی ضد طمع ہے اور آج کل یہ مرض عام ہے - جب کسی مدرسہ یا مسجد میں علماء کو جگہ ملتی ہے تو پہلے تنخواہ کی بات طے کرتے ہیں کہ کتنی دوگے؟ اگر ایک جگہ زیادہ اور دوسری جگہ کم ہو تو زیادہ روپوں کے لئے پہلی جگہ چھلے جائیں گے - حالانکہ جتنی دین کی تبلیغ دوسری جگہ ہو سکتی تھی یہاں نہیں ہو سکتی - مگر اپنے نفع کی خاطر یہ کام کرتے ہیں -

یاد رکھو - جہاں بھی جاؤ - نصب العین بنا لو - کہ دین کی تبلیغ قرآن کے درس پر کچھ بھی کسی سے نہیں لینا - جیسا کہ تمام انبیاءؑ سے قرآن مجید میں کہلوایا گیا -

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ

(سورہ الشعراء ع۱۰)

ترجمہ: - اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا - میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمے ہے -

جب یہ نصب العین ہوگا تو عوام پر قرآن مجید اور آپ کی تبلیغ کا اثر ہوگا - اور صلاحیت پیدا ہوگی کہ دین اسلام کی خدمت کر سکیں -

پھر یہ شک گذرتا ہے کہ آخر دنیوی کفالت کہاں سے ہوگی - تو اس کے متعلق بھی قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(طلاق ۳۲)

ترجمہ: - اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو -

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کفالت لے لی ہے تو اب آپ کو بالکل یک طرف ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرنی چاہئے پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ آپ کو کیسے چمکاتا ہے -

اب آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو قرآن مجید کی اشاعت کی توفیق دے اور اخلاص سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے - جب تک زندہ رکھے - صراط مستقیم پر چلائے - نئے نئے فتنوں اور گمراہیوں سے بچائے - اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلائے اور خاتمہ بالایمان فرمائے - اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو - اور جنت میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے داخل ہوں - واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین - وما علینا الا البلاغ المبین - و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ونبیّنا ومولانا محمدٍ و علیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ و بارک وسلم -

---

بقیہ مقناطیسی کشش صـ۳۱ سے آگے

ایک صاحب کا قلب اس قدر جاری ہوا کہ ہر ہچکی میں اللہ ہو تھا اور ہر ہچکی دل ربا تھی - آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی — آج ہمارے پاس آنسوؤں کے سوا کیا ہے - ہماری روحانی تسکین کے مرکز حضرت احمد علی رحمۃ اللہ علیہ ہم میں نہیں رہے - مسجد شیرانوالہ کے ہر گوشہ سے اُن کی جھلک نظر آتی ہے - وہ بھی جمعرات ہی کا دن تھا - ہم سب لوگ اپنی بے سروسامانی پر آنسو بہاتے ہوئے قبر اقدس سے اٹھے اور شیرانوالہ آ گئے - حافظ حمید اللہ صاحب مدظلہ العالی نے مغرب کے بعد مجلس ذکر کرائی اور بعد میں ارشادات سے نوازا -

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے وابستگی ہی اب ایک صورت ہے - جس میں ہماری فلاح ہے - کیونکہ ان حضرات کو دنیا مقصود نہیں ہے - بلکہ دینِ متین کی خدمت اور ملتِ اسلامیہ کی بہبودی ان کا مقصد ہے یہ اپنے عالی مرتبت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشین ہیں - ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بھی ہے کہ ان کے صاحبزادگان صحیح راستہ پر ہیں اور حضرتؒ سے مجاز بھی - لہٰذا میں ایک گنہگار انسان ہوتے ہوئے بھی قارئین کرام سے گذارش کروں گا کہ حضرتؒ کی تعلیمات کی صحیح روشنی انہی کے جادۂ مستقیم پر چلنے والوں کے پاس ملے گی - اس لئے بقول حضرت رحمۃ اللہ علیہ اگر سورج نہ ہو تو ٹمٹماتے دئیے ہی سے روشنی لے لو -

سب حضرات ہمارے حضرتؒ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں اور اپنے مستقبل کی فکر کریں کیونکہ دل کی دنیا اجاڑنے کی بجائے اسے اہل اللہ کے پاس لے جا کر اللہ کے ذکر سے آباد کرنا چاہئے -

میں اپنے اس مضمون کو مندرجہ ذیل چند اشعار پر ختم کرتا ہوں - جو اللہ کی توفیق سے موزوں ہو گئے ہیں - قارئین کرام سے استدعا ہے کہ میرے لئے بھی دعا فرمائیں :-

رہبر کامل ہمارا، اولیاء کا تاجدار
پیکرِ مہر و محبت، خُلق کا آئینہ دار
حامل قرآں تھا وہ صاحبِ اسرار تھا
دوستوں کا دلنواز اور دشمنوں کا دوستدار
دامن احمد علیؒ سے جس کی ہو وابستگی
یہ سعادت ہے یقیناً مایۂ صد افتخار
حشر کے میدان میں بھی اسے خداوندِ کریم
ہو عطا ہم سب کو قربِ حضرتِ والا تبار
اُن کے صدقے میں ہمیں بھی بخش ربِّ دو جہاں
جن کی تربت سے اٹھی تھی اک ہوائے مشکبار
ہیں حبیب اللہ، عبید اللہ، حمید اللہ سبھی
سالکان راہِ حق و پاک طینت با وقار
آپ کے حصہ میں آئی مسندِ احمد علیؒ
اے عبید اللہ انور! یہ ہے فضلِ کردگار
ہوں عبید اللہ انور کو وہ حاصل رفعتیں
جن کے حامل تھے ہمارے ہادیٔ شب زندہ دار
یا الٰہی! میرے ہادیؒ پر ہوں تیری رحمتیں
ان کا جنت میں مکاں ہو اے مرے پروردگار
جس نے پایا فیضِ صحبت پیرِ کامل کا غنیؔ!
کامرانی سے ہوا لاریب وہ ہی ہمکنار

بارشیں انوار کی ہوں روحِ حضرتؒ کی شاد
ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد



باتیں اُن کی یاد رہیں گی

مرتبہ :- محمد عبدالقیوم بی، اے ــــ فاروق گنج لاہور

(ارشادات عالیہ اعلیٰ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ)

(۱) فرمایا ـــــ "ولی کبھی مشرک نہیں ہو سکتا - اور مشرک کبھی ولی نہیں بن سکتا - اولیائے کرام سے جتنی عقیدت مجھے ہے وہ بہت کم لاہوریوں کو نصیب ہو گی - البتہ لاہوریوں کو اندھی عقیدت ہے - اور میں اللہ کے فضل سے سمجھ کے ساتھ عقیدت رکھتا ہوں - لاہور میں جتنے مزارات اولیاء اللہ کے مشہور ہیں - اُن سب پر سجدے ہوتے ہیں - لیکن اس شرک سے اُن حضرات کا دامن پاک ہے - انھوں نے ہرگز ہرگز سجدے کرنے کا حکم نہیں دیا تھا - یہ سب شیطان کی کرتوت ہے - اپنے بزرگوں سے سنا ہے - جہاں شیطان کو جوتے پڑتے تھے - اُس بزرگ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد شیطان اسی جگہ اپنی توہین کا انتقام لیتا ہے - اور عقل کے اندھے لاہوریوں سے سجدے کراتا ہے"۔

(۲) فرمایا ـــــ "اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی نازک مزاج محبوب ہے وہ اپنے تعلق میں غیر کی شراکت برداشت نہیں کر سکتا - ایک شخص کا واقعہ اکثر بیان کیا کرتا ہوں - اُس کا اپنا بیان ہے اللہ اللہ کرنے کی برکت سے میرے دل میں ایک چراغ روشن ہو گیا تھا - ایک دفعہ میں پانی والے تالاب کی طرف سے آ رہا تھا - ایک خوب صورت نوجوان لڑکی پر کہ جو سامنے سے آ رہی تھی نظر کا پڑنا تھا اور چراغ کا بجھنا تھا - وہ چراغ پھر آج تک روشن نہیں ہوا"۔

(۳) فرمایا ـــــ "آج کل مسجدوں میں جوتوں کی چوریاں بہت کثرت سے ہونے لگی ہیں - لوگ کہتے ہیں نمازی چور ہوتے ہیں - مساجد میں سے جوتیاں اٹھائے جاتے ہیں - میں کہتا ہوں، نمازی چور نہیں ہوتے - بعض چور صورتاً نمازی بن کر آتے ہیں اور جوتے چوری کر کے لے جاتے ہیں"۔

(۴) فرمایا ـــــ "طالب صادق ہو تو کچھ عرصہ بعد شیخ کامل کی صحبت میں اُس کا عکس لینے لگتا ہے - اگر اندھیرے میں شیخ کامل کے گرد ایک ہزار بلکہ ایک لاکھ بھی طالب صادق بیٹھے ہوں اور شیخ کامل دبی زبان سے اللہ ھُو کہے تو سب کے دل پر چوٹ پڑے گی اور سب کے دل میں ایک کرنٹ دوڑ جائے گی - جیسے ایک بچہ ابتدائی جماعتوں میں الفاظ کے ہجے کر کے پڑھتا ہے آہستہ آہستہ جب مشق ہو جاتی ہے تو ہجے کئے بغیر پڑھنے لگتا ہے - اسی طرح طالب صادق بھی صحبت شیخ میں رہ کر آہستہ آہستہ کامل کا عکس لینے لگتا ہے"۔

(۵) فرمایا ـــــ "مسجدیں ہدایت کی منڈیاں ہیں - اور علمائے ربانی دکاندار ہیں - دکان اُن کا سینہ ہے اور مال ہے قرآن، خریدار ہے مسلمان، اور پونجی ہے ایمان - جو خالص نیت سے ایمان خریدنے یہاں آتا ہے خالی ہاتھ نہیں جاتا - اللہ سے تعلق ٹھیک کرنے والی باتیں بازاروں سے نہیں ملتیں - کچہریوں سے دستیاب نہیں ہوتیں - یہ چیزیں خانۂ خدا میں ملتی ہیں - اور یہ سب کے لئے کھلا ہے - اور پھر یہ کہ یہاں کوئی کرایہ کوئی اجرت نہیں دینی پڑتی - ہر چیز مفت ملتی ہے - دنیا میں سب طمع کے یار ہیں - بے طمع کا یار صرف اللہ ہے - جو سب کچھ دیتا ہے لیکن کچھ نہیں لیتا - پھر بے طمع کے یار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ شفاعت کئے بغیر چین نہیں لیں گے - یا پھر بے طمع کے یار اللہ والے ہیں - جو انسان کا اللہ سے تعلق ٹھیک کرتے ہیں - باقی سب طمع کے یار - بیوی، اولاد، برادری - اور برادری تو ایسی ہے کہ اگر اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر انہیں کھلا دیں تو بھی کوئی خوش نہ ہو - کوئی کہے نمک زیادہ تھا، اور کوئی کہے مرچیں زیادہ، اور کوئی کچھ شکایت کرے کوئی کچھ اعتراض"۔

(۶) فرمایا ـــــ "موتی ملنے ارزاں - مگر اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں - موتی تو کافروں کے گھروں میں بھی ہوتے ہیں - لاہور میں اگر ایک لاکھ میں ایک بھی اللہ والا ہوتا تو چودہ لاکھ کی آبادی میں کم از کم چودہ تو ہوتے اگر چودہ اللہ والے لاہور میں ہوتے تو لاہور روشن ہو جاتا - یہاں نہ شرک رہتا نہ بدعت ہوتی - ہر طرف روشنی ہی روشنی ہوتی"۔

(۷) فرمایا ـــــ "میں انگریز کے وقت بھی انگریز کی مسلمان دشمنی کو آشکارا کیا کرتا تھا اور یہ سمجھ کر کہ میری کہی ہوئی ہر بات انگریز تک پہنچتی ہے - اور اب بھی یہاں جو کچھ کہتا ہوں اس یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جن کو کہتا ہوں، ان تک میری بات بحمد اللہ پہنچتی ہے - یہ خدا کا خاص فضل ہے - ایک دفعہ چوہدری فتح محمد صاحب ایم، اے نے جنھوں نے سارا قرآن اس مسجد میں مجھ سے پڑھا ہے - اسٹیشن پر میاں عبدالعزیز صاحب ڈی، آئی، جی، سی، آئی، ڈی سے میرا تعارف کرایا - ان کو یہ علم نہ تھا کہ میں میاں صاحب سے واقف ہوں - پہلی عالمگیر جنگ میں مقدمۂ سازش میں جب گرفتار ہوا - تو کئی بار میاں صاحب کے سامنے پیش ہوا تھا - چوہدری فتح محمد صاحب کے تعارف کے بعد میاں صاحب نے کہا - "مولوی صاحب! آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب ہمیں پہنچتا ہے" - میں نے کہا - "جو کچھ میں کہتا ہوں یہ سمجھ کر کہتا ہوں کہ آپ کو پہنچتا ہے - قرآن مجید پڑھنے سے جب آنکھیں کھلتی ہیں تو انسان آخرت کی فکر کرتا ہے میں جرأت سے تب بھی کہتا تھا اور اب بھی یہی کہتا ہوں کہ جو قرآن مجید کا اتباع نہیں کرتے - آخرت کے لحاظ سے نپٹ اندھے ہیں"۔

(۸) فرمایا ـــــ "چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اس لئے ہر چیز کا اثر لیتا ہے - کسی کا تھوڑا کسی کا زیادہ - باغ میں چلا جاتے - پھول اور سبزہ دیکھ کر مسرور ہوتا ہے - انگوٹھی میں یاقوت یا فیروزہ دیکھ کر انسان کا دل تقویت حاصل کرتا ہے - یہ معدنیات کا اثر ہے - یعنی انسان متاثر بالطبع ہے - اسی طرح انسان خیر و شر سے بھی اثر لیتا ہے - اگر انسان کا شیشۂ قلب ذکر الٰہی سے صاف ہو جائے - تو غافلوں کی صحبت تو رہی ایک طرف - ان کو دیکھنے سے بھی دل میں تکدر پیدا ہو گا - یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیائے کرام آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جاتے ہیں - انبیاء کرام مامور ہوتے ہیں - وہ کافروں اور مشرکوں میں رہ کر انہیں تبلیغ حق فرماتے ہیں - اولیاء مامور نہیں ہوتے - اس لئے وہ آبادیوں میں غافلوں کی کثرت دیکھ کر ان کی صحبت سے بھاگ کر جنگلوں میں چلے جاتے ہیں - ان کو غافلوں کی ہر چیز سے وحشت ہوتی ہے - اولیاء تو اولیاء، ایک عامی بھی ایک کپڑا لے کر کہیں ایسی جگہ بیٹھ جائے جہاں کوئی مکان ہو نہ سڑک، موٹر ہو نہ ٹانگا - درختوں کے درمیان بیٹھ جائے - وہاں کی ہر شئے مرحوم و مغفور ہو گی - گھاس مرحوم، پتے مرحوم، زمین و آسمان مرحوم جانور مرحوم، ان سب کے درمیان گنہگار انسان بھی بیٹھا ہو - تو ان سب پر رحمت و مغفرت کی جو بارش ہو رہی ہے - اُس کا اس پر بھی اثر پڑے گا - اور یہ بھی مرحوم و مغفور بن جاتے گا - یہی وجہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں کہ غافلوں کی صحبت سے تنہائی

(باقی صفحہ ۴۶)

کمالات حضرت سلطان المشائخ

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری خلیفہ مجاز
حضرت لاہوری

اللہ تعالےٰ نے انبیاء کرام کو جو صفات حسنہ بخشتے ہیں۔ ان میں سے ایک صفت زہد ہے۔ زہار اسے کہتے ہیں کہ عزت اور ناموس بھی برقرار رہے۔ اور اس کے ساتھ مال و دولت بھی فراوانی سے جمع کیا جاسکے۔ لیکن انسان ذخیرہ اندوزی اور دولت اکٹھا کرنے سے کنارہ کش رہے۔ اور کھانے پینے اور پہننے میں قناعت اور سادگی سے زندگی بسر کرے۔ یہ صفت تمام انبیاء کرام میں بدرجہ کمال موجود تھی۔ ان کے کامل محبین اور متوسلین میں بھی یہ صفت منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔ مشہور اولیاء کرام کی سیرت سے خبر رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ زہد میں اُن کا مقام کتنا بلند رہا۔ حضرت سلطان المشائخ کا زہد بے مثال تھا۔ سردی اور گرمی کے موسم میں ہمیشہ گاڑھے کا لباس پہنتے۔ حتیٰ کہ دستار مبارک بھی کھدر کی ہوا کرتی تھی۔ کھانا نہایت ہی سادہ ہوا کرتا تھا۔ حجرہ مبارک میں نشست گاہ میں سادگی تھی۔ اگر چاہتے تو اپنی اولاد امجاد کے لئے لاکھوں کی جائیداد غیر منقولہ بنا سکتے تھے لیکن سوائے مختصر مکان کے کوئی جائیداد نہیں بنائی

دستِ کرم

بیواؤں اور یتیموں اور مسکینوں اور محتاجوں کی ہمیشہ سرپرستی فرماتے رہے۔

علمی فیضان

تبلیغی رسالے لاکھوں کی تعداد میں ہند اور دیگر ممالک میں مفت تقسیم فرماتے رہے۔ قرآن کریم کا اُردو اور سندھی میں ترجمہ کیا اور ہزاروں کی تعداد میں اس کی اشاعت کا انتظام کیا — مدرسۃ البنات میں ہزاروں کی تعداد میں دختران اسلام نے دینی تعلیم اور اسلامی تربیت حاصل کی — اخبار خدام الدین کے ذریعہ سے لاکھوں انسانوں تک پیغام حق پہنچ رہا ہے۔ یہ تمام خدمات حسبتاً للّٰہ کی گئیں۔ ان کی آمدنی میں سے حضرت سلطان المشائخ کچھ نہیں لیا کرتے تھے

چھتیس برس کے عرصہ میں مجھے سینکڑوں دفعہ خلوت اور جلوت میں حضرت کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہوا لیکن اتنی لمبی مدت میں ان کی مبارک زبان سے کسی فرد کی غیبت نہیں سنی۔ ہاں صرف ایک دفعہ تنہائی میں صرف اتنی بات انتہائی دکھ کے ساتھ ارشاد فرمائی۔ کہ جو لوگ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں وہ اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ جہاں کہیں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اولیاء کرام کے مزارات معلوم کرکے وہاں ایصال ثواب کے لئے تشریف لے جاتے اور کہیں مراقبہ بھی فرمایا کرتے تھے۔

کرامت

ایک دفعہ دودھو چک تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک سادہ اور پرانا مقبرہ راستے میں آیا جب تانگہ آگے بڑھا تو فرمایا "مولوی بشیر احمد یہ قبر بالکل خالی ہے۔ میں نے عرض کیا "حضرت مجھے معلوم نہیں" کہ کس کا مقبرہ ہے اور کتنی مدت سے ہے۔ جب دودھو چک پہنچے تو میں نے اپنے محترم پیر بھائی مولوی حکیم عبدالحق صاحب سے دریافت کیا۔ کہ فلاں دائرے میں جو قبر ہے اس میں کون صاحب ہیں اور کب سے دفن کئے گئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نزدیک والے پنڈ کا ایک بے دین بھنگی چرسی پوستی، افیونی ملنگ تھا جس کی موت ضلع لائلپور کے کسی چک میں ہوئی تھی اور وہاں ہی دفن کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے چیلے چانٹوں نے باہمی مشورہ کیا کہ سائیں جی کی ڈھیری یہاں بھی بنا لیتے ہیں اور اس پہ میلہ کر لیا کریں گے

دوسری کرامت

میرے ہاں تین لڑکے اور آٹھ لڑکیاں کل گیارہ بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے میں نے انتہائی پریشانی میں حضرت اقدس قدس سرہ کے سامنے اپنے دُکھ کی کہانی سنائی۔ حضرت سلطان الاولیاءؒ نے دعائے خیر کے علاوہ ایک تعویذ بھی مرحمت فرمایا۔ اور حضرت سلطان المشائخ کی توجہ کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک فرزند مرحمت فرمایا۔ جس کا نام رشید احمد رکھا گیا۔ وہ اس وقت دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے

اس قسم کی کرامتیں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں حضرت کی دعاؤں سے مفلوک الحال خوش حال ہو گئے۔ اور بے اولاد اولاد والے ہو گئے۔

حوصلہ

شاگردوں مریدوں اور متعلقین سے ملی جلی زندگی میں سینکڑوں غلطیاں ہوا کرتی ہیں۔ جن پہ طبیعت میں رنج اور غصے کا آنا معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ لیکن چھتیس برس میں کبھی نہیں دیکھا۔ کہ حضرت نے کسی کو ڈانٹا ہو یا سختی برتی ہو۔ ہزاروں کی تعداد میں گمراہوں نے توبہ کی ہوئے ہوئے راہ راست پہ آگئے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ منکرین حدیث صراطِ مستقیم پہ آگئے۔ مختلف مقامات پہ ذکر کی مجلسیں ہوتی ہیں۔ جہاں ذوق شوق کے ساتھ ذکر الٰہی کیا جاتا ہے۔

شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

اے مفسر، شیخ کامل، سیدی احمد علیؒ !!!
عاشقِ ذاتِ محمد، حق تعالےٰ کے ولی !!!

تھی بھری دل میں ترے الفت رسول پاک کی
کی اشاعت عمر بھر دین شہ لولاکؐ کی

ولولہ دل میں تھا تیرے خدمت قرآن کا
تو نے دکھلایا نظارا گلشنِ ایمان کا

رہروان راہِ حق کی رہنمائی خوب کی
کشتیٔ دینِ نبیؐ کی ناخدائی خوب کی

عاملِ سنت تھا اور تو ناشرِ توحید تھا
نورِ حق سے قلب تیرا، روکشِ ناہید تھا

تو سدا تخریبِ باطل پہ کمربستہ رہا
زینتِ بزمِ حقیقت، مثلِ گلدستہ رہا

دل گرفتہ، غمزدہ بیٹھا ہوں تیری یاد میں
اک برس سے خیمہ زن ہوں عالمِ فریاد میں

خاکِ مرقد بھی تیری لاریب عنبر بار ہے
یہ خدا کا فضل ہے اور رحمتِ غفار ہے

ہاں ریاضِ خلد میں تیرے لئے قصرِ بلند
اے خطیبِ نامور اے پیشوائے ارجمند

(محمد بخش رافق سرگودھا)

صدیقِ دوراں سے آخری ملاقات

احمد عبدالرحمٰن صدیقی — نوشہرہ چھاؤنی

خدا کے فضل و کرم سے جناب قبلہ والد ماجد صاحب مدظلہٗ کی معیت میں گذشتہ سال سفر بلادِ مقدسہ و حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے۔ ۸ نومبر ۱۹۶۲ء بمطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ بروز بدھ نوشہرہ سے روانہ ہو کر لاہور حضرت الشیخؒ کی خدمت میں پہنچے۔ دوسرے دن درس قرآن مجید کے بعد حضرت شیخی و سندیؒ نے ملاقاتِ خصوصی کا شرف بخشا۔ اور کافی دیر تک اپنے سنہری ارشادات اور مشوروں سے مستفیض فرماتے رہے۔ بعد میں مجلس ذکر اور دوسرے دن خطبہ جمعۃ المبارک میں شریک ہوئے۔ ہفتہ کے دن چونکہ بذریعہ تیزگام کراچی روانہ ہونا تھا۔ اس لئے بعد درس قرآن حضرت الشیخؒ نے باوجود ناسازیٔ طبع کے دوبارہ حجرہ خاص میں پون گھنٹہ تک شرف ملاقات بخشا۔ اس دوران آپ نے سفر کے متعلق خاص مشوروں سے نوازا۔ اور اپنے صاحبزادہ کے نام رقعہ بھی دیا۔ آپ کے نصائح مبارکہ میں سے ایک یہاں درج کرتا ہوں۔ تاکہ فیض عام ہو۔

فرمایا۔ کہ "آج کل فتنوں کا دَور ہے۔ بعض افراط میں اور بعض تفریط میں مبتلا ہیں۔ بعضوں نے تو انبیاء کرام و اولیاءِ عظام کو بالکل ایسا سمجھ لیا۔ اور ہر بات میں اپنے نفس پر قیاس کرتے ہیں۔ اور بعضوں نے اولیاء کو انبیاءؑ کا اور انبیاء کرام کو خدا کے برابر کر دیا ہے۔ اُن سے رزق مانگتے ہیں اور ان ہی کے دروازے پر ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ سرزمین پاک و ہند میں یہ نعمت صرف علماءِ دیوبند کو ملا ہے کہ وہ ہر بات میں افراط و تفریط سے بچ کر درمیانی راہ چلتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالےٰ کو ہر حیثیت سے اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد مخلوق میں سب سے افضل حضورؐ کو۔ پھر تمام انبیاء کرام، اولیاءِ عظام کی درجہ بدرجہ عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ فرقِ مراتب ضروری ہے۔

ع گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی

اور ان علماءِ دیوبند کی حقانیت کی یہ بیّن دلیل ہے کہ اس دَور میں اس سرزمین پر جتنے بڑے بڑے مفسّر یا محدّث یا مجاہد ہوئے ہیں سب کا تعلق اسی جماعت سے ہے۔"

اس کے بعد بھی کافی دیر تک ہمارے محبوب شیخؒ ارشادات و دعا سے نوازتے رہے۔ بعد میں جب الوداع لینے لگے۔ تو حضرتؒ نے خلاف معمول فرمایا کہ آج معانقہ کریں۔ چنانچہ پہلے جناب والد صاحب اور پھر میں نے اور ہمارے ساتھیوں نے معانقہ کیا۔ ہم اپنی قسمت پر شاداں تھے اور شکرِ خداوندی ادا کر رہے تھے۔ کہ آج ہمیں ایک ولی زماں قطب دوراں سے معانقہ کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ مگر کیا معلوم تھا کہ یہی ملاقات آخری ثابت ہو گی اور اس کے بعد دنیا میں اس منوّر و مبارک چہرے کو نہ دیکھ سکیں گے اور ان مبارک صحبتوں سے محروم ہو جائیں گے۔

خیر اعلیٰ حضرت شیخ لاہوریؒ کی دعاؤں کی برکات سے بلادِ مقدسہ عراق، شام، بیت المقدس سے ہوتے ہوئے ۱۸ فروری ۶۲ء اتوار کو بذریعہ طیارہ جدّہ اور جدّہ سے بذریعہ کار مکّہ پہنچے۔ عمرہ سے فارغ ہوئے۔ ہمارا معلّم حضرتؒ کے مشورہ کے مطابق معلم عمر اکبر صاحب حارث الباب مکہ معظمہ ہی تھے۔ دوسرے دن یعنی ۱۹ فروری سوموار کو بعد العشاء مسجد الحرام میں ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ کافی دیر کے بعد تھکان اتارنے کے لئے باب العمرہ سے باہر ایک ہوٹل میں چائے پینے کے لئے گئے۔ وہاں ایک شخص آیا اور اس نے ہم سے پوچھا کہ آپ کا تعلق کس ہستی سے ہے۔ ہم نے حضرت لاہوریؒ کا اسم گرامی لیا۔ تو وہ بولنے لگا کہ ان کا تو انتقال ہو چکا ہے۔ پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ حیرت کے عالم میں پوچھا کس نے کہا۔ کہاں سے خبر آئی۔ کب انتقال ہوا؟ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن وہ شخص چلتا بنا۔ اور ہم سے اور کوئی بات چیت نہیں کی۔ ہم اسی حالت میں غم میں دن کاٹ رہے تھے۔ دو تین دن کے بعد ایک شخص سے میں نے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ مجھے اطلاع تو کوئی نہیں ہے البتہ امکان ضرور ہے کیونکہ آخری مرتبہ جب عمرہ سے فراغت کے بعد حضرتؒ واپس ہو رہے تھے۔ مولانا خیر محمد صاحب سندھی سے جو آج کل مسجد الحرام میں درس دیتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ اب آخری بار مل لیتے ہیں۔ پھر شاید ملاقات نہ ہو۔ خیر! ۲۳ فروری ۶۲ء کا جمعۃ المبارک ہم نے مسجد الحرام میں پڑھا۔ اور ہفتہ کے دن صبح صبح روانہ ہو کر عصر کے وقت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ انجان ہونے کی وجہ سے صاحبزادہ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔ دوسرے دن صبح باب السلام میں ملے۔ اُن سے حضرت لاہوریؒ کے متعلق دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ چندیوم قبل خط آیا تھا کہ کمزوری زیادہ ہے اور بس۔ ہم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ مگر عصر کے وقت پتہ چلا کہ یقیناً حضرت انتقال فرما چکے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مگر کب انتقال ہوا۔ ۲۳ فروری ۶۳ء بروز جمعہ۔ اور ہمیں مکہ معظمہ میں اطلاع ۱۹ فروری ۶۲ء سوموار کو ملی۔ اس بات سے بڑی حیرانی تھی۔ فوراً یاد آیا کہ بزرگانِ دین کے انتقال کی خبر بعض اوقات پہلے ہو جایا کرتی ہے۔ چونکہ مکہ معظمہ مرکز الاولیاء ہے۔ اس لئے وہاں امام الاولیاء، حضرت لاہوریؒ کے انتقال کی خبر پہلے پہنچ گئی۔ ع

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

اور وہ خبر آہستہ آہستہ پھیلتی گئی اور ہم تک پہنچی۔ خیر یہ بھی ایک خاص مشاہدہ تھا۔ اس کے علاوہ قبل ازیں جب ۵ دسمبر ۵۷ء سوموار کے دن بیعت کی اور واپس نوشہرہ گیا تو چند ایام کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ ہے اور لوگ بتلا رہے ہیں یہ حضرت صدیق اکبرؓ اور یہ بقیہ صحابہؓ کے مکانات ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے مکانات کے دروازے سبز تھے میں نے دستک دی اندر سے ایک بچہ نکلا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کہاں ہیں تو اس نے سامنے چوبارے کی طرف اشارہ کیا کہ وہ سامنے درس قرآن دے رہے ہیں۔ میں نے جب دیکھا تو وہ حضرت لاہوریؒ تھے۔ اس کے بعد میں جاگ اٹھا۔ اور اس معمہ کو نہ سمجھ سکا۔ تب سمجھ میں آیا جب حضرتؒ کے انتقال پر علامہ انور صابری صاحب ہندوستان سے بسلسلہ تعزیت تشریف لاتے تو انہوں نے کہا کہ حضرت لاہوریؒ مقام صدیقیت

باقی بر صفحہ ۴۶



مولانا محمد احمد صاحب تھانوی - مدرسہ اشرفیہ سکھر

نمازِ عید

رمضان گذر جانے کے بعد یکم شوال کو شکرانہ کے طور پر ۲ رکعت نماز عید واجب ہے۔ جس کے احکام درج ذیل ہیں:-

(۱) عید کے دن غسل کرنا (۲) مسواک کرنا (۳) خوشبو لگانا (۴) عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا (۵) کنگھا کرنا، تیل لگانا۔ (۶) صبح کو سویرے اٹھنا (۷) عیدگاہ میں جلدی پہنچنے کی کوشش کرنا (۸) عیدگاہ جانے سے قبل کوئی میٹھی چیز چھوہارے اور کھجور وغیرہ کھا لینا (۹) عیدگاہ جانے سے پہلے ہی صدقۂ فطر ادا کر دینا۔ (۱۰) عیدگاہ میں

بالغ، آزاد پر جس کے پاس مال موجود ہو۔ صدقۂ فطر واجب ہے۔ (۴) بالغ مرد پر اپنے اپنے غلام اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی واجب ہے۔ بشرطیکہ ان کی ملکیت میں مال نہ ہو اور اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کے پاس مال ہے تو خود اس کے مال سے واجب ہوگا۔ البتہ تبرکاً ان کی طرف سے باپ ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اگر باوجود مالدار ہونے کے اس کی طرف سے ادا نہ کیا گیا تو بالغ ہو جانے کے بعد گذشتہ سالوں کا صدقۂ فطر ادا کرنا اُس کے ذمّہ واجب ہوگا (۵) عورت پر صرف اپنی طرف سے واجب ہے۔ بچوں کی کی طرف سے واجب نہیں۔ (۶) صدقۂ فطر صبح صادق کے وقت سے واجب ہوتا ہے۔

نمازِ عید کے متفرق مسائل

(۱) عید کی نماز کے بعد جمعہ کی طرح دو خطبے سنت ہیں۔ لیکن ان کا سننا واجب ہے (۲) عید کے دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا بھی سنت ہے۔ (۳) عیدین کے خطبوں کی ابتدا تکبیر سے کرنا مستحب ہے پہلے خطبہ میں نو مرتبہ اور دوسرے خطبہ میں سات مرتبہ تکبیر پڑھی جاتی ہے (۴) عید کے دن عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لئے بھی عید کی نماز سے قبل نفلیں پڑھنا مکروہ ہے (۵) عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا کرنا سنت ہے البتہ معذوروں کے لئے مساجد میں بھی جائز ہے (۶) عید کی نماز کے لئے جماعت شرط ہے اس لئے اگر کسی وجہ سے کوئی شخص جماعت میں شریک نہ ہو سکا تو وہ تنہا عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا (۷) اور اسی طرح اگر کسی شخص کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو گئی تو اس پر بھی قضا واجب نہیں ہے۔ (۸) اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے عید کی نماز پہلے دن نہ پڑھی جا سکے تو دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے۔ (۹) اگر کسی شخص کی واجب تکبیریں چھوٹ گئی ہیں اور امام کے ساتھ قیام میں آکر شریک ہوا تو نیت باندھ لینے کے بعد سب سے پہلے تین زائد تکبیریں کہے۔ اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو (۱۰) اگر کوئی شخص رکوع

مُرشدِ کامل کے زرّیں اصُول

مولانا محمد عبدالشکور دین پوری۔ مبلغ جمعیتہ العلمائے اسلام

● ایک[1] صحبت میں فرمایا۔ گاڑی اسٹیشن پر کھڑی ہو گارڈ جھنڈی دے چکا ہو۔ انجن پہلی وِسل کر چکا ہو۔ میرا ہاتھ کمانی میں ہو، ایک پاؤں پائیدان پر ہو۔ ایک شخص دوڑتا ہؤا آئے اور مجھ سے آ کر کہے احمد علی قرآن مجید کا خلاصہ کیا ہے؟ ابھی گاڑی تیز نہیں ہوگی دوسرا پاؤں پائیدان پر نہیں رکھوں گا، سائل کو دوڑنے کی زحمت نہیں ہوگی پہلے بتا دوں گا۔ قرآن کا خلاصہ یہ ہے:۔

"اللہ کو عبادت سے، رسولؐ کو اطاعت سے، مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو"۔

یہ جامع بیان ہے۔ یہ شان قرآن ہے اس پر چلنے والا مسلمان ہے۔

● ایک دفعہ جونگل جیکب آباد سندھ میں تشریف فرما تھے۔ مجلس میں فرمایا —— ہالیجوی بھر یچانوی، ہالیجوی اور یہ بندہ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فرزند ہیں۔ دو ہمارے بھائی پہلے جدا ہو گئے۔ باقی ہم دو بھائی موجود ہیں۔ حضرت ہالیجوی اور میں۔ میری خواہش ہے کہ پہلے میں رخصت ہوں اور وہ میرے لئے دعا کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ یہ واقعہ مَیں نے حضرت ہالیجوی کی خدمت میں بیان کیا تو آنکھوں سے آنسو بھر لائے (جبکہ آخری عمر میں سخت بیمار تھے) سن کر فرمایا:۔

"ہاں بیٹا! سچ فرمایا میرے بھائی نے۔ بیٹا عبدالشکور! لوگ کہتے ہیں کہ لاہور ولی اللہ سے خالی ہؤا ہے مگر نہیں بلکہ ولی اللہ سے ایک جہان خالی ہو گیا ہے۔ میرا بھائی جدا ہو گیا سبحان اللہ!

● ایک مجلس میں فرمایا۔ مرید کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ تب فائدہ حاصل ہوگا۔

— ۱۔ ادب ۲۔ عقیدت ۳۔ اطاعت —

صحابہ کرام میں یہ تین چیزیں موجود تھیں — حضور علیہ السلام سے فیضیاب ہوتے۔ ان کے بغیر ولی کامل کی صحبت میں فائدہ نہ ہوگا۔

● ایک شخص نے ذکر کیا حضرت میرا بیٹا لاہور سے بی، اے کر کے لندن گیا۔ پی، ایچ ڈی کی ڈگری کے لئے۔ وہاں سے واپس آیا تو بیمار ہو گیا۔ نہ قرآن پڑھ سکا نہ ایک دن روزہ رکھا نہ نماز کے قریب ہؤا۔ بلکہ عیاش تھا۔ دین سے قطعاً ناواقف تھا حضرت اس کا خاتمہ کیسا ہؤا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھیں بند کیں اور کھول کر فرمایا سیدھا جہنم میں تو نے اپنے ہاتھوں سے ڈالا ہے۔

اس لئے مَیں کہتا ہوں فقط علم دنیا بغیر دینی علم کے بے فائدہ ہے اور علم دین بغیر مرشد کامل کی صحبت کے بے فائدہ ہے

اس نے کہا حضرت دعا کریں۔ فرمایا کیا دعا کروں سیدھا جہنم گیا۔

● ایک دفعہ فرمایا کہ اہل اللہ دنیا میں رہتے ہیں مگر دنیا سے تعلق نہیں ہوتا — تعلق باللہ کامل ہوتا ہے۔ خدا کے سوا ہر چیز سے نگاہ ہٹا لیتے ہیں۔ رگ رگ میں یادِ خدا ہوتی ہے۔ پہلے قادریہ سلسلہ میں ذکر جہر کا سبق دیتے ہیں۔ پھر قلب خود ذاکر ہو جایا کرتا ہے۔ زبان نہ ہلاؤ قلب ذکر کرتا ہے۔ یہی ذکر سِرّی ہے ؎

دلا تو رسم تعلق زمرغ آبی جو
اگرچہ غرق بدریاست وخشک پر برخاست

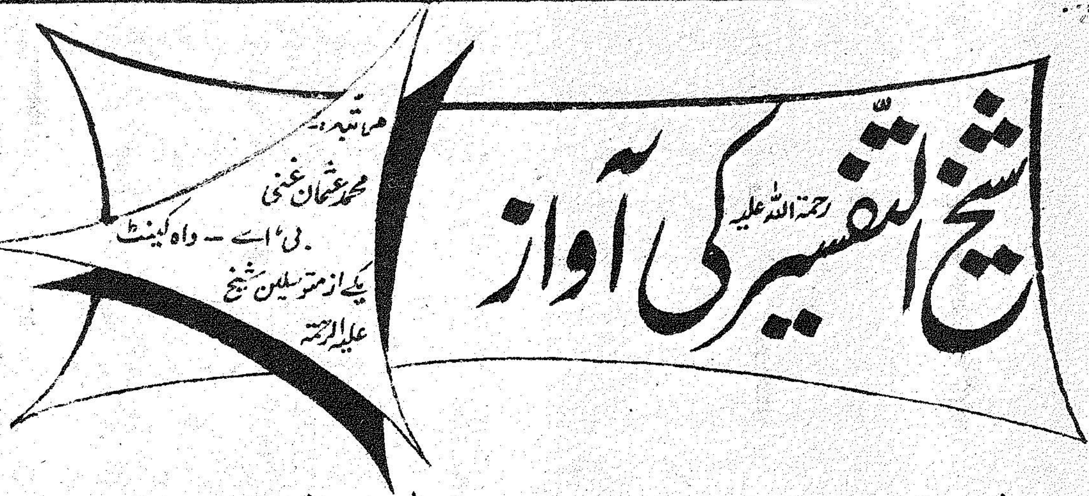
● ایک دفعہ فرمایا۔ بصارت اور چیز ہوتی بصیرت اور چیز ہوتی ہے۔ بصارت ظاہری آنکھ سے ہے اور بصیرت قلب کی آنکھ سے۔ مولوی بصارت رکھتے ہیں مگر اکثر باطنا کے اندھے ہوتے ہیں۔ بصیرت اہل اللہ کی صحبت میں حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ روحانی طور پر بیمار رہتے ہیں۔ طمع۔ حرص۔ ریا۔ عجب۔ خود بینی۔ حسد یہ بیماریاں ان میں باقی رہتی ہیں۔ ان کا علاج اہل اللہ کی صحبت ہے۔

● فرمایا جو شخص ایک درس سن پائے اور بھول نہ جائے، آخری عمر تک نبھائے، پوری طرح عمل میں لائے۔ قبر اس کی جنت بن جائے گی اللہ تعالےٰ راضی ہو جائیگا۔ بشرطیکہ یقین بھی ہو۔

● فرمایا مجھے علماء کہتے ہیں۔ کہ اتنی لمبی ڈاڑھی کیوں رکھی ہے۔ مجھے مرشد سے عقیدت ہے حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کرا رہا تھا کہ حضرت نے میری ڈاڑھی میں ہاتھ ڈال کر تین چار بار خلال کیا۔ مَیں نے اشارہ سمجھ لیا کہ مرشد کا حکم ہے کہ ڈاڑھی قبضے پر کٹانا چھوڑ دے اس دن سے کترانا چھوڑ دی ہے۔ جہاں مرشد کا ہاتھ لگا ہے وہاں قینچی استعمال نہ کرونگا۔ یہ میری عقیدت ہے۔

● خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل تھے تو شیرانوالہ گیٹ مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اے ناظم الدین مَیں تجھ سے بڑا ہوں۔ تیرا خیرخواہ ہوں۔ تُو بھی انسان مَیں بھی انسان، تو بھی پاکستانی مَیں بھی پاکستانی، تو بھی حضورؐ کا امتی مَیں بھی امتی، تو بھی مسلمان مَیں بھی مسلمان، تو افسر ہے مَیں محکوم ہوں۔ اے ناظم الدین! مگر مَیں فرض ادا کر رہا ہوں تو نہیں کر رہا۔ اگر تو نے اسلام کے لئے کچھ نہ کیا، اگر تو نے اسلامی نظام جاری نہ کیا، اگر ملک کو لادینی سے پاک نہ کیا، اگر تو نے قوم کی وفاداری نہ کی اور دورِ اقتدار میں خدا کو بھول گیا تو ذمہ داری سے منبر رسولؐ پر کہتا ہوں، باوضو کہتا ہوں، بار بار کہتا ہوں کہ تیری کوٹھی پر لعنت، تیری کار پر لعنت اللعنۃ العبد من الرحمۃ اور اگر اسلامی نظام جاری کیا اور قرآن کی، دین کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی خدمت کی تو تیرے وجود پر، تیرے بنگلے پر رحمت الرحمۃ موصل الی الجنۃ۔

[1] یہ دین پور شریف کا ذکر ہے۔



شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مواقع پر مجلسِ ذکر میں اپنے مخصوص انداز میں بعض ایسے ایسے الہامی فقرات ارشاد فرمائے ہیں جن کو پڑھ کر یا سُن کر ایسے محسوس ہوتا ہے کہ خدا کا بھیجا ہوا کوئی بشیر و نذیر تنبیہ کر رہا ہے اور اتمام حجت کر کے رخصت ہونے کو ہے۔ میں نے "رسالہ خدام الدین" کے تمام پرانے پرچوں کو نکال کر اور کافی محنت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے ایسے چیدہ فقرات کو جمع کیا ہے جن کو میں "شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی آواز" کے عنوان سے پیش کر رہا ہوں۔

•

حضرت رحؒ نے فرمایا:۔

"اس جہان میں ہر کھری چیز کے ساتھ کھوٹی موجود ہے۔ اصل کے مقابلے میں نقل، نور کے مقابلے میں ظلمت۔ حق کے مقابلے میں باطل موجود ہے۔ تصوّف کے مجلس میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں۔"

•

"میں جتنا اولیاء کرام کا ادب کرتا ہوں۔ بہت کم لوگ ان کا اتنا ادب کرتے ہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے نہیں ہوتے نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور میدانِ حشر میں بھی۔"

•

"میں کہا کرتا ہوں کہ صوفی آسمان پر اُڑتا آئے۔ لاکھوں مریدوں کا لشکر پیچھے لگائے قبلۂ عالم کہلائے۔ اگر اس کا ایک عمل کتاب سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرضِ عین ہے۔ ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔"

•

"عقیدت، ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔"

"علیحدگی میں بیٹھ کر سوچا کیجئے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب مقصود اور محبوب ہے یا ماسوا اللہ کی۔ اللہ والوں کی اصطلاح میں اسے مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ طبیعت کا رُخ بدل جائے گا۔"

•

"لوگ کہتے ہیں اس جہان میں بینا سارے اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں اس جہان میں اندھے سارے بینا کوئی کوئی۔"

•

"جس طرح ریل کی دونوں پٹڑیاں کراچی سے لنڈی کوتل تک متوازی چلتی ہیں۔ اسی طرح جسمانیت اور روحانیت کی دونوں لائنیں متوازی چلتی ہیں۔ عقلمند انسان دونوں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔ جس طرح جسم کو غذا دیتا ہے اسی طرح روح کو وقت پر ذکر الٰہی کی غذا بہم پہنچاتا ہے۔ جس طرح اُدھر لوگ چاہتے ہیں کہ مرتے وقت بھی منہ میں دودھ یا شہد ڈالا جائے اسی طرح اِدھر بھی شریعت کہتی ہے کہ آخری دم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھتے ہوئے نکلے۔ یہ چیزیں قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے پیدا ہو جاتی ہیں۔"

•

"میں جرأت سے تب بھی کہتا تھا۔ اور اب بھی کہتا ہوں کہ جو قرآن مجید کا اتباع نہیں کرتے وہ آخرت کے لحاظ سے نپٹ اندھے ہیں۔"

•

"میں کہا کرتا ہوں کہ اگر آپ اپنی برادری کو اپنی ران کے گوشت کے کباب بنا کر بھی کھلائیں گے تب بھی وہ راضی نہ ہوں گے۔ کوئی کہے گا۔ نمک زیادہ تھا، کوئی مرچوں کی شکایت کرے گا۔"

•

"دردِ دل کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ اسی لاہور میں ایسے آئمہ مساجد بھی موجود ہیں جو شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں نہ خود زندگی بسر کرتے ہیں اور نہ اپنے متبعین کو ان دو نوروں کی روشنی میں چلاتے ہیں۔ میں ان کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کے راستہ کی طرف رہنمائی فرمائے۔ وہ مجھ کو اپنا نہیں سمجھتے لیکن میں ان کو اپنا سمجھتا ہوں۔"

"میں تو اپنے لئے دعا کرتا ہوں کہ صبح کا درس دینے کے بعد اور ظہر کی نماز سے پہلے پہلے اللہ میاں صاحب میں پہنچا دیں تاکہ درس کا ناغہ ہو اور نہ نماز قضا ہو۔"

•

"پاکستان میں نفاق اعتقادی کے منافق موجود ہیں۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ چور کے ہاتھ کاٹنا وحشیانہ سزا ہے۔ بعض سود کی حرمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا ایمان سلامت نہیں رہتا۔"

•

"بیری کے بیر کو پکنے کے لئے کئی درجے طے کرنے پڑتے ہیں۔ پہلے بور آتا ہے پھر جوار کے دانے کے برابر ہوتا ہے اور بڑا ہو جاتا ہے لیکن کڑوا ہوتا ہے اگر بیری کے ساتھ لگا رہے تو لال ہو کر پک جاتا ہے اور خودبخود ٹوٹ کر گر پڑتا ہے۔ یہ بیر کا درجۂ کمال ہے اور اس وقت وہ بیر کی نسل قائم رکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اسی طرح شیخ کی طرف اپنے آپ کو منسوب تو سب کرتے ہیں مگر پختہ وہی ہوتا ہے جو صحبت میں مدتِ مدید تربیت پانے کے بعد پک کر نکلے۔ اور آئندہ وہی روحانی سلسلہ کو باقی رکھ سکتا ہے۔"

•

"۲۶ کی ململ جلدی ڈھل جاتی ہے۔ تھوڑا سا صابن لگایا اور کپڑا صاف ہو گیا۔ اور بعضے کھدر کے کپڑے دھوبی دو

تین مرتبہ بھٹی پر چڑھاتا ہے۔ ایک دو دفعہ میل نہیں نکلتا۔ تیسری چوتھی دفعہ صاف ہو جاتا ہے۔ عامۃ الناس میں بھی اسی طرح بعضوں کی اصلاح جلدی اور بعضوں کی سالہا سال کے بعد ہوتی ہے۔ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ کامل ہو گیا ہوں۔ قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہر وقت خطرہ ہے۔"

●

"ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز اور نہ روزہ جہنم سے بچائے گا نہ زکوٰۃ اور نہ ڈبل حج۔ ان کے لئے میں دوزخ کا فتویٰ دے رہا ہوں۔"

●

"مَیں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے ارزاں، جواہرات ملنے ارزاں۔ لیکن اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں۔ لاہوریوں کو کھوٹے پیروں کی ضرورت ہے۔ جو انہیں اللہ تعالیٰ نے دروازے کی طرف بلائے۔ کفر اور شرک کی رسموں سے روکے اس کو یہ وہابی کہہ کر بدنام کرتے ہیں۔"

●

"مَیں اہالیانِ لاہور سے کہا کرتا ہوں کہ بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ تم ان کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرو لیکن ان کے جوتے پر اللہ کی اتنی رحمت برستی ہے کہ تمہارے ٹوپوں پر، جن کو تم ہیٹ کہتے ہو ان پر بھی نہیں برستی ہے کیونکہ ان کے باطن کی اصلاح ہو چکی ہے۔ اور تمہاری نہیں ہوئی۔ بارش جب ہوتی ہے تو سر پہ ٹوپی بھی بھیگ جاتی ہے اور پاؤں میں جوتا بھی تر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کسی اللہ کے بندے پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو اس کے جوتے پر بھی پڑتی ہے۔ ایک شخص بظاہر اَپ ٹو ڈیٹ جنٹلمین ہو۔ اگر اندر ایمان نہیں ہے تو وہ پکا بے ایمان ہے اور سیدھا دوزخ میں جائے گا۔"

●

"بعض آدمیوں کو بولنے کی مشق ہوتی ہے حالانکہ وہ کتاب و سنت کے عالم نہیں ہوتے وہ "پکی روٹی" پڑھ کر ایسا وعظ کرتے ہیں کہ اکثر عالم بھی نہیں کر سکتے۔ یہ کھوٹے عالم ہیں۔ ان کے پیشِ نظر روپیہ کمانا ہوتا ہے۔ لوگوں کی ہدایت مقصود نہیں۔ اسی لئے بعض کھوٹے پیر محض روپیہ کمانے کے لئے مریدوں کے ہاں جاتے ہیں۔"

●

"مَیں تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ تربیت کرانے کے بعد ایک درجہ ایسا آتا ہے کہ انسان کی طبیعت میں خوفِ خدا کا غلبہ ہو جاتا ہے اُس وقت وہ اپنی ہستی بھی بھول جاتا ہے پھر اس سے خالق اور مخلوق دونوں راضی ہو جاتے ہیں۔"

●

"گوشِ ہوش سے سنئے۔ اگر آپ نے پیرس۔ برلن۔ ٹوکیو وغیرہ یونیورسٹیوں سے ڈگریاں تو حاصل کر لیں لیکن قرآن مجید سے جاہل ہیں۔ تو مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائیگی۔"

●

"مَیں اپنی جماعت سے کہتا ہوں کہ جاہل صوفی کی صحبت میں کبھی نہ بیٹھنا۔ جاہل صوفی کی مثال ایک تیراک کی سی ہے جو خود تو تیر کر دریا کو پار کر لیتا ہے۔ لیکن دوسروں کو پار نہیں لے جا سکتا۔ ایک عالم صوفی کی مثال ایک ملاح کی سی ہے جو ہزاروں کو اپنی کشتی میں بٹھا کر دریا کے پار پہنچا دیتا ہے۔"

●

"مَیں کہا کرتا ہوں کہ ماں باپ عالم ملکوت سے اٹھا کر یہاں زمین پر لا پھینکتے ہیں اور کامل پھر عالم ملکوت میں پہنچا دیتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی اکثریت باپ دادا کی لائن پر چلتی ہے۔"

●

"مَیں تعلیم کا مخالف نہیں ہوں۔ بیشک امریکہ میں جا کر تعلیم پاؤ۔ وہ تعلیم خدا رسیدہ ہونے کا ذریعہ نہیں ہے۔ ڈگریاں روٹی کمانے کا ذریعہ ٹھیک ہیں۔ یہ تمہیں کس نے بتایا ہے؟ کس غلط فہمی میں مبتلا ہو؟ اور تمہارے ماں باپ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ مَیں کہتا ہوں۔ کہ اعزازی ڈگریاں ذریعہ نجات نہیں ہیں۔ تعلیم جدید قرب الی اللہ کا ذریعہ نہیں ہے۔ مَیں کلمۂ حق کہوں گا۔ جو میری بات مانے گا کانٹا بدل جائیگا۔"

●

"مَیں کہا کرتا ہوں بیٹی کو جو برتن دیتے ہوں وہ بوریوں میں بند کر دو اور زیورات ٹرنکوں میں بند کر کے چابی لڑکی کے حوالے کر دو۔ اللہ کو راضی کرنے کے لئے اگر چھپا کر دو تو کیا ہرج ہے؟"

●

"مَیں بزرگوں کی عظمت اور ان کی بزرگی کا دل و جان سے معترف ہوں اور آج کل کے نام نہاد پیروں اور پیرزادوں سے زیادہ اُن کی نیکی اور پارسائی کا معتقد ہوں۔ بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے اور ان کی نگاہ فیض کے اثر سے بحمد اللہ اتنی توفیق میسر آ گئی ہے کہ اب یہ بھی مجھ پر منکشف ہو جاتا ہے کہ کون اپنی قبر میں کس حال میں ہے؟"

"نیکی اور بدی کی سمجھ بھی سیکھے بغیر نہیں آتی۔ ہمارے ہاں عام طور پر نیک کی تعریف یہ ہے کہ لٹیں بڑھی ہوں اور گیروی رنگ کے کپڑے زیب تن ہوں۔ ایسے شخص کو نیک کہا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سراپا شیطان ہو۔"

●

"مَیں بار بار آپ کو اس طرف توجہ دلا رہا ہوں اور خدا اور اس کے رسولؐ کو بری الذمہ کر رہا ہوں۔ میرا کام آپ کو پیغامِ حق سنانا ہے۔ اس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا آپ کا کام ہے۔ میرے الفاظ اگرچہ سخت ہوتے ہیں۔ مگر آپ کی بہتری مقصود ہوتی ہے۔ جراح زخم کو چیر کر صاف کرتا ہے تو مریض کو تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن پھر مرہم بھی لگاتا ہے۔ یہ دونوں ڈاکٹر کے فرائض میں شامل ہیں۔ مَیں خدا سے پھر دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں جملہ بیماریوں سے پاک کر کے اپنے پاس بلائے۔"

●

"ایک لڑکی میرے پاس آئی جس کے نانے کا میرے ساتھ بیعت کا تعلق تھا۔ اُس لڑکی نے کہا کہ میرا خاوند دو ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ لیتا ہے مگر گزارہ نہیں ہوتا۔ تو مَیں نے جواب دیا۔ "بیٹی! رزق میں برکت ڈالنا اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ مَیں اور میری اولاد دنیوی اعتبار سے کوئی کام نہیں کرتے۔ تمام دن فقط اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا دین پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے بھی بیوی، لڑکے، بہوئیں، پوتے اور پوتیاں سبھی کچھ ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ گزارہ نہایت اچھا چل رہا ہے اور کوئی شکایت نہیں۔ اور آج تک ایک پیسہ تک بھی کسی سے نہیں مانگا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو تھوڑا رزق بھی بہت بن جایا کرتا ہے۔ اگر برکت نہ ہو تو رزق کی بہتات ہوتے ہوئے بھی "ہائے ہائے" نہیں جاتی اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔"

"قرآن بخشوانے کی رسم نہ جانے یہ لوگ کہاں سے لے آئے ہیں۔ ایک وقت تھا جبکہ لاہور میں مترجم جلد شدہ حمائل شریف چھ آنے میں مل جایا کرتی تھی اور یہ لوگ چھ آنے کا قرآن بخشوا کر مردے کے ساری عمر کے گناہ معاف کرا لیتے ہیں۔ نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ اور نہ دیگر کسی عبادت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ــ چھ آنے کا قرآن لے کر مولوی کو دے دیا اور مولوی نے اپنی روٹی کی خاطر نہ حق بیان کیا اور نہ اصل حقیقت سے عوام کو آگاہ کیا۔ کیا یہ حرکت مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ میں شمار ہو سکتی ہے؟ یاد رکھو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے

خلاف جو کچھ بھی کروگے اور جو کوئی بھی کرے گا دوزخ میں جائے گا۔"

●

"میرے دوستو! طبیعتوں پر قابو رکھو — جبر اور صبر کی عادت ڈالو۔ خدا کو یاد رکھو یہ دنیا فانی ہے۔ اپنے معاملات درست کرو۔ رزق حلال کما کر کھاؤ۔ لاہور میں اکثر چیزیں جو بظاہر حلال ہوتی ہیں۔ فی الحقیقت حرام ہو گئی ہوتی ہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم کے حق میں قرآن مجید میں قَوۡمًا عَمِینَ کا لفظ آتا ہے یعنی اندھی قوم۔ چودہ لاکھ کی آبادی میں شاید ہی کوئی بینا ہو جو حلال اور حرام میں تمیز کر سکے اور لوگوں کی رہنمائی کر سکے فقط سؤر اور کتے ہی حرام نہیں ہوتے — بلکہ دودھ، گوشت اور نمک بھی حرام ہو سکتا ہے۔"

●

"کان کھول کر سن لو۔ اسلامی تعلیم ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ نماز، اذان اور مسجد سے ربط پیدا کرو۔ جو اللہ کے گھر میں آئے گا وہ خالی نہ جائے گا۔ جو نہیں آتا اس کو بلا کر بھی نہیں دیا جائے گا۔ لیکن اے اہالیانِ لاہور! کل قیامت میں تم یہ بھی نہ کہہ سکوگے کہ ہمارے پاس قرآن و سنت کا پیغام کوئی لایا ہی نہ تھا جو باپ جتنا ہی زیادہ عزت دار ہوگا اگر اس کا بیٹا اتنا ہی ذلیل نکلے گا تو باپ کی عزت کو بڑا بٹہ لگے گا۔"

●

"اللہ کا ذکر بھی سیکھنے سے آتا ہے۔ طالب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین پودے کی جڑوں کو اپنی چھاتی کے اندر کھینچ کر رکھتی ہے۔ اور شیخ کی توجہ ایسی ہے جیسے مالی پودے کو پانی دیتا ہے — دونوں چیزیں ہوں تو ترقی ہوتی ہے۔"

●

"سنو! غور سے سنو! علمائے کرام تم کو تعلیم ربانی دیتے ہیں، تم کو باحیا بناتے ہیں — اور انگریز تم کو بے حیائی سکھاتا ہے۔ تم بتلاؤ کہ ۱۴ لاکھ کی آبادی میں کسی ایک نے اپنے کسی ایک لڑکے کو عالم دین بنایا ہو۔ کیا کوئی تھا اور کیا کوئی اب ہے؟ قرآن سے تو تم بالکل جاہل ہو اور پھر علمائے کرام پر مذاق کرتے ہو؟ تم کو شرم نہیں آتی؟ بی، اے ہو جائیں۔ لڑکا بھی بی، اے ہو جائے، لڑکی بھی بی، اے ہو جائے اور پھر نوکری مل جائے۔ تمہاری عقل مسخ ہو ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ تم اے لاہوریو! قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکوگے کہ رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنۡ نَّذِیۡرٍ۔ اے اللہ! تیرا کوئی بندہ ہمیں ڈرانے کے لئے آیا ہی نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں یہ عذر نہ کر سکوگے۔ کہ یا رسول اللہ! آپ کا کوئی خادم ہمیں آپ کا دین بتلانے کے لئے آیا ہی نہ تھا۔ میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے اعتراضات سے بری الذمہ کرنا چاہتا ہوں۔"

●

"ان ملاؤں کو اگر میّت سے اور اُن کے گھر والوں سے ہمدردی ہے تو قرآن پڑھ کر اس میت کو ثواب بلا معاوضہ پہنچائیں قرآن کا معاوضہ (نان، حلوہ) وغیرہ کیوں لیتے ہیں۔ اگر کوئی مر جائے تو ملا جمع ہو جاتے ہیں اور پھر گھر والے۔ بیوہ عورت سے کہتے ہیں کہ آپا جی! ۱۵ سیر گنڈیریاں لانی ہیں۔ ۱۵ روپے کے نان، ۱۰ روپے کے سنگترے لانے ہیں۔ پیسے دے دو۔ ان سب چیزوں کو ملا کھائیں گے — کچھ شرم کرو۔ کیوں حرام کھاتے اور کھلاتے ہو؟"

●

"میں پکا حنفی ہوں۔ لاہور میں کئی رسمیں نکل آئی ہیں۔ قبروں پر سجدے ہوتے ہیں، قوالیاں ہوتی ہیں — اور میں ان رسموں کی مخالفت کرتا ہوں۔ تو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ شیطان بڑا لعین اور خطرناک ہے۔ بے ایمان کو ایماندار اور ایماندار کو بے ایمان بنایا ہوا ہے۔"

●

"ہوش کرو، توبہ کر کے مرو۔ ورنہ قیامت کے دن وہ جوتے کھاؤگے کہ یاد کروگے — اللہ تعالیٰ تمہیں عقل عطا فرمائے۔ دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ تم اندھے ہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو باطن کی آنکھوں والا بنائے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ میں تم کو غلط راستے سے ہٹا کر سیدھے راستے پر لانا چاہتا ہوں۔ میں تمہارا بدخواہ نہیں۔ خیرخواہ ہوں۔ اگر میری باتوں پر عمل کروگے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں گے۔"

●

"موت کا علم نہیں کہ کب آئے — پانچ سال ہو گئے ہیں۔ میں نے درزی کو بلا کر اپنے ناپ کا کفن تیار کروا رکھا ہے۔ اور میں ہر وقت موت کے لئے تیار ہوں۔ اگر میں مکہ معظمہ میں فوت ہو گیا تو میں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد کسی بدعتی اور قبر پرست پیر کے پیچھے نہ لگ جانا اور گمراہ نہ ہو جانا بلکہ کسی متبع شریعت اور اصلاح یافتہ عالم کی صحبت اختیار کرنا۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ سارے مولوی اور پیر ہدایت یافتہ نہیں ہوتے بلکہ اکثر گمراہ ہوتے ہیں۔"

"میں نے آج تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اللہ تعالیٰ مجھے دیتا ہے سب لاہوریوں سے زیادہ اور اچھا۔ پھر میں اسے جمع کرتا ہوں اور اُسے صحیح مصرف پر خرچ کرتا ہوں تو مجھے اللہ تعالیٰ اور زیادہ دیتا ہے۔ اب میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے گیارھویں مرتبہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ہو کر آیا ہوں۔"

●

"میرا بڑا لڑکا مولوی حبیب اللہ ۱۳ سال ہو گئے مسجد نبوی میں درس قرآن و حدیث دیتا ہے۔ لیکن حکومت سے ایک پیسہ تک نہیں لیتا۔ میری طرح وہ بھی متوکل علی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرنے کے لئے کوئی تنخواہ وغیرہ نہیں لیتا۔ حکومت اس کو تنخواہ دیتی ہے۔ لیکن وہ بالکل نہیں لیتا اللہ تعالیٰ اس کو رزق دیتا ہے۔"

●

"سنو! ہوش کرو۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں دی ہیں اور مجھے علم ہے کہ جو نوجوان (انگریز کے تابعدار) علمائے کرام کو گالیاں دیتے مر گئے ہیں ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں اگر تم کو یقین نہیں آتا تو آؤ میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ۔ میں نے یہ فن ۴۰ سال میں سیکھا ہے تم کو میں ۴ سال میں سکھا دوں گا۔ مگر بیوی کو ۴ سال کا خرچ دے کر آنا کہیں وہ تمہاری جان کو بعد میں نہ روئے۔ یا تو مان جاؤ یا اپنا رویہ بدلو۔ علمائے کرام کی عزت کرو۔ اور عبادت الٰہی کو اپنا لو یا آؤ آ کر یہ فن سیکھو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ لاہور بے دینوں کا شہر ہے۔ اکثر بے حیا کنجریوں کے پجاری رنڈی باز ہیں۔ رات کو اپنی بیوی اور نوجوان لڑکیوں کو سینما دکھانے کے لئے ۵ میل دور جاتے ہیں۔ شرم نہیں آتی، کچھ ہوش کرو۔"

"میں کسی کا بُرا نہیں چاہتا۔ جو لوگ گیارھویں شریف اور ختم شریف کے نہ ماننے کی وجہ سے وہابی، وہابی کہتے ہیں۔ میں ان کا بھی بھلا چاہتا ہوں۔"

●

"مجھ سے تعلق رکھنے والے احباب میرا کنبہ ہیں۔ میری سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بخش دے۔ اور

آپ کے گھر والوں کو بھی جنت میں لے جائے۔ کوئی بھی مرد یا عورت دوزخ میں نہ جائے۔ آمین۔ میری خواہش ہے کہ آپ خود بھی اور آپ کی عورتیں بھی بکثرت درود شریف پڑھا کریں۔ میرا تجربہ ہے کہ عورتیں کم ہمت نہیں ہوتیں۔ ان کو توبہ دلائی جائے۔"

•

"لاہوریو! میں تو کہا کرتا ہوں۔ کہ لاہوری مسلمان مجھبز(؟) نواز ہیں کیا ہیرا منڈی میں اب سکھ جاتے ہیں۔ یا کوئی اور جاتا ہے؟ سب مسلمان جاتے ہیں۔"

•

"لاہوریوں کے سامنے میری مثال ہے۔ کہ میں کوئی کاروبار نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اس دفعہ گیارہویں مرتبہ حرم شریف کی زیارت کے لئے گیا تھا اور لاہوریوں سے ایک پیسہ نہیں مانگا۔ ایک دفعہ شام کے وقت میں لیٹا ہوا تھا کہ دو شخص آئے دروازہ کھٹکھٹایا آکر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں بھی کوئی دین کی خدمت کا کام بتلایئے۔ میں نے کہا یہ قرآن مجید چھپوانا ہے۔ میرے دوست کراچی میں شیخ عنایت اللہ صاحب ہیں ان کے حساب کے مطابق ۵۴ ہزار روپیہ لگتا ہے۔ باتیں ختم کرکے وہ چلے گئے۔ ابھی آٹھ دن بھی نہیں گذرے تھے کہ پچاس ہزار روپیہ دونوں کی طرف سے آگیا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نہ انہیں جانتا تھا اور نہ ہی پہچانتا تھا۔ خدا معلوم کون تھے۔ اللہ سے دعا ہے کہ دین کو گنوا کر دنیا کمانے سے بچائے دنیا کا کاروبار تو کریں لیکن دنیا کو دین پر فوقیت نہ دیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔"

•

"میں جرأت سے کہا کرتا ہوں کہ جو منکر حدیث ہے وہ منکر قرآن ہے اور جو منکر قرآن ہے وہ خارج از اسلام ہے یعنی بے ایمان ہے۔"

•

"سنو! میں کہا کرتا ہوں کہ اگر تم اپنا نام مادھو سنگھ، گنگا رام رکھواؤ نماز پنجگانہ ادا کرو۔ زکوٰۃ پائی پائی گن کر دو۔ حج فرض ہے تو کرکے آؤ۔ روزے رمضان کے تیسوں رکھو تو میں فتوے دیتا ہوں کہ تم پکے مسلمان ہو۔ اور اگر کوئی اپنا نام محمد دین، عبداللہ جان، اللہ رکھا، محمد جان رکھوائے۔ نماز ایک نہ پڑھے، حج فرض ہے تو نہ کرکے آئے، روزہ ایک نہ رکھے، زکوٰۃ باوجود واجب ہونے کے بالکل نہ دے تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ ھٰذا کافِرٌ حقًّا۔ کہ یہ پکا کافر ہے۔"

•

"کیا میں تم کو حق سنانے سے ڈر جاؤں گا؟ میں تم سے مانگ کر نہیں کھاتا میں تمہارا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہوں اس لئے تم کو صاف صاف باتیں سناتا ہوں تاکہ تم سنبھل جاؤ۔ اس غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو۔ ان کو ادا کرکے اللہ تعالیٰ کو خوش کرو۔ اور دوزخ سے بچ جاؤ۔ مجھے تمہاری بالکل پروا نہیں۔ میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمہارے اعتراضات سے بری کرانا چاہتا ہوں۔ تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو رَبَّنَا مَا جَاءَنَا مِن نَّذِيرٍ۔ کہ اے اللہ تیرا کوئی بندہ ہمیں ڈرانے کے لئے نہیں آیا تھا۔ اگر تم سب کے حقوق ادا کروگے تو بچ جاؤگے۔ ورنہ مارے جاؤگے۔"

•

"آج میں خانۂ خدا میں آپ سے عہد لینا چاہتا ہوں کہ آپ مرتے دم تک اسی محمدی اسلام کی خدمت کرتے رہیں گے۔ اور اس کو زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اسی کی طرف میں آپ کو بلاتا رہا ہوں۔ جو علمی "در پر" خدمت کر سکتے ہیں وہ درس قرآن دیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مرکز عطا کر رکھا ہے اس سے وابستگی کو اپنے لئے لازم سمجھئے۔"

•

"اللہ تعالیٰ میرے دشمنوں کو بھی ہدایت دے جو مجھے وہابی (بے ایمان) کہتے ہیں۔ چونکہ میں یتیموں کا مال ختم شریفوں میں جا کر نہیں کھاتا اس لئے مجھے مولوی وہابی کہتے ہیں۔ یاد رکھو۔ یتیموں کا مال کھانا حرام ہے۔ اور یہ تیجا شریف، ساتا شریف، چالیسواں شریف سب اسلام کے خلاف ہے۔ کل کو اگر تم زنا کرو اور کہو کہ رات رنڈی شریف آئی تھی زنا شریف کیا تھا۔ تو کیا تمہارے منہ پر جوتا نہ ماریں گے کیا تمہارے شریف لگانے سے جائز ہو جائے گا؟"

•

"آج جاہل پیر اور علمائے سُوء حق بات کہنے والوں کو بدنام کرتے ہیں۔ ہمیں ان کی مخالفت کی پروا نہیں کرنی چاہیئے

عرفی تو میندیش ز غوغائے رقیباں
آواز سگاں کم نہ کند رزق گدا را

کے مصداق گداگر کو صدا لگانی چاہیئے، خیر ضرور مل کر رہے گا۔ کتے بھونکتے رہیں گے حق کا انشاء اللہ تعالیٰ غلبہ ہوگا۔ باطل مٹ جائے گا۔"

بقیہ: پہلی اور آخری ملاقات

کا اپنا وصال ہونے والا ہے۔)

لاہوریو! یاد رکھو! یہی اولاد جب قیامت کے دن پکڑی جائے گی۔ تو پکار پکار کر کہے گی۔ خدایا! ہمارے بزرگوں اور والدین کا قصور ہے جن کی ہم نے تابعداری کی۔ اور جنہوں نے ہمیں تیرا راستہ نہ دکھایا۔ اس لئے ان کو ہم سے دوگنا عذاب دے۔

اے لاہوریو! اس وقت تمہارا کیا جواب ہوگا؟ لاہور کی اٹھارہ لاکھ کی آبادی سے اتنے وکیل، اتنے کالجیٹ اور اتنے ڈاکٹر ہیں۔ یہاں پر اتنے کالج، اتنے سینما اور اتنے فحاشی کے اڈے ہیں ذرا مجھے بتاؤ کہ کوئی لاہوری عالم دین بھی ہے؟ الیس منکم رجل رشید؟

لاہوریو! تم یہ ہرگز نہ کہہ سکو گے۔ کہ خدایا ہمیں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ نے اتمام حجت کرا دیا ہے۔ اور مجھے دہلی سے اٹھا کر لاہور بٹھا دیا ہے۔ میں گذشتہ چھیالیس برس سے قرآن کا درس دے رہا ہوں۔ اور لاہوریوں پر شرط تبلیغ پوری کر رہا ہوں۔ ذرا غور کرو اور سوچو اس وقت تمہارا کیا حشر ہوگا۔ جب قیامت سے واسطہ پڑے گا۔ تمہارے دین کا یہ عالم ہے۔ کہ جب کوئی مر جاتا ہے۔ تو آپ لوگ بیوہ کے گھر جا کر اس سے ہمدردی اور یتیموں سے پیار کی بجائے۔ ان کا مال کھانا شروع کر دیتے ہو۔ مختلف اقسام کی غیر ضروری رسوم میں یتیموں کا مال کھاتے ہو۔ حالانکہ قرآن کریم میں حکم ہے۔ "ولا تقربوا مال الیتیم" (یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ)، تمہیں بیوہ کے بچوں کی تربیت کی فکر نہیں تمہارے بے کس اور یتیم بھتیجے حزن و یاس کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ مگر تمہیں ان کا مال کھانے کی حرص! خدا کا خوف کرو۔ جنازہ کی دعا تک نہیں آتی، اور مال مرحوم پر حریصانہ نظر! ہاں! اگر زیادہ شوق ہے تو خود جیب سے خرچ کرو۔ مرنے والے کے مال پر کیوں نظر ہے۔ چاہیئے تو یہ کہ بیوہ اور یتیموں کی آسائش کا کوئی سامان کرو۔ مگر تمہیں اس کی پونجی تک ختم کرنے کی فکر ہے۔ اس کے بعد آپ نے نماز جنازہ پڑھ کر سنائی اور پھر وضاحت سے اس کا ترجمہ بھی سنایا۔ مزید فرمایا کہ کتنی جامع دعا ہے۔ جس میں ہر مسلمان مرد عورت، حاضر غائب اور صغیر و کبیر سب کے لئے دعا ہے لیکن یاد رکھو۔ تمہیں ایسے مسائل وہی بتا سکتا ہے۔ جو تمہارے سامنے چندے کے لئے ہاتھ نہ پھیلائے۔ تمہارا تنخواہ دار نہ ہو۔ جو شخص تمہاری روٹی کا محتاج ہوگا، وہ تمہیں ایسے مسائل کبھی نہیں بتا سکے گا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس نے مجھے آپ کا محتاج نہیں کیا۔

اے لاہور کے امیرو اور کارخانہ دارو! خدا تعالیٰ نے مجھے بھی رزق اور مال دیا ہے اور "من حیث لا یحتسب" جہاں سے گمان بھی نہیں وہاں سے دیا ہے۔ اور میں ماشاء اللہ! اس مال سے تیرہ دفعہ اللہ اور اس کے حبیب کے گھر حاضری دے آیا ہوں الحمد للہ! پھر فرمایا۔ لاہوریو! تم اپنی بیویوں کو سینما لے جاتے ہو۔ کلب میں لے جاتے ہو۔ مخلوط اور عریانی کی مجالس میں حصہ لیتے ہو۔ ناچ گھروں تک لے جاتے ہو۔ حتیٰ کہ فحاشی تک سے نہیں شرماتے الا ماشاء اللہ! لیکن تم اپنی عورتوں کو اگر نہیں لے جاتے تو دینی مجالس میں نہیں لے جاتے جس خدا نے سب کچھ دیا ہے۔ اس کے ذکر کی مجلس میں لے جاتے شرم آتی ہے۔ لیکن فحاشی کے مراکز میں لے جاتے شرم نہیں آتی۔

لاہوریو! خدا سے ڈرو قیامت کے دن اسے کیا منہ دکھاؤ گے۔ عورتیں تو ایک طرف تمہیں خود مدارس اور مساجد میں آتے شرم آتی ہے۔ ماشاء اللہ۔ میرے ہاں مستورات کے لئے وعظ، جمعہ اور درس کے لئے باقاعدہ پردے کا بندوبست ہے۔ میں نے اتمام حجت کر دیا ہے۔ تم اب یہ نہیں کہہ سکو گے۔ کہ ہمیں کسی نے نہیں بتایا۔ میں نے بتا دیا ہے۔

غرض سب خاموش اور شرمندہ تھے۔ کیونکہ ہماری غلطیوں کا صحیح نقشہ کھینچا جا رہا تھا۔ اکثر آنکھیں پرنم تھیں۔ اب جب کہ گذشتہ اتوار کے درس اور ان کے اپنے جنازے کی کیفیات سامنے آتی ہیں تو اس امتزاج سے ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس مرد درویش کو عظمت بھی وہ عطا فرمائی کہ کسی نے کہا۔

"غازی علم دین کے جنازے کے بعد اتنا بڑا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔"

عوام و خواص کا بے پناہ ہجوم تھا۔ جنازے میں انسانوں کا چاروں طرف ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس اللہ والے کی روحانی عظمت اور دلوں میں محبت و عقیدت کا نشان تھا۔ اور یہی ولی کی نشانی ہے۔ لائل پور، راولپنڈی ملتان اور کراچی تک کے احباب پہنچ گئے تھے درس کے آخر میں آپ نے سب کے لئے دعا کی۔ آپ کی دعا ہمیشہ حاضر اور غائب اپنے اور بیگانے سب کے لئے ہوا کرتی تھی۔ اب حاضرین مصافحہ کے لئے بے قرار تھے۔ ایک عجیب منظر تھا۔ کوئی مصافحہ کر رہا ہے۔ کوئی دعا کرا رہا ہے۔ اور کوئی پانی پر دم کروا رہا ہے۔ بڑوں سے محبت اور بچوں پر شفقت ہو رہی ہے۔ خاص مقربین پاؤں داب رہے ہیں۔ اور چہرے پر مشفقانہ تبسم ہے۔ میری باری آئی تو شفقت بھری نگاہ سے دیکھا اور محبت سے ہاتھ ملایا۔ کیا خبر تھی کہ یہ آخری مصافحہ ہے۔ اگلے جمعہ کے روز گیارہ بجے دن مسجد میں تشریف لائے۔ مگر طبیعت خراب ہوگئی۔ اور نماز کے بعد آپ واپس گھر چلے گئے۔ اور اسی رات ساڑھے نو بجے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور حضرتؒ مالک حقیقی سے جا ملے۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

۲۴ فروری ۱۹۶۲ء کو ہفتے کی صبح آپ کے سانحہ ارتحال کی خبر سن کر شہر بھر میں کہرام مچ گیا۔ اللہ والوں کے جنازے کے نظارے بھی قابل دید ہوتے ہیں۔ کیا لکھوں۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسا کہ سارا شہر الٹ آیا ہو بلکہ دور و نزدیک سے مرد و زن جنازے پر ٹوٹ رہے تھے۔ زیارت کرنے اور جنازے کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہر کوئی بے کل تھا۔ مگر باری نہیں آتی تھی، چہرہ نمائی کا سلسلہ صبح سے لے کر شام تک ختم نہ ہو سکا۔ اس گنہگار آنکھ نے دو مرتبہ شرف زیارت حاصل کیا، کیا عرض کروں۔ چہرے پر نور برس رہا تھا۔ اور جنازے کے جلوس کا نظارہ تو قابل دید اور مرنے والے کی روحانی عظمت کا ثبوت تھا۔ لوگ جنازے کے پیچھے چلنے کو بھی سعادت سمجھتے تھے۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

حدیث شریف میں ہے کہ چالیس مومن جس کی نماز جنازہ ادا کریں وہ جنازہ بخشا جاتا ہے۔ بھلا جس جنازے میں ڈیڑھ لاکھ افراد شریک ہوں رمضان المبارک کا مہینہ، کتنے اللہ کے پیارے روزے دار، حاجی، حافظ، عالم، درویش صوفی اور فقیر ہوں گے۔ عام مسلمانوں اور مومنوں کا اندازہ ہی کیا۔ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ نماز اور دعا کی وجہ سے جنازہ بخشا جاتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جنازہ اتنا بلند ہوتا ہے کہ اس کی روحانی عظمت سے شریک جنازہ بخشے جاتے ہیں۔

"اولئک ہم المقربون فی جنت النعیم"

تذکار الشیخ

(مولانا عبدالکریم مہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں)

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد شیخ التفسیر نمبر میں سعادت شرکت حاصل کرنے کی غرض سے یہ مختصر اور شاید غیر اہم گذارشات بھیج رہا ہوں۔ اگر قابل اشاعت سمجھی جاویں تو خوش بختی سمجھوں گا۔

شیخ مدنیؒ سے حضرت کی عقیدت

شیخ الاسلام والمسلمین استاد العرب والعجم مرشد الہند والحجاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے حضرت اقدس شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کو روحانی کمالات کی وجہ سے جو عقیدت تھی وہ حضرتؒ کے خدام پر اچھی طرح واضح ہے اس سلسلہ کا یہ ملفوظ تو غالباً حضرت کے سبھی خدام نے سنا ہو گا۔

(۱)

میں بارہا مکہ معظمہ گیا ہوں اہل اللہ کے جھنڈ کے جھنڈ ہوتے ہیں۔ مگر میں نے حضرت مدنیؒ کے مرتبہ کا کوئی ولی نہیں دیکھا (ملخصاً)

یہاں کلاچی نجم المدارس میں اس سلسلہ کے دو واقعے پیش آئے ہیں وہی عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۲)

ایک دفعہ حضرتؒ جمعیت علماء کے جلسہ پر تشریف لائے حضرتؒ صرف دو چار گھنٹوں ہی کے لئے وارد ہوئے تھے واپسی کا ارادہ ہی فرما رہے تھے کہ احقر نے ایک حجرہ کے طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا ـــــ

حضرت مدنیؒ نے ایک گھنٹہ تک اس کمرہ میں تخلیہ فرمایا اور پھر بیعت کا سلسلہ بھی یہیں شروع فرما دیا تھا۔

میرا اتنا عرض کرنا تھا کہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار اس کمرہ کے طرف لپکے اور حضرت مدنیؒ کی قعود گاہ معلوم فرما کر وہیں بڑی عجلت سے بیٹھ گئے اور فوراً ہی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور پھر ہماری خوش بختی سے اسی جگہ محض درخواست کنندگان کو بیعت بھی فرما لیا

(۳)

دوسری بار نجم المدارس کلاچی کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ اس دفعہ بھی یہیں صرف چند گھنٹوں ہی کا قیام تھا یہ ۱۹۵۸ء کی ابتدائی سہ ماہی کا کوئی مہینہ تھا ۵۷ء میں حضرت شیخ مدنیؒ کے وصال کا حادثہ پیش آیا تھا احقر نے قرار داد تعزیت پیش کرنے کے لئے عرض کیا حضرتؒ نے فرمایا میں تو حضرت کے وصال کے الفاظ زبان پر لانے سے قاصر ہوں۔ تم تعزیتی قرار داد پڑھ دو میں دعا کر دوں گا۔

حرام سے بچنے کے لئے ذکر اللہ کی ضرورت

حضرتؒ کے عام مواعظ میں بھی اس بات پر ضرور دیا گیا ہے کہ ہم نے خود دارالعلوم نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خاں میں ایک مبارک مجلس کے دوران حضرت سے سنا کہ

حرام کھانے کا یہ طبعی اثر ہے کہ اس سے عبادت کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔

فرمایا یہ اس کا خاصہ ہے جان کر کھایا جاوے یا انجانی سے جس طرح کہ زہر کھانے سے موت کا واقع ہونا یہ اور بات ہے کہ بے خبری میں زہر کھانے سے گناہ تو نہیں ہو گا لیکن موت ضرور واقع ہو گی (حسب عادت) اسی طرح حرام کھانے سے دل پر یہ اثر ہونا ضروری ہے کہ عبادت کی لذت سے معاذ اللہ محروم ہو جاوے اور اسی طرح رفتہ رفتہ عبادت کی توفیق ہی سلب ہو جائے۔

فرمایا اس لئے کثرت سے ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کی خاصیت ہے کہ اس سے دل میں ایک ایسی استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ پھر حرام کھانے کو قبول ہی نہیں کرتا جیسا کہ معدہ مکھی کو قبول نہیں کرتا (ملخصاً)

کشف کے دو واقعات

یہ صحیح ہے کہ اہل اللہ کی حقیقی کرامت استقامت علی الشریعۃ المحمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہے اور ہمارے اکابرین دیوبند کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کا حصہ وافرہ عطا فرمایا ہے فہنیئاً لہم ثم ہنیئاً اللّٰھم فارزقنا اتباعھم لیکن خرق عادات اور کشوف کے ظہور میں بھی یہ اولیاء عصر سے پیچھے نہیں رہے

ع یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

اس کے تفصیلات ملاحظہ فرمانی ہوں تو اریخ ثلاثہ کا مطالعہ کیا جاوے جس سے ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہو جاویگی یہاں ہم حضرت ممدوح کے دو ایک کشف کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

(۱)

اسی مرتبہ جبکہ حضرتؒ نجم المدارس کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے ہوئے تھے، مدرسہ کے صدر درس گاہ میں تقریر سے پہلے چائے نوشی کی مجلس میں جو کہ مخدوم العلماء حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم حضرت استاد مولانا محمد اسماعیل صاحب کلاچوی حال خوشاب برادر عزیز قاضی عبداللطیف صاحب مدرس نجم المدارس اور احقر ناکارہ پر مشتمل تھی آپ نے حضرت افغانی مدظلہٗ کے اس استفسار پر کہ کیا آپ بالا کوٹ حضرت سید صاحبؒ اور مولانا شہیدؒ کے مزار پر تشریف لے گئے ہیں فرمایا کہ ہاں حضرت مولانا عبدالحنان صاحب راولپنڈی مجھے لے گئے تھے۔ علامہ افغانی نے دریافت فرمایا کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ سید صاحب جو شیخ اور مرشد ہیں کہ قبر پر انوار مولانا شہیدؒ کے قبر کی نسبت کم معلوم ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا ہاں واقعہ یہ ہے کہ میں نے صاحب قبر سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں سید احمد شہید نہیں ہوں میرا نام سید احمد ہے میں مولانا شہید کا مرشد نہیں لوگوں نے مولانا شہید کی قبر کے قریب ہونے کی وجہ سے غلط فہمی میں مجھے سید صاحب سمجھ لیا ہے

(۲)

حضرت الاستاد مولانا محمد اسماعیل صاحب مذکور الصدر نے بیان کیا کہ ٹانک میں ہمارے ایک عزیز نے حضرت مدنیؒ سے اپنی نسبت ارادت ظاہر کرتے ہوئے بیعت کے لئے عرض کیا حضرت نے فرمایا بیعتؒ مدنی والی کافی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ حضرتؒ نے جو وظیفہ تبلایا تھا وہ پڑھا کرتے ہو انہوں نے کہا پڑھا کرتا ہوں حضرت نے تھوڑی دیر آنکھ بند کر کے فرمایا، عزیز جھوٹ نہ بولو تم نے وظیفہ جاری نہیں رکھا تمہارا دل سویا ہوا ہے۔ سبحان اللہ کہنے والے نے سچ کہا۔ ع

پیش اہل دل نگہدارید دل

حضرت قبلہ والدم قاضی محمد نجم الدین صاحب مدظلہ، نے اذہان جدیدہ کی تقریب کے لئے کشف قلب کے اس واقعہ پر مثال دیتے ہوئے فرمایا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں

ہے مہینہ کے بعد اہل فن آکر بجلی کا میٹر دیکھ کر کہہ دیتے ہیں اتنی بجلی خرچ ہوئی ہے اس فن سے ناواقف یقیناً متعجب ہوں گے کہ یہ عجیب بات ہے مہینہ تک تو اپنے گھر میں رہا۔ بجلی یہاں خرچ ہوتی رہی اور اس نے آکر بتلا دیا مگر واقفین حال کے لئے کوئی تعجب کی بات نہیں یہاں بھی تقریباً معاملہ اسی ہی طرح کا ہے کہ جو دل ذکر اللہ میں استعمال ہوا ہے اس کی کیفیت جو اور ہوتی ہے اور قلب لاہی کی کچھ اور ـــ اللھم انا نعوذ بک من قلب لا تخشع۔

اصاغر نوازی اور اخفاء واردات قلبیہ کی تاکید

احقر کی علمی استعداد یقیناً کم تر اور عملی اور قلبی کیفیت بلا شائبہ تصنع و تکسر نہایت بدتر ہے اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ لیکن اس کے باوجود حضرتؒ نے دو چار دفعہ اس قسم کی عزت افزائی فرمائی کہ میں اس کے تصور سے بھی پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں اور جن کی تفصیل یہاں کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ

ع مادح خورشید مداح خود است

انہیں میں سے ایک بار عاملہ جمعیت کے ایک اجلاس کے اختتام پر جب واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ نے اپنے خلوت خانہ متصل مسجد میں بالکل علیحدگی میں دروازہ بند کر کے (صرف ایک خادم وہاں موجود تھے) نصیحت فرمائی اور جمعیت میں کام کرنے کی اہمیت واضح فرمائی اسی دوران میں دروازہ کھٹکا حضرؒ نے فرمایا کھول دو دیکھا تو ایک سفید ریش روتا ہوا آیا کہ حضرت ذکر میں عجیب لذت اور کیفیت ہوتی تھی مگر اب کچھ وقت سے وہ رک گئی ہے۔ جس کے لئے بہت پریشان ہوں۔ حضرتؒ نے فی البدیہ فرمایا تم نے لوگوں سے اس کا اظہار کر دیا ہوگا۔ عرض کیا گیا جی ہاں فرمایا آئندہ ایسا نہ کرو اللہ تعالٰی کے فضل سے وہ حالت واپس آجاوے گی

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ وَرَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً آمین۔ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ وی پی طلب نہ فرمائیں منی آرڈر بھیجیں۔

ولیٔ زمان کی سیرت

مستری عبدالغنی گلشن وزیرآبادی

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب   ظاہرا دنیا توں رحلت فرما گئے نے
عقیدت منداں نوں پرا نجیں نظر آون   جویں اوہ ویکھوں ٹُر دے آ گئے نے
درس پاک بھئیں مسجد دیوچ حضرت   واہ واسوہنیاں رونقاں لا گئے نے
ایسا ہور کدھروں سبق نہیں ملناں   میرے شیخ جو سبق پڑھا گئے نے
اپنی جگہ عبید اللہ انور تاہیں   اپنے پچھوں خطیب ٹھہرا گئے نے
میرے بعد میرے وانگ درس دیناں   اونہاں گل ایہہ خوب سمجھا گئے نے

اوس عالم دین نوں وچ دنیا   کامل انسان نہ کہیئے تے کی کہیئے
کلام اللہ دی شرح جو ساہن کردے   مفسر القرآن نہ کہیئے تے کی کہیئے
جو زمانے نوں فیض پچاوندے سن   قطب زمان نہ کہیئے تے کی کہیئے
موتی علم دے جو لٹا گئے نے   ابر نیساں نہ کہیئے تے کی کہیئے
محنت نال اوہ قوم دی بہتری لئی   لکھاں رسالے بنا گئے نے
لوکی پڑھ پڑھ جنہاں رسالیاں نوں   کئی قسم دے فائدے اٹھا گئے نے

چھوٹی مسجد قدیمی دے نال اونہاں   جامع مسجد جدید بنوا دتی
طالب علماں لئی ہائی پیمانے دی اک   درس گاہ تعمیر کرا دتی
جامع مسجد دے نال اک ہور سی بھتاں   لیکے اودھدی بھی نیں دھرا دتی
گویا علم دے باغ وچ اوس مالی   خوبصورت اک کلی کھلا دتی
اوہ ویکھو سکول جو لڑکیاں دا   اونہوں اپنی ہتھیں بنو لگئے نے
زندگی بھر دی پاک کمائی تاہیں   ساری جا ربے صدقے تے لا گئے نے

پارسائی اُس مرد دیوچ دساں   کی کی گن تے کی کی کمال ہے سن
جنگی طرح اوہ لوک جان دے نے   کر دے بیٹھک جو اونہاں دے نال ہے سن
جدھا جوہری بھی مل نہ پا سکن   گویا اوہ اک قیمتی لال ہے سن
ہے سن مَتے توحید وچ مست ڈاہڈے   واقف کار اوہ ماضی تے حال ہے سن
ساقی جام توحید دا طالباں نوں   بھر بھر ہتھاں دے نال پلا گئے نے
انشاء اللہ اوہ حشر تک قائم رہسی   جہڑا رنداں نوں نشہ چڑھا گئے نے

گلاں ساویاں ساوی زبان نالے   نالے سادا لباس اوہ پاوندے سن
ہے سن سادے پر گلاں اوہ کرن کھریاں   ہمانڈ سن سن پنے نثر یاں کھاوندے سن
جہڑے لوک سن دانا تے سمجھ والے   اوہ پئے لطف تے لطف اٹھاوندے سن
بلکہ اک اک حرف تے صدق سیتی   پورا پورا اوہ عمل کماوندے سن
دے کے بانگ حقانی بلال وانگن   ستیاں ہویاں نوں بھجھڑ کے جگا گئے نے
بحر کفر وچوں ڈبیاں بیڑیاں نوں   ناخدا بن کے بنھیں لا گئے نے

قصہ مختصر دوستو عرض کرناں   اونہاں جیہا کوئی شاید انسان ہوسی
جنہیں دین دی خدمت دیوچ اپنی   کیتی شوق دے نال گذران ہوسی
شیخ الحدیث تے شیخ التفسیر نالے   نالے پورا مفسر قرآن ہوسی
نالے علم والا نالے عمل والا   اونہاں جیہاں کوئی وچ جہان ہوسی
چوی فروری تے سن بائیٹھ دے دن   مکھتے جنت دے ول سدھا گئے نے

جیہڑا نور پیشانی وچ چمک دا سی
اوسے نور دے وچ سما گئے نے

(بقیہ: باتیں ان کی یاد رہیں گی ۔ از صفحہ ۴۳)

بہتر، اور تنہائی سے اللہ والوں کی صحبت افضل ۔ اللہ والوں کی صحبت میں رنگ چڑھتا ہے ۔ رنگ ہے قرآن ۔ رنگ فروش ہیں علماء کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۔"

(۹) "خدام الدین" کے بارے میں فرمایا ——

"خدام الدین کا مقصد سوائے تبلیغ اسلام کے اور کچھ نہیں ۔ الحمد للہ دس ہزار کی تعداد (یا کم و بیش فرمودہ تعداد یاد نہیں —— مرتب) میں شائع ہوتا ہے لیکن میں نے اپنے یا اپنی اولاد کے لئے اس کی آمدنی میں ایک پائی بھی حرام کر رکھی ہے حتیٰ کہ اپنے پڑھنے کے لئے رسالہ لیتا ہوں تو اپنی جیب سے سوا آنے اس کی قیمت ادا کرتا ہوں میں نے خاص طور پر ہدایت کی ہوئی ہے کہ اس کی تحریروں میں سلیس اور آسان زبان استعمال کی جائے ۔ اور حروف موٹے لکھے جائیں ۔ تاکہ شہری ، دیہاتی ، بچے ، جوان یا کمزور نظر والے بوڑھے سب یکساں آسانی سے پڑھ سکیں ۔ اور خدا سے اپنا تعلق ٹھیک کر سکیں ۔"

(۱۰) فرمایا —— "جو مجھ سے بیعت لینا چاہے میں بیعت لے لیتا ہوں اور کارڈ چھپوا رکھے ہیں ۔ جن پر چند وظائف درج ہیں ۔ پڑھنے کے لئے دے دیتا ہوں ۔ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیعت نہیں لیا کرتے تھے ۔ کوئی درخواست کرتا تو فرماتے "بھائی ! بیعت تو نہیں کروں گا ، البتہ پڑھنے کے لئے کچھ پوچھنا ہو تو بتا دوں گا ۔" میں اس ڈر سے بیعت کر لیتا ہوں کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ پوچھیں ۔ کہ میں نے اپنا فلاں بندہ تیرے پاس بھجوایا تھا ۔ تم نے اس کو میرا نام بتلایا تھا تو میں کیا جواب دوں گا ۔ بیعت تو اک بہانہ ہے دین سکھانے کا ۔ جو کچھ بتلاتا ہوں اگر آپ اس کو لوحِ دل پر لکھ کر لے جائیں ، عمل میں لائیں اور مرتے دم تک نبھائیں تو مجھے اللہ کے فضل پر بھروسہ ہے کہ نجات ہو جائے گی ۔ اگرچہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی نجات ہمارا حق نہیں ۔ تاہم اس کے لئے یہ باتیں وجہ ترجیح بن جائیں گی ۔"

(۱۱) اپنے لئے ہمیشہ یہی دعا فرمایا کرتے تھے —— "میں تو اپنے لئے یہی دعا کرتا ہوں کہ صبح کا درس دینے کے بعد اور ظہر کی نماز سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ میانی صاحب (لاہور کے قبرستان) میں پہنچا دیں ۔ تاکہ نہ درس کا ناغہ ہو اور نہ نماز قضا ہو ۔ اور یا پھر ایک نماز پڑھوں اور دوسری نماز سے پہلے اللہ کے پاس پہنچ جاؤں ۔"

اور دنیا نے دیکھا کہ خدا نے آپ کی یہ دعا کیسے قبول فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کرے ۔ اور جنت میں اعلیٰ درجہ عطا فرمائے ۔ آمین !

بقیہ: صدیق دوراں سے آخری ملاقات / از صفحہ ۳۶

پر فائز تھے ۔ تب مجھے اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہوئی ۔ اسی طرح کا ایک واقعہ اور ہے ۔ کہ ہمارے نوشہرہ میں حضرت کے ایک مرید نے حضرت کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا ۔ کہ حضرت کا جنازہ جا رہا ہے ۔ اتنے میں حضرت لاہوری چارپائی سے نیچے اترے اور کھڑے ہو گئے ۔ ہاتھ میں اپنے معمول کے مطابق لمبا عصا تھا ۔ اور فرمایا میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک حضرت صدیق اکبر تشریف نہ لے آئیں ۔

اب میں اعلیٰ حضرت الشیخ کے چند ملفوظات مبارکہ درج کرتا ہوں :۔

۱۔ قرآن مجید کا خلاصہ ہے بندے سے توڑ خدا سے جوڑ ۔

۲۔ ایک وقت میں فرمایا ۔ کہ قرآن مجید کا خلاصہ ہے تعلق باللہ کی درستگی ۔

۳۔ راہ ہے اسلام ، راہرو ہے مسلمان ، منزلِ مقصود ہے دربارِ رحمان ۔

۴۔ اگر کوئی شخص آسمان پر اڑتا ہوا آئے لاکھوں مرید پیچھے لگا کے لائے ۔ دریا پر سے گذرتا ہوا آئے ۔ مگر اس کا مسلک حضور کے طریقے کے خلاف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے ۔ اس کی بیعت حرام ہے اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو بھی جہنم رسید کرے گا ۔

۵۔ ہمارے باوا آدم تو انتقال فرما گئے ہیں مگر شیطانوں کا باوا ابھی تک زندہ ہے اس لئے گمراہی زیادہ عام ہے ۔

۶۔ شیطان اس لحاظ سے بڑا عقلمند ہے کہ بڑے بڑے عقلمندوں کو بیوقوف بنا دیتا ہے ۔

۷۔ جب مسلمان کو اخلاص اور توکل کے دو پر لگ جاتے ہیں تو پھر وہ روحانیت کے آسمان پر اڑنے لگتا ہے ۔

۸۔ کسی شخص نے حضرت سے دریافت کیا ۔ کہ بیعت کا کیا فائدہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ منجملہ اور فوائد کے دو فائدے یہ ہیں ۔

(۱) قرآن مجید میں ارشاد ہے والذاکرین اللہ کثیرًا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃً واجرًا عظیمًا ۔ (ترجمہ) بہت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں ان کے لئے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے —— اور دوسرا یہ کہ قرآن مجید میں قیامت کے متعلق ارشاد ہے ۔ یومئذٍ یصدر الناس اشتاتًا ۔ (ترجمہ) جس دن لوگ ٹوٹے ٹوٹے ہو کر آئیں گے تو ہر ایک اپنے شیخ سے ملتے ملتے اوپر تک مل جائے گا الحمد للہ کہ ہمارا سلسلہ سیدھا حضور تک پہنچتا ہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالایمان فرمائے ۔

بقیہ: مبارک ہستی کا مبارک ذکر

چہرے پر نورانیت نظر آئے گی ۔

مبلغین کی کثرتِ تعداد پر اظہارِ مسرت

قاسم العلوم ملتان کے جلسے کے موقع پر زیارت کے لئے گیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا ۔ ماشاء اللہ تحفظ والے اچھا کام کر رہے ہیں اور تنظیم والے بھی پھر آپ نے مبلغین کی تعداد پوچھی تو کسی نے عرض کیا یا حضرت تحفظ ختم نبوت کے مبلغین تیس تک پہنچ چکے ہیں ۔ اور تنظیم اہل سنت کے مبلغین دس تک آپ نے دعائیہ الفاظ میں فرمایا خدا خوش رکھے ان مبلغین کو ایک دن میں چالیس محاذوں پر تو دین کا کام ہو جاتا ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ دین حق غالب ہو کر رہے گا ۔ اور یہ جملہ فرطِ مسرت میں تین مرتبہ فرمایا ۔

توجہاتِ ثلاثہ کا مرکز

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شیخ کامل کی خدمت میں رہنے سے سالک جس طرح مستفیض و مستنیر ہوتا ہے ۔ بالکل اسی طرح شیخ کے مکتوب سے بھی فائدہ حاصل کر سکتا ہے ۔ کیونکہ شیخ سے جب سالک مصافحہ کرتا ہے تو ہاتھ سے توجہ ہوتی ہے ۔ جب شیخ اپنے مرید کو دیکھتا ہے تو نگاہوں سے توجہ کرتا ہے ۔ اور جب مرید کی ادا کو دیکھتا ہے اور پسند کرتا ہے تو قلب سے توجہ کرتا ہے بالکل اسی طرح جب شیخ اپنے مرید کی طرف خط لکھتا ہے تو خط ہاتھ سے اور قلب کی توجہات عالیہ کا مرکز و مہبط بن جاتا ہے ۔ اس لئے مرید کو چاہیئے کہ شیخ کے مکتوب کو غور سے پڑھا کرے ۔ تاکہ توجہات ثلاثہ سے مستنیر ہو سکے ۔

رحمۃ اللہ علیہ الف الف مرۃ

وافاض اللہ علینا من برکات علومہ و معارفہ

شوقِ شہادت

(بچوں کا صفحہ)

(غازی خدابخش صاحب)

عزیز بچو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ آزاد کشمیر کے ہیڈکوارٹر مظفرآباد میں تشریف لائے۔ جب انہیں یہ بتایا گیا کہ یہاں سے چالیس میل آگے مقام چناری ہے اور وہاں سے صرف پانچ میل کے فاصلے پر ہندوستان کی گورکھا اور ڈوگرہ فوج ہے۔ جن کے مغرب میں مجاہدین اسلام ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں ایک پہاڑی نالہ درمیان ہے حضرتؒ نے فرمایا عزیزو! جی تو یہی چاہتا ہے کہ کفر و اسلام کی لڑائی ہو اور اسی ظالم ڈوگرے کے خلاف جہاد ہو بس اسی جہاد میں دشمن کی گولی میرے سینے میں لگے اور میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔ جان لو یہ شہادت کا جذبہ ایمان کی قوت سے بڑھتا ہے اور ایمان کی قوت قرآن سے بڑھتی ہے۔

"اور جب اس کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں"۔ واقعی قرآن ہی پڑھا اور اسی سورۂ انفال سے لڑائی کی تیرہ دفعات سنیں پھر اگلی سورۂ توبہ میں کفار کے مقابلے میں الٹی میٹم پایا۔ بس حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہوئی ۱۹۲۱ء کا زمانہ تھا اور دسویں جماعت میں پڑھا کرتے تھے اسی قرآن سے جذبۂ شہادت جو پیدا ہوا تو وہ ہمیں کابل لے گیا اور وہاں سے بخارا، سمرقند، تاشقند اور بحیرہ خزر کے پار کوہ قاف کے دامن میں باکو شہر تک کا سفر اختیار کیا۔ کابل میں امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت نصیب ہو گئی وہ وہاں اپنے استاد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے پہنچے ہوئے تھے اور وہ چند دن پہلے امیر امان اللہ کی فوجوں کو انگریز کی فوجوں کے مقابلے میں قرآن کے ذریعہ اکسا چکے تھے چنانچہ امیر کے باپ دادا تو انگریز کے وظیفہ خوار تھے۔ مولانا سندھیؒ نے امیر کابل کو اس انگریزی وظیفے کی لعنت سے نکال کر خود مختار حکمران بنا دیا تھا دو طرف لڑائی ہوئی تھی۔ پشاور کی طرف ڈھکہ ہے ادھر مولانا عبید اللہ سندھیؒ لڑ چکے تھے اور بنوں کوہاٹ کی طرف مولانا کے سیکرٹری ظفر الحسن صاحب لڑتے رہے تھے چنانچہ انہی کا گولہ جب تھل کے مقام پر پڑا تھا تو انگریز فوج ایسی بے پا ہوئی کہ آخر انگریز نے صلح کے لئے گھٹنے ٹیک دیئے۔ بچو! یہ مجاہد ظفر الحسن ابھی ترکیہ کے انگورا شہر میں زندہ ہیں۔

ہاں عزیزو! حضرت مولانا احمد علیؒ سے جب قرآن سنا تو معلوم ہوا کہ مجاہد کا درجہ اللہ تعالےٰ کے ہاں بڑا ہے۔ چنانچہ وہ سورۂ توبہ کے رکوع ۳ میں ارشاد فرماتا ہے "جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اللہ کے ہاں ان کے لئے بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں"

جب شوق شہادت پیدا ہو جاتا ہے تو پھر جن چیزوں کے مقابلے میں آٹھ چیزوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی چنانچہ قرآن عزیز کی اسی سورۃ التوبہ میں ہے "کہدے (۱) اگر تمہارے باپ (۲) بیٹے (۳) اور بھائی (۴) اور بیویاں (۵) اور برادری (۶) مال جو تم نے کمائے ہیں (۷) اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو (۸) مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو ـــــ تمہیں (۱) اللہ اور (۲) اس کے رسول اور (۳) اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیارے ہیں۔ تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا"

شوق شہادت ہی تھا۔ کہ ایک صحابی کو بھوک لگی۔ کھجوروں کا تھیلا کھولا ہی تھا کہ جہاد کے لئے نقارہ بج گیا۔ بولا شہید ہو گئے تو جنت ہی میں کھالیں گے۔ چنانچہ شریک ہو گئے۔ تاکہ شہید ہوں ـــــ اسی طرح ایک صحابیؓ کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مال غنیمت دینے لگے تو بولا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اس لئے اسلام نہیں لایا تھا کہ اللہ کی راہ میں لڑوں اور پھر غنیمت کا مال حاصل کروں۔ میں تو اس لئے لڑا تھا کہ اللہ کی راہ میں میرے حلق میں تیر لگے اور میں شہید ہو جاؤں۔ چنانچہ اگلی لڑائی میں وہ شریک ہوا تو تیر حلق ہی میں لگا۔ جب اس کی نعش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ اپنی مراد کو پہنچ گیا ہے

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

سبحان اللہ عزیزو کمسن بچہ عمیر بن ابی وقاص و رافع اور ان کے ساتھی بچوں کا یہی شوق شہادت ہی تھا جو انہیں ابھار کر اسلام کی جنگوں میں لے گیا۔ اور انہوں نے ابوجہل جیسے دشمن اسلام کو قتل کر کے جہنم میں بھیجا۔ حضرت مولانا احمد علیؒ جب ہمارے عزیز عبدالمالک کو فوجی وردی میں دیکھتے تھے اور انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں اس سے تلاوت قرآن اور نظم کشمیر سنا کرتے تھے تو بہت پیار کیا کرتے تھے ایک دفعہ جمعیت علمائے اسلام کا اجلاس شیرانوالہ میں ہو رہا تھا تو حضرتؒ نے عزیز عبدالمالک کو فوجی وردی میں رضاکار کی ڈیوٹی پر کھڑے دیکھا تو فرمایا بھئی اس ننھے مجاہد کو چائے کے ساتھ دو بسکٹ دینا چنانچہ اسے چائے کے ساتھ دو بسکٹ دیئے گئے۔

عزیز بچو۔ عبدالمالک ننھے مجاہد سے حضرت بہت زیادہ پیار کرتے تھے اس لئے کہ وہ مجلس ذکر میں شریک ہوتا تھا اور مجاہدوں جیسے کام کرتا تھا۔ تم بھی مجاہد ہو اور قرآن کے ذریعے اپنے اندر شوق شہادت پیدا کرو۔

آج جس قوم میں فوجی سپرٹ زیادہ ہوگی وہی قوم غالب رہے گی اسی لئے جنگ کی دسویں دفعہ قرآن عزیز میں یہ ہے "اور ان سے لڑنے کے لئے جو کچھ سپاہیانہ قوت ہے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر سکو سو تیار رکھو۔ کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے ہیبت پڑے ......"

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج گھوڑے سے لڑنے کا رواج نہیں رہا اس سے مطلب یہ نکلا کہ جن ہتھیاروں سے تمہارا دشمن تیار ہو رہا ہے۔ وہی ہتھیار تم بھی تیار رکھو۔ آج بم کا زمانہ ہے۔ اگرچہ ہماری حکومت اس سے بے خبر نہیں وہ سائنس کے زمانہ میں اس کی طرف زیادہ توجہ دے گی تو دشمن پر غالب آئے گی

بہر حال ہمیں فوجی تیاری میں پوری کوشش سے کام لینا چاہیئے۔ ہمارا سکول ہو یا کالج ہو ہر طالب علم کو اپنے اندر فوجی سپرٹ پیدا کرنی چاہیئے تاکہ لڑائی کا وقت آنے پر کوئی بھی پیچھے نہ رہ جائے۔

شیخ التفسیر کی مہمان نوازی

محمد الیاس مسعود

میں نے ابھی ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا جب میری والدہ مجھے گود میں لے کر شیرانوالہ دروازہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے جایا کرتی تھیں ان دنوں لاوڈ سپیکر اور بجلی کے پنکھے نہ ہوتے تھے۔ اس لئے حضرت رح عورتوں کے کمرے کے قریب ممبر پہ تشریف رکھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے عورتوں کے کمرے میں کافی گرمی ہوتی تھی لیکن ہاتھ کے پنکھے گرمی کی شدت کم کرنے کے لئے کافی ہوا کرتے تھے

جوں جوں شعور کی عمر آتی گئی افسوس کہ ہماری رہائش شیرانوالہ سے دور ہوتی گئی اور مسجد سے گہرا تعلق نہ رہ سکا۔ البتہ کبھی کبھی جمعہ کی نماز ادا کرنے کا موقعہ ضرور ملتا رہا۔ مسجد کشادہ ہو گئی۔ لاؤڈ سپیکر کی آسانیاں خدا نے میسر فرما دیں۔ اور بجلی کے پنکھے بھی نمازیوں کو ٹھنڈی ہوا دینے کے لئے مہیا ہو گئے حضرت اب عورتوں کے کمرے سے دور مسجد کے وسط میں محراب کے دائیں ہاتھ ممبر پہ تشریف فرما ہوتے تھے۔ لباس میں ذرہ برابر فرق محسوس نہ ہوتا تھا۔ وہی سفید کھدر کا مختصر عمامہ۔ کھدر کا لمبا کرتا اور کھدر کی تنگ مہری والی اونچی شلوار زیب تن دکھتے تھے۔ رومال بھی سفید کھدر کا ہی ہوتا تھا۔ یہی لباس میں نے وفات سے ۳۵ سال پہلے دیکھا تھا۔

حضرت رح کے ارشادات سننے ہی کا ثمر ہے کہ بچپن سے دین کے ساتھ تھوڑی بہت وابستگی ضرور رہی۔ اور اسی وابستگی کی طفیل بزرگان دین کے قدموں میں بیٹھنے کا شرف بھی اس ناچیز کو نصیب ہوتا رہا۔

۱۹۵۷ء کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا اطہر علی صدر جمعیت العلماء اسلام مشرقی پاکستان سے لاہور تشریف لائے۔ ہمارے وطن میں اس وقت عجیب و غریب فضا تھی۔ سیاسی طور پر عوام چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹ چکے تھے۔ حکومت میں شدید انتشار موجود تھا اور ارباب حکومت سازشوں میں دن رات بسر کر رہے تھے۔ عنان حکومت شطرنج کے ماہر چند یاروں کے ہاتھ میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔ ان حالات میں بھلا دین کی بھلائی کی کسے فکر تھی۔ مسلمان اس حد تک ذلیل ہو چکا تھا کہ اس نے اپنی جماعتی تنظیموں کا نام بھی سبزواری رکھنا پسند کر لیا تھا۔

یار لوگ ایران کی شریعت کو پاکستان میں نافذ کرنے کی فکر میں تھے اور سارا سال مجالس عزا اور ہر محلے اور کوچے میں گھوڑے نکال کر ماتم ہونے لگا تھا۔ انتہا یہ تھی کہ لاہور شہر میں ۱۰ محرم کو سولہ جگہ گھوڑے نکالے گئے تھے۔ اس طرح پاکستان کے دوسرے شہروں کا حال تھا۔ ان دنوں اگر کوئی سیاح غیر ملک سے پاکستان میں وارد ہوتا تو اسے یقیناً یہی محسوس ہوتا کہ شاید اس قوم کو پیٹنے کے سوا کوئی دوسرا کام ہی نہیں ہے۔ اور وہ حیرت سے سر پیٹ کر رہ جاتا کہ ماتم بھی ایک ایسے واقعہ کے متعلق جس کے لئے اس قوم کو رونے کی بجائے فخر کرنا زیادہ زیب دیتا ہو۔

ان حالات سے متاثر ہو کر مولانا اطہر علی مغربی پاکستان میں علماء دین سے تبادلۂ خیالات کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ یہاں آ کر وہ مختلف بزرگان دین سے ملے۔ ایک شام جب وہ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تو مجھے ان کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ میرے ساتھ بھائی محمد بشیر وائیں بھی تھے۔ جب ہم مسجد شیرانوالہ میں داخل ہوئے تو مؤذن اللہ کی عظمت کا اعلان کر رہا تھا۔ اذان کے بعد فوراً جماعت کھڑی ہو گئی اور حضرت مولانا احمد علی رح صاحب اپنے حجرہ سے باہر تشریف لا کر اگلی صف میں امام کے دائیں ہاتھ کھڑے ہو گئے۔ سردی چونکہ شدید تھی اور مولانا رح کی طبیعت بھی ان دنوں ناساز تھی۔ اس لئے اون دار کھال والا لمبا چغہ پہن رکھا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد مولانا اطہر علی ان کے قریب گئے اور اپنا تعارف کروایا۔ دونوں بزرگ اس طرح بغلگیر ہوئے جیسے صدیوں سے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں۔ دونوں بزرگ حجرہ کی طرف چل دیئے۔ ایک دوسرے کا احترام اتنا تھا کہ قدم اٹھانے میں بھی احتیاط ملحوظ تھی کہ کہیں ایک کا قدم دوسرے سے آگے نہ نکل جائے۔ حجرہ میں داخل ہو کر انہوں نے دروازہ بند کر لیا۔

میرا ساتھی اور میں حجرہ کے دروازہ کے باہر بیٹھ گئے اس شام سردی غضب کی تھی اور ہوا چل رہی تھی۔ ہم سردی سے ٹھٹھر رہے تھے اور مسجد کے حوض پر سے گزر کر ہم تک پہنچنے والی یخ ہوا ہماری شریانوں میں خون کو منجمد کرنے کی کوشش میں مسلسل مصروف تھی۔

اتنے میں ایک شخص مسجد کے صحن میں نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی۔ جو لا کر اس نے ہمارے پاس رکھ دی۔ ہم حیران تھے کہ یہ فرشتۂ رحمت گرم چائے لے کر کہاں سے آ گیا۔ لیکن فوراً خیال آیا کہ ان بزرگوں کی طفیل ہم گنہگاروں پر اللہ نے رحمت فرما دی ہے۔ یہ چائے حضرت مولانا رح نے اپنے مہمان کے ساتھ آنے والوں کے لئے بھجوائی تھی۔ ہم نے بڑے احترام کے ساتھ پیالیوں کو منہ سے لگایا اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے خون کو گرم رکھنے کا سامان مہیا فرما دیا۔

حجرے کا دروازہ کھلا۔ دونوں بزرگ باہر تشریف لائے۔ مولانا اطہر علی صاحب نے حضرت رح سے کہا کہ وہ تکلیف نہ فرمائیں۔ سردی بہت ہے اور طبیعت بھی ناساز ہے۔ مگر یہ فقرہ ختم ہونے سے ادا ہونے تک ہم مسجد کی سیڑھیوں تک پہنچ چکے تھے۔ خادم نے حضرت رح کی پاپوش لا کر سامنے رکھ دی۔ یہاں بھی مولانا اطہر علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت اب آپ آرام فرمائیں۔ مگر مولانا احمد علی رح صاحب سیڑھیوں سے اتر رہے تھے اور اپنے معزز مہمان کو خود الوداع کہنے کے لئے ان کے ساتھ سواری تک جانا چاہتے تھے۔ غرضیکہ حضرت رح شیرانوالہ دروازہ تک خود تشریف لائے جب یہاں مولانا اطہر علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت آپ نے بڑی تکلیف فرمائی تو فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے رسول اللہ کی سنت پوری کرنے کے قابل فرما دیا۔ اور اس پر سلام علیکم کے بعد جب تک مولانا اطہر علی کار میں بیٹھ کر چل نہیں دیئے حضرت مولانا احمد علی رح کھڑے اپنے مہمان کو دیکھتے رہے۔

اس وقت یہ کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہ عالی مرتبت شفیق و محترم میزبان آج اپنے جلیل القدر مہمان کو آخری بار الوداع کہہ رہا ہے اور یہ میزبان پھر کبھی اس مہمان کو اس طرح الوداع کہنے کے لئے یہاں تک نہ آ سکے گا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء